حیاتِ فاروق

سوانح شیخ طریقت شہیدِ منیٰ حضرت اقدس مفتی محمد فاروق صاحب میرٹھی قدس سرہ
خلیفۂ اجل فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہ

حسب ہدایت

یادگار اکابر حضرت مولانا ابراہیم پانڈور صاحب دامت برکاتہم
خلیفہ حضرت شیخ الحدیثؒ وخادم خاص حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ

جامع ومرتب

محمد فیضان تھانوی
خادم جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ

شائع کردہ

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) ۲۴۵۲۰۶

تفصیلات

نام کتاب:.................................حیاتِ فاروق

سوانح:......مختصر سوانح شیخ طریقت شہید منیٰ حضرت اقدس مفتی محمد فاروق صاحب قدس سرہ

خلیفہ ومجاز فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہ

مہتمم جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ، یوپی

مرتب:..................................مفتی محمد فیضان تھانوی

9152714613

تعداد:..۱۰۰۰

سن اشاعت بارِ اوّل:..........................ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ

سن اشاعت باردوم:..........................رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ

کمپوزنگ:.................................مجیب الرحمن قاسمی لکھیم پوری

صفحات:..۳۰۴

ملنے کا پتہ

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) 245206

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

فہرست مضامین

حیاتِ فاروق

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار

تمت وبالفضل عمت

سنہرے حروف

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم

مہتمم دارالعلوم دیوبند، الھند

جناب مولانا مفتی محمد فاروق صاحب میرٹھیؒ اللہ تعالیٰ کے ان منتخب بندوں میں سے تھے جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کا خوب خوب کام لیا ہے۔

حدیث پاک میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ خیر کا معاملہ فرماتے ہیں تو اس سے کام لے لیتے ہیں۔ جناب مولانا مفتی محمد فاروق صاحب کی زندگی پر نظر ڈالی جائے تو بلاشبہ ان کو سراپا عمل کہا جائے گا۔ خدمت دین کے جتنے شعبے ہوسکتے ہیں ہر ایک میں ان کی خدمت کے نقوش موجود ہیں۔ جامعہ محمودیہ جیسے ادارہ کے بانی و مہتمم، کامیاب مدرس، کثیر التصانیف مصنف، بہترین واعظ و داعی اور تزکیہ واحسان کی لائن سے مخلوق خدا کی تربیت باطنی کے بہترین مربی، یہ ساری خوبیاں موصوف میں جمع تھیں۔ اکابر کے علوم ومعارف کی جمع وترتیب، اور تفہیم وتشریح، اسلاف کی سوانح حیات کی جمع وتدوین، فرقِ باطلہ کی تردید، اصلاحِ معاشرہ سے متعلق مضامین پر مشتمل کتابوں کی تصنیف ان کے علمی کارناموں کے چند عنوانات ہیں۔ مفتی صاحب علم وعمل، فہم وفراست، زہد وتقویٰ، ایثار وغم خواری، استغناء وتوکل، تواضع وفروتنی، مہمان نوازی اور غرباء پروری، غرض اخلاق حسنہ کے سراپا پیکر تھے۔ مفتی صاحب کے اچانک حادثۂ وفات نے تمام اہل تعلق کو حیران و ششدر اور سراپا رنج والم بنادیا۔ ایسے حالات میں مفتی صاحب کے حالات وسوانح کا مطالعہ ومذاکرہ ایک تسلی کا سامان ہے۔

مولانا محمد فیضان تھانوی نے بہت کم وقت میں حضرت مفتی صاحب کی سوانح حیات مرتب کر کے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ زبان وبیان کی کچھ فروگزاشتوں سے قطع نظر یہ کتاب مفتی صاحب کی حیات سے تعلق رکھنے والے جملہ امور کے تعارف کی ایک کامیاب کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے اور پس آئندگان کیلئے زندگی کے علمی وعملی سفر میں رہبر منزل کا کام دے۔ والسلام

ابوالقاسم نعمانی ۲۲/۳/ ۳۷ھ

(حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب)

مہتمم دارالعلوم دیوبند

کلماتِ بابرکات

حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری دامت برکاتہم

استاذِ حدیث دار العلوم دیوبند، صدر جمعیۃ علماء الہند

زیر نظر تالیف ''حیاتِ فاروق'' کا مطالعہ کرنے سے بہت مسرت ہوئی، جس میں حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب قدس سرہٗ بانی جامعہ محمودیہ علی پور میرٹھ کے سوانح حیات، علمی و دینی خدمات، اخلاقِ فاضلہ نیز مرحوم کے بلند پایہ اساتذۂ کرام کا مختصر تعارف آ گیا ہے۔ اور یہ خدمت نقش اوّل کے طور پر بفضلہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خادمِ خاص جناب مولانا محمد فیضان صاحب تھانوی زید مجدہم نے انجام دی ہے۔ سر دست یہ تالیف ۲۱۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ اب یہ معلوم ہو کر مزید مسرت ہوئی کہ مولف موصوف کچھ اور قیمتی اضافوں کے ساتھ اس کی طبع ثانی کی تیاری میں مصروف ہیں۔ جو ایک ضروری و مفید کام ہے۔ تا کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علمی، اصلاحی و تدریسی خدمات اور ان کے مجاہدانہ کارنامے یکجا ہو جائیں۔ اور دوسرے دینی و علمی خدام کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب ہو۔ آمین!

دلی دعا ہے کہ خداوند کریم مؤلف کو اس محنت و خدمت کی بہتر سے بہتر جزاء دنیا و آخرت میں عطا فرمائے۔ آمین!

جامعہ محمودیہ کے ذمہ داران نے جامعہ کے مکتبہ سے اس کی اشاعت کا انتظام کر کے حضرت مفتی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض کو عام کرنے کی قابل قدر سعی فرمائی ہے۔

فَجَزَاهُمُ اللهُ تَعَالٰى اَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔

محمد عثمان منصور پوری
خادم مدرسین دار العلوم دیوبند
۲۳ شعبان ۱۴۳۷ھ
۳۱ مئی ۲۰۱۶ء

کلمات تبریک وتحسین

یادگارِ اکابر حضرت مولانا ابراہیم پانڈور صاحب دامت برکاتہم
خلیفہ حضرت شیخ الحدیثؒ وخادم خاص حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حامدًا ومصلیًا امّا بعد! حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اللہ جل شانہ کے ان بندوں میں سے تھے جو علم وعمل، فہم وذکاء، اخلاص واصلاح اور دین کی اشاعت وحفاظت کیلئے اللہ کی طرف سے توفیق یافتہ بھی تھے۔ اور مقبول بھی۔ وہ فقیہ الامت جامع شریعت وطریقت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے چہیتے، تربیت یافتہ، معتمد خاص اور حضرت کے فتاویٰ کی جمع وترتیب کا عظیم الشان کارنامہ انجام دینے والے تھے۔ وہ جامعہ محمودیہ کے بانی ومہتمم بھی تھے۔ بہترین داعی اور واعظ بھی۔ باطل فرقوں کے رد وابطال کیلئے فکرمند بھی۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں انسانوں کی تربیت تزکیہ اور اصلاح کرنے والے مربی بھی۔ عظیم اسلاف کی سوانح مرتب کرنے والے مورخ بھی۔ اورعوام میں اپنے مواعظ سے اصلاح کا کام کرنے والے مصلح بھی۔ وہ ذاتی اعتبار سے عبادت، طہارت، سخاوت، نجابت، تقویٰ وخشیت سے آراستہ بھی تھے۔ توکل، استغناء، رضا بالقضاء، تواضع، اخلاص وللّٰہیت جیسے اخلاق حسنہ سے متصف بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طبیعت میں سلامتی، اطاعت اور مسکنت رکھی تھی۔ پھر حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اور تربیت نے ان کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا تھا۔ اس طرح وہ اس دور کے لئے بہترین اور عمدہ ترین دین کے خادم بن گئے تھے۔ اور بڑی خدمات انجام پانے کی ان سے توقع تھی، مگر

اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر سر تسلیم، جھکا دینا اہل ایمان کا شیوہ ہے۔ ان کا غیر متوقع سانحہ ارتحال بہت بڑا حادثہ ہے۔ اور دین کے جن جن شعبوں میں ان کی خدمت کا دائرہ چل رہا تھا ان میدانوں میں موصوف کا خلا پر کرنا آسان نہ ہوگا۔ اس لئے اب ان کے تمام اخلاف، محبین، متعلقین ومتوسلین، کی ذمہ داری ہے کہ وہ اخلاص، استقامت، کسر نفسی، اطاعت ومحبت سے ان کے کاموں خصوصاً جامعہ محمودیہ کی خدمت وحفاظت میں مشغول رہیں۔ تاکہ علم وعمل کا یہ باغ سدا بہار رہے۔ اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ چمن خزاں رسیدہ نہ ہو۔

حضرت مفتی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی بہت ساروں کے لئے باعث نمونہ ہے۔ اس لئے ان کی سوانح کی بہرحال ضرورت تھی اور ہے۔ یہ بہت خوشی اور مسرت کی بات ہے کہ بہت کم وقت میں نوجوان عالم ان کے چہیتے اور فیض یافتہ وہونہار شاگرد مفتی محمد فیضان تھانوی نے حسب ہدایت بہت قلیل عرصہ میں ان کی سوانح حیات مرتب کردی۔ ماشاء اللہ!

اس میں شک نہیں کہ اس میں بہت سارے پہلو ابھی شامل کئے جانے کے لائق ہیں، لیکن اس وقت اس کی اشاعت بھی لائق تحسین ہے۔ اور وقت بھی بہت موزوں ومناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ ''حیات فاروق'' کے مرتب عزیزم مفتی محمد فیضان تھانوی کی اس محنت کو قبول فرمائے۔ اور اس کے پڑھنے والوں میں صاحب سوانح کا مزاج اور فکر وداعیہ پیدا ہونے کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

ابراہیم پانڈور
نزیل جامعہ محمودیہ میرٹھ
۱۶ر رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ

تقریظ

نمونۂ اسلاف عارف باللہ حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

خلیفۂ اجل حضرت اقدس فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہ

رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند و شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ہمارے حضرت فقیہ الامت نوراللہ مرقدہٗ کے تلامذہ وفیض یافتگان میں حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک ممتاز حیثیت ومقام عطا فرمایا تھا۔ حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کے علوم ومعارف کی اشاعت وحفاظت کا بے نظیر کارنامہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے ذریعہ انجام دلوایا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو درس وتدریس، تالیف وتصنیف، وعظ وتذکیر اور احسان وتذکیہ غرض ہر پہلو سے ہر میدان میں کمال عطا فرمایا تھا۔ آپ نے اپنے ان اوصاف وکمالات کے ذریعہ بندگانِ خدا کو خوب فائدہ بھی پہنچایا۔ جامعہ محمودیہ کا قیام بھی آپ کا ایک مخلصانہ اور یادگار کارنامہ ہے۔ جامعہ کے ذریعہ آپ نے اپنے بہت سے تلامذہ اور متوسلین کی علمی وروحانی تربیت فرمائی۔ انہیں میں سے ایک عزیز گرامی مولانا محمد فیضان تھانوی صاحب سلمہ اللہ وعافاہ بھی ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی کے جو قیمتی لمحات حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت وصحبت میں گذارے اور جو فیض حاصل کیا، حضرت کی زندگی سے متعلق آپ نے اپنے انہیں تاثرات کو قلمبند فرمایا۔ چونکہ یہ آپ کی پہلی قلمی کاوش ہے اسلئے ہوسکتا ہے کہ قارئین کو اس میں کچھ کمی نظر آوے، لیکن اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ موصوف نے اپنی صحبت ومحبت کا حق بھرپور طریقے سے ادا کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ موصوف کی اس سعی کو حسن قبول عطا فرما کر قارئین کو اس تحریر سے فیضیاب فرمائے۔ دل سے دعا کرتا ہوں۔ فقط

املاہٗ

احمد خانپوری نزیل جامعہ محمودیہ میرٹھ

احمد خانپوری
۱۵ / رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ

تقریظ

صدیق ثانی عارف ربانی حضرت مولانا رحمۃ اللہ میر صاحب دامت برکاتہم
خلیفۂ اجل حضرت اقدس فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہ
رکن شوریٰ دار العلوم دیوبند و مہتمم دار العلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیر

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلیٰ آلہ واصحابہ ومن اتبعہ۔ اما بعد!

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس دار الاسباب دنیا میں اپنے جن نیک بندوں کو اپنے پاک دین کی اشاعت وحفاظت کی خدمت سے سرفراز کیا، ہمارے اس دور میں ان میں سے ایک نمایاں ذات مولانا مفتی محمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ تعلیم وتدریس، وعظ وتبلیغ، تصنیف وتالیف اور تزکیہ وتذکیر کے تمام ہی میدانوں میں اللہ پاک نے آپ سے کام لیا۔ اور ان تمام میدانوں میں خالق کائنات نے آپ کو نمایاں صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ چنانچہ ہر ہر میدان میں آپ نے نمایاں خدمات انجام دیں۔ تصنیف وتالیف میں فتاویٰ محمودیہ کا عظیم الشان کارنامہ، الرفیق الفصیح کی مجلدات، ومواعظ وملفوظات فقیہ الامت کے زریں سلسلہ کی ترتیب کے علاوہ مشاہیر وکابرامت کی متعدد سوانح حیات آپ کے لئے صدقۂ جاریہ ہیں۔ بخاری شریف جیسی عظیم کتاب کا سالہاسال کا مسلسل درس آپ کے تلامذہ کی شکل میں آپ کے باقیات صالحات میں شامل ہے۔ جامعہ محمودیہ کا قیام اور اس بڑی تعلیم گاہ میں قرآن کریم حدیث پاک اور علوم اسلامیہ کا دور دورہ آپ کی ممتاز یادگار ہے۔ اس کے علاوہ بے شمار متوسلین اور متعلقین جو آپ کے زیر تربیت رہ کر راہ سلوک کو طے کر رہے ہیں، آپ کی

توجہات اور ہدایت پر منزل بہ منزل آگے بڑھنے کی سعی مشکور کر رہے ہیں۔اور ہدایت کی راہ پر گامزن ہیں۔آپ کیلئے باعث از دیادِ ثواب ہونگے۔ایسی شخصیات کا تذکرہ وسوانح حیات دوسروں کے لئے مشعل راہ کا باعث ہے۔بہت ہی مختصر اور قلیل مدت میں اللہ تعالیٰ نے مولانا مفتی محمد فیضان تھانوی کو (جو مفتی صاحب موصوف کے شاگرد بھی رہے ہیں اور خادم بھی) یہ توفیق عنایت فرمائی کہ مفتی صاحب موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات پر مشتمل کتاب مرتب فرمائی۔اور مرحوم کے حالات وخدمات کا خلاصہ اس میں جمع فرمایا۔راقم نے جستہ جستہ مقامات سے اس کتاب کو دیکھا۔حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذاتی حالات کے علاوہ ان کے اساتذہ کرام کا تذکرہ ان کے قائم کردہ علمی ادارہ جامعہ محمودیہ کے کوائف اور ان کی خدمات کا ایک مرقع موصوف نے جمع فرمایا ہے۔اللہ پاک موصوف کی اس خدمت کو قبول فرمائے۔اور مخلوق کیلئے نافع بنائے۔حضرت مفتی رحمۃ اللہ علیہ مرحوم کے درجے کو بلند سے بلندتر فرمائے۔آمین! یارب العالمین۔وانا العبد الاواہ

محمد رحمۃ اللہ عفی اللہ عنہ وعافاہ کشمیری

واردِ حال جامعہ محمودیہ میرٹھ

۱۳/رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ

دادو تحسین

محترم جناب حاجی شاہد اخلاق صاحب

سابق ایم پی ومیئر میرٹھ شہر

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حضرت اقدس مفتی محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت چیدہ و چنیدہ شخصیات میں سے ایک تھی ۔حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اندر بہت سارے اوصاف وکمالات کو جمع کر رکھا تھا۔حسن اخلاق سے پیش آنا،لوگوں سے مسکرا کر ملاقات کرنا،لوگوں کی بات سن کر ان کو صحیح مشورہ وتسلی دینا،ہر ایک سے خندہ پیشانی سے بات کرنا،علمی لائن سے بہت ساری کتابیں تصنیف فرمانا،خاص طور سے فتاویٰ محمودیہ کو ترتیب دینا، پھر اتنا بڑا ادارہ قائم فرما کر امت کے لئے ایک بڑا کارنامہ انجام دیا۔

حضرت مفتی صاحب ؒ کا ہمارے گھرانہ سے تقریباً ۳۳ رسالہ دیرینہ تعلقات تھے،گھر کے سبھی افراد سے بہت محبت فرماتے تھے،حضرت فقیہ الامت ؒ کی حیات میں برابر اپنے ساتھ چھتہ مسجد لیکر تشریف لیجاتے تھے،ہر ہر کام میں برابر مشورہ سے نوازتے اور آج اللہ تعالیٰ نے مجھے جس مقام پر پہنچایا ہے یہ سب حضرت اقدس فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعاء اور توجہ کا اثر ہے ۔اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے ۔آمین !

یہ جان کر بہت مسرت ہوئی کہ عزیزم مولانا محمد فیضان تھانوی نے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات کو ایک کتابی شکل میں جمع فرمادیا، جو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اہل تعلق حضرات کے لئے تسلی کا ذریعہ ثابت ہوگی، میں موصوف کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں،اللہ تعالیٰ موصوف کی اس کاوش کو قبول فرمائے ۔آمین !

محمد شاہد اخلاق

دعائیہ کلمات

حضرت مولانا محمد عباس صاحب دامت برکاتہم

مہتمم جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی)

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ!

حضرت مفتی محمد فاروق صاحب نور اللہ مرقدہٗ اللہ تعالیٰ کے ان پاکیزہ اور مخلص بندوں میں سے تھے جنہیں اللہ رب العزت نے بے پناہ قبولیت عطا کی تھی، جن کی عملی زندگی کو دیکھ کر اللہ یاد آتا ہے۔

آپ ہر میدان کے شہسوار تھے، آپ جہاں ایک شیخ الحدیث تھے تو وہیں ایک بڑے مدرسے کے بانی و مہتمم بھی تھے، اور وہیں بہت سی کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ آپ نے پوری زندگی احیائے سنت و رسومات کو مٹانے میں صرف کی۔ آپ جہاں واعظ بے مثال تھے، وہیں مصلح و مربی بھی تھے۔ آپ کی عملی زندگی سے اللہ کی رضا و خوشنودی کے انوار ظاہر ہوتے تھے۔

استفادے کے لئے مولانا فیضان تھانوی نے حضرت کے کچھ حالات لکھے ہیں، موصوف نے اسی مدرسہ سے فراغت حاصل کی ہے اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کئی سال رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس مختصر سی تحریر کو مفید عام بنائے اور مولانا موصوف کو ترقیات سے نوازے اور حضرت کیلئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین! ثم آمین!

محمد عباس

۱۷/۳/۱۴۳۷ھ

تمہید وتقدیم

ازقلم: مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ

منقول از: مقدمہ حیات خلیل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اَمَّا بَعْدُ!

صحیح حدیث میں آتا ہے کہ:

"اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ وَاِنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَّلَا دِرْھَمًا وَلٰکِنْ وَرَّثُوْا ھٰذَا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَہٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ"

[علماء انبیاء کے وارث ہیں اور ان کی میراث درہم ودینار نہیں ہوتے، بلکہ ان کا ترکہ یہ علم ہی ہوتا ہے، تو اسے جس نے حاصل کیا اس نے بڑا حصہ پایا۔]

سب جانتے ہیں کہ ہر میراث کے الگ الگ لوازم ومطالبات ہوتے ہیں، اور ایک سچے وارث کو ان لوازم ومطالبات کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے، سلطنت کی میراث کے لوازم ومطالبات اور ہیں، فقر ودرویشی کی میراث کے لوازم ومطالبات اور مسند علم وتدریس کے ورثہ کے لوازم ومطالبات اور سپہ گری وشہ زوری کی وراثت کے لوازم ومطالبات اور انبیاء اور کتاب الٰہی کی وراثت کے لئے علم وفہم حفظ وحفاظت، زہد وتقویٰ، عبادت وانابت اور اس کی حفاظت کے لئے غیرت وشجاعت کی ضرورت ہے، اور ان سب صفات عالیہ سے اس کے وارث کا متصف ہونا ضروری ہے۔

بیہقی کی روایت ہے کہ **"یحمل ھذا العلم من کل خلف عدو لہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین"** [اس علم سے ہر نسل میں

ایسے عادل اور متقی حامل اور وارث ہوں گے جو اس دین سے غلو پسند لوگوں کی تحریف، اہل باطل کے غلط انتساب و دعوے، اور جاہلوں کی دوراز کار تاویلات کو دور کرتے رہیں گے۔]

اس حکیمانہ ارشاد میں علماء حق کے کام کی نوعیت، اور ان کی ذمہ داریوں کا پورا خاکہ اور ان کی زندگی کا دستور العمل آ گیا ہے، اسلام کی پوری تاریخ تجدید و اصلاح اسی اجمال کی تفصیل اور انھیں فرائض سہ گانہ کی تکمیل (اسلام کو تحریف، غلط انتساب اور جاہلانہ تاویلات سے محفوظ رکھنے کی کوشش) کی تاریخ ہے۔

یہ سلسلہ زمانی حیثیت سے وفات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سے ہماری صدی تک اور مکانی حیثیت سے عالم اسلام کے مشرقی گوشہ سے لے کر مغربی گوشہ اور شمالی سرحد سے لے کر جنوبی سرحد تک برابر جاری رہا لیکن مختلف تاریخی اسباب کی بناء پر جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں، آٹھویں صدی ہجری سے یہ تحتی براعظم (ہند) ان تجدیدی و اصلاحی کوششوں کا ایک بڑا مرکز بن گیا، یہ کوشش یہاں پہلے اشاعت اسلام، تزکیۂ نفوس، درجۂ احسان کے پیدا کرنے اور تصفیۂ باطن کی شکل میں شروع ہوئی، جس کے بڑے مرکز خانقاہیں، اور جس کے بڑے داعی و مبلغ، مشائخ روحانی اور علماء ربانی تھے، پھر جب یہ کام دسویں صدی ہجری کے آخر تک بقدر ضرورت پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا اور یہ محسوس ہونے لگا کہ اسلام کی اشاعت، اور قلوب و ارواح کی لطافت و حرارت کے ساتھ ہندوستان کے قدیم مذاہب و تہذیبوں اور ہمسایہ اقوام کے خیالات و عادات اور رسوم و توہمات بھی مسلمانوں کی زندگی اور معاشرت میں داخل ہیں، اور ان سے ان کے عقائد و عبادات بھی متاثر ہونے لگے ہیں، تو اس تجدیدی و اصلاحی خدمت کا رخ حفاظتِ دین، احیاء سنت، تطہیر عقائد، رد بدعات اور اصلاح رسوم کی طرف پھر گیا اور یہاں کے مشائخ و علماء نے دین صحیح کی تبلیغ، علوم نبوت کی اشاعت اور خاص طور پر علم حدیث کی ترویج و تعلیم اور کتب حدیث کے درس و تدریس اور ان کی

تشریح وتحقیق پر اپنی توجہ مرکوز کر دی۔

کسی نے یونانی الحاد وزندقہ، ویدانت کے ملحدانہ فلسفہ وحدۃ الوجود کے غالی اور بے باک داعیوں کی دعوت ودعوے، رسول اللہ ﷺ کی اتباع وتوسط کے بغیر وصول الی اللہ، اور قرب عند اللہ کے مدعیوں، اور طریقت کو شریعت پر اور حقیقت کو کتاب وسنت پر ترجیح دینے والوں کے خلاف جہاد شروع کیا، اس گروہ کے امام وقائد امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

کسی جماعت نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ ان خرابیوں اور کمزوریوں کی اصل جڑ ہندوستان جیسے ملک میں کتاب وسنت سے براہ راست ناواقفیت اور علم حدیث سے بے گانگی اور دوری ہے اور جب تک اس ملک میں اس علم شریف کو عام نہیں کیا جائے گا، عوام وخواص میں قران مجید کی تعلیمات سے واقفیت پیدا نہیں ہوگی اور ان میں اس کو سمجھ کر پڑھنے اور اس میں تفکر وتدبر کا ذوق نہیں پیدا ہوگا، علماء واہل مدارس کتب حدیث بالخصوص صحاح ستہ سے اشتغال نہیں کریں گے اور ان کو اپنی تعلیم ودرس کا جزو نہیں بنائیں گے، اس وقت تک دین کا صحیح شعور، سنت کا شوق، بدعات سے نفرت اور ہندوانہ رسوم وعادات سے گلو خلاصی نہیں ہوگی، اس جماعت کے پیشوا اور سرگروہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ان کا خاندان اور ان کے تلامذہ اور تربیت یافتہ حضرات ہوئے، جنہوں نے قران مجید کے ترجمے کئے، صحاح ستہ کے درس کو رواج دیا، اور مسلمانوں کا کتاب وسنت سے ٹوٹا ہوا یا کمزور رشتہ دوبارہ استوار کیا۔

ایک گروہ وہ تھا جس کو قرآن کے عمیق مطالعہ، کتاب وسنت کے صحیح علم اور مسلمانوں کی زندگی کے وسیع تجربے نے اس نتیجہ تک پہنچایا تھا کہ علم دین سے ناواقفیت، قرآن وحدیث سے بعد، غیر قوموں کے اختلاط، اور دنیادار علماء کی غفلت ومداہنت کے نتیجہ میں

ہندوستانی مسلمانوں کی ایک بری تعداد اسلام کی بنیادی تعلیمات سے بے خبر، توحید سے ناآشنا اور شرک جلی میں گرفتار ہے، اس میں مشرکانہ عقائد، توہمات، ہندوانہ رسوم، اور کھلی ہوئی بدعات بکثرت پھیلی ہوئی ہیں۔ ہندوستان کی مشرکانہ تہذیب اور علم الاصنام (دیومالا) کے ایک بڑے طبقہ کو متاثر کیا ہے، ایسی صورت میں کہ جب بنیادی عقیدہ متزلزل اور نفس ایمان ہی خطرہ میں ہے، کوئی تکمیلی کوشش اور خارجی علاج مفید نہیں ہوسکتا، وقت کی سب سے بڑی ضرورت، اور مسلمانوں کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ان کے عقائد کی اصلاح کی جائے اور "**الا للہ الدین الخالص**" اور "**فاعبدوا اللہ مخلصا لہ الدین**" کی کھلی ہوئی دعوت دی جائے، توحید وشرک کا فرق اور بدعت وسنت کا امتیاز واضح طریقہ پر بیان کیا جائے اور اس میں کوئی لگی لپٹی رکھی جائے کہ یہ مسلمانوں کے ساتھ سب سے بڑی خیرخواہی ہے، اس گروہ نے اردو میں جو اس وقت مسلمانوں کی زبان بن چکی تھی، ایسے عام فہم رسائل اور کتابیں تصنیف کیں جنہوں نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کردیا، اور انہوں نے اپنے تبلیغی دوروں اور عوامی وعظوں کے ذریعہ بھی توحید وشرک کی حقیقت واضح کی اور بدعات ورسوم کا پردہ چاک کیا، پھر اس کو کافی نہ سمجھتے ہوئے عام فضا کو بدلنے، زندگی کو جاہلیت، نفس پرستی اور رسم ورواج کے شکنجہ سے نکالنے، احکام شرعی کو مسلمانوں کی زندگی میں نافذ اور حدود شرعیہ جاری کرنے کے لئے وہ طاقت پیدا کرنے کی کوشش کی جس سے وہ تھوڑے وقت میں مسلمانوں کی زندگی میں انقلاب لا سکیں اور "**حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ**" [یہاں تک کہ فتنہ (کفر کا فساد) باقی نہ رہے اور دین سب خدا ہی کا ہوجائے۔] کا ظہور ہو، اس کے لئے اس گروہ نے سر دھڑ کی بازی لگائی اور سرفروشی کی ایک ایسی روح پھونک دی، جس نے قرن اولیٰ کی یاد تازہ کردی، اس گروہ کے بانی وداعی حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہما کے "مدرسہ وخانقاہ" ہی کے

تیار کئے ہوئے افراد تھے، جن میں حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سب سے زیادہ نمایاں تھے، حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی ''تقویۃ الایمان'' نے لاکھوں دلوں کو نورِ توحید سے منور اور ہزاروں بستیوں اور گھروں کو شرک و بدعت سے پاک کر دیا، ہندوستان کی علمی و اصلاحی تاریخ میں ہم کو کسی ایسی کتاب کا علم نہیں جس نے مسلمانوں کی زندگی کو اتنا متاثر کیا ہو، اور شرک و بدعت کی بنیادوں پر ایسی کاری ضرب لگائی ہو۔

''جزاھم اللہ عن الاسلام و المسلمین خیر الجزاء''

کچھ حضرات نے یہ محسوس کیا کہ ہندوستان جیسے وسیع اور طویل وعریض ملک اور اس کثیر آبادی میں عربی زبان سے بیگانگی اور مرکز اسلام سے دوری کی وجہ سے مسلمان اس ملک میں غفلت و جہالت کا شکار اور دنیا پرست و دین فروش مدعیان علم درویشی کی دجل وتلبیس کا آلہ کار بن گئے ہیں۔ جو:

''إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ'' (سورۂ توبہ:۳۴)

[بہت سے عالم اور مشائخ لوگوں کا مال ناحق کھاتے اور (ان کو) راہِ خدا سے روکتے ہیں۔]

کے صحیح مصداق ہیں۔ اسلئے اس ملک کی سب سے بڑی ضرورت مدارس دینیہ کا قیام، علوم دینیہ کی اشاعت اور ایسے علماء تیار کرنا ہیں جو صحیح طریقہ پر درس و تدریس وعظ و ارشاد، امامت و خطابت اور افتاء کی خدمت انجام دے سکیں، مسلمانوں میں دینی روح، تعلق مع اللہ، اسلامی غیرت و حمیت قائم رکھیں اور اسلامی شعائر و تہذیب کی حفاظت کریں، یہ ضرورت اس وقت اور بڑھ گئی جب اس ملک میں مسلمانوں کی حکومت و اقتدار کا ٹمٹماتا ہوا چراغ آخری طور پر گل ہو گیا اور یہ ملک کلیتاً سلطنت انگریزی کے قبضہ و انتظام میں آ گیا، جس نے صرف اس

ملک کا نظم ونسق ہی نہیں سنبھالا تھا، بلکہ وہ ایک تہذیب، فلسفۂ حیات، نظام تعلیم بلکہ عیسائیت کی بھی مبلغ داعی تھی، اس گروہ نے بڑے پیمانہ پر دینی مدارس کے قیام کو وقت کا سب سے بڑا فریضہ اور مرض کا سب سے بڑا علاج سمجھا، اس گروہ کے رہنما وقائد حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اسی نورانی فہرست میں مولانا سعادت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، مولانا عبدالوہاب صاحب ویلوری رحمۃ اللہ علیہ بانی مدرسہ ''الباقیات الصالحات'' ویلور، مولانا سید محمد علی صاحب مونگیری بانی ندوۃ العلماء لکھنؤ، مولانا انوار اللہ خاں صاحب حیدر آبادی بانی جامعہ نظامیہ حیدر آباد، اور مولانا ابو محمد ابراہیم صاحب آروی بانی مدرسہ احمدیہ آرہ، کا نام آتا ہے۔ جزاھم اللہ عن الاسلام والمسلمین خیر الجزاء۔

یہ چاروں گروہ ہندوستان کے مختلف شہروں میں اپنی کوششوں میں مصروف تھے۔ وہ کہیں دہلی میں سرگرم کار نظر آتے ہیں، کہیں ضلع سہارنپور اور مظفر نگر کے دینی مرکزوں میں، کہیں رامپور اور لکھنؤ میں اور کہیں پٹنہ، کلکتہ، امرتسر اور لاہور میں، کوئی علم حدیث کی تدریس کا بڑا مرکز تھا، کوئی احیاء سنت اور رد بدعت کا علمبردار، کسی پر تربیت باطنی کا رنگ غالب تھا اور کہیں اعلاء کلمۃ اللہ اور جہاد کا جذبہ زیادہ نمایاں، اللہ تعالیٰ ان سب خادمانِ دین ووارثانِ رسول امین کو بہترین جزا عطا فرمائے۔ کہ انہوں نے دین کی حفاظت، کتاب وسنت کی اشاعت اور زمانہ کے فتنوں کا مقابلہ کرنے میں کوئی کمی نہیں کی۔

''مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا'' (سورۂ احزاب:۲۳)

[مومنوں میں کتنے ہی ایسے شخص ہیں کہ جو اقرار انہوں نے خدا سے کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا، تو ان میں بعض ایسے ہیں جو اپنی نذر سے فارغ ہو گئے اور بعض ایسے ہیں جو انتظار کر رہے ہیں اور انہوں نے (اپنے قول کو) ذرا بھی نہیں بدلا۔]

چودھویں صدی ہجری کے اوائل میں حفاظت دین، اشاعت علم، دعوت الی اللہ اور ردشرک و بدعت کا ایک بڑا مرکز وہ علاقہ بن گیا، جس میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے علمی ومعنوی انتساب رکھنے والے بزرگوں اور ان کے سلسلۂ درس سے تیار ہونے والے فضلاء اور حضرت سید احمد شہید قدس سرہٗ اور ان کی جماعت کا مسلک رکھنے والے مشائخ وعلماء نے جابجا دینی مدرسے اور خانقاہیں قائم کی تھیں، کچھ ہی عرصہ بعد اس پورے سلسلہ کی قیادت وسرپرستی، اسی سلسلہ کے ایک عالم ربانی، شیخ کامل، محدث جلیل حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے حصہ میں آئی، جن کو ان چاروں گروہوں کی (جن کا اوپر ذکر آیا) وراثت سے حصۂ وافر ملا تھا، اور ان چاروں کے ذوق ورجحان ان کی ذات میں آکر جمع ہو گئے تھے، وہ ایک طرف شریعت وطریقت کے مجمع البحرین، محدث وفقیہ، ناشر سنت، ماحی بدعت، حدیث کے بلند پایہ مدرس وشارح، تصوف وسلوک میں مجتہدانہ مقام پر فائز، اعلاء کلمۃ اللہ اور جہاد کے جذبہ سے سرشار، دوعظیم مدرسوں (دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور) کے سرپرست استاذ الاساتذہ اور شیخ الشیوخ تھے، ایک طرف وہ تربیت وسلوک کی تعلیم دیتے اور اس سلسلہ میں مشائخ چشت سے (جن سے وہ نسبت باطنی رکھتے تھے) ذوق اور درد ومحبت کی دولت سے ان کو بہرۂ وافر ملا تھا، دسری طرف وہ مشائخ نقشبندیہ، مجددیہ (جن سے ان کو حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ سے انتساب حاصل تھا) کہ تمکین ووقار، استقامت علی الشریعت اور اتباع سنت کی دولت سے مالا مال تھے، ایک طرف وہ اپنے زمانہ کے مسلم فقیہ تھے، جو عام طور پر فقہ حنفی کے مطابق فتویٰ دیتے، دوسری طرف حدیث کی تدریس میں ان کا وہ مقام تھا اور اس میں ان کا شغف اتنا بڑھا ہوا تھا کہ گنگوہ طالبان علم حدیث اور فضلاء مدارس کا ملجا وماویٰ بن گیا تھا، جہاں تک عقائد ومسلک کا تعلق تھا وہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے پورے متبع ان کی ولایت ومقبولیت کے قائل ومعتقد، اور ’’تقویۃ الایمان‘‘

کے لئے سینہ سپر تھے، یہ گوناگوں اور بظاہر متضاد رنگ ان کی ذات میں پہلو بہ پہلو نظر آتے ہیں۔طبیعت کی یکسوئی اور گوشہ گیری کے باوجود وہ مسلمانوں اور اسلام کی فکر سے خالی اور ان مفید کاموں اور اداروں کی معاونت وسرپرستی سے بے تعلق نہیں تھے، جو ان کے مخلص دوستوں، رفقاء کار یا شاگردوں نے علم دین کی اشاعت اور تبلیغ ودعوت کے لئے قائم کئے وہ بیک وقت دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور کے سرپرست بھی ہیں اور ان کے اخلاقی وروحانی نگراں اور مربی تھی۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے جیسے مخلص وجاں نثار، مطیع ومنقاد صاحب علم وفضل اور باکمال مریدین وخلفاء عطا فرمائے، ویسے (ہمارے ناقص علم میں اور کم سے کم اس دور میں) کم کسی شیخ طریقت اور مربی روحانی کو ملے ہوں گے، ان ممتاز ترین مریدین وخلفاء میں جس کے حالات سنئے، یا تذکرہ پڑھئے، معلوم ہوتا ہے کہ بس یہی فرد فرید اور مرد رشید تھا، اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کی ذات سے اس پرآشوب دور میں جبکہ الحاد وبے دینی کے بادل امنڈ رہے تھے اور فتنے پانی کی طرح برس رہے تھے، ہزاروں، لاکھوں مسلمانوں کے قلوب کو زندہ، دماغوں کو صیقل اور اخلاق کو آراستہ کیا، کسی نے علم حدیث کی نشر واشاعت اور اساتذہ کی تعلیم وتربیت کا وسیع پیمانہ پر کام کیا، کسی نے تطہیر عقائد اور اصلاح رسوم کا فرض انجام دیا، کسی نے قلوب کو عشق الٰہی اور حب نبویؐ سے نرم وگرم کیا اور ان کے ذریعہ سے ہزاروں بندگان خدا درجۂ احسان کو پہنچے، کسی نے جہاد حریت کا صور پھونکا، اور اعلاء کلمۃ اللہ کی کوشش کی، کسی نے تصنیف وتالیف کے ذریعہ دین وعلم کی خدمت کی، ان میں سے ہر ایک اپنے رنگ میں کامل اور ہمارے پورے احترام وتوقیر کا مستحق ہے۔ (حیات خلیل)

اسی سلسلۃ الذہب کی سنہری کڑی جامعہ محمودیہ کے بانی حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خلیفہ ومجاز حضرت مفتی محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، ہر میدان

میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات روز روشن کی طرح عیاں، عالم کو منور کر رہی ہیں۔ آپ ہر علمی اور اصلاحی میدان کے شہ سوار رہے، تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی اپنے اسلاف و اکابر کی طرح خوب کام کیا، درس و تدریس کے میدان میں بھی قابل مشفق و مہربان استاذ الاساتذہ کا درجہ حاصل کیا۔ اصلاح و تربیت، رد بدعات وخرافات، احیائے سنن، ابطال رسوم، باطل عقائد کا تصفیہ، مدارس کی چوکسی، مکاتب کی سرپرستی جیسے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ اور ایک ایسا ادارہ جو پورے علاقے بلکہ پورے ہندوستان میں اسلام کا نمائندہ ہے، اس گلشن چمن کی جڑوں کو ایسا پختہ اور مضبوط کیا کہ آج ملک و بیرون ملک ہر جگہ جامعہ محمودیہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ گویا کہ آپ ہر ایک کے افادہ کے لئے کوشاں رہے۔

میں چمن میں جہاں بھی رہوں
میرا حق فصل بہار پر

خداوند قدوس اس ادارہ اور اس خانقاہ کو ہمیشہ اسی آب و تاب علم ومعرفت کے ساتھ قائم دائم فرمائے اور اس چشمۂ عرفانی سے بندگان خدا کو سیراب کرنے کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

عرضِ مرتب

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ!

"سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ" صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمِ۔

سوانح نویسی وشخصیت نگاری اور کسی خدا رسیدہ، مرد مومن کی تصویر گری وسیرت نمائی کا حقیقی مقصد انسانیت کی صحیح تعمیر اور صالح معاشرہ کی تشکیل ہوتا ہے، انسانی نفسیات کا یہ مسلم اصول ومسئلہ ہے کہ رفتہ وموجودہ جس شخصیت سے بھی انسان متاثر ہوتا ہے اس کے احوال وکوائف اس کے ذہن وفکر اور ذات ووجود پر ضرور اثر انداز ہوتے ہیں، اسی لئے نمایاں اور مثالی شخصیات کے خطوط ونقوش، ان کے کردار وعمل کا حسن وزیبائش ان کے کریمانہ اخلاق کی جاذبیت وکشش، ان کے اعمال صالحہ کا اسوۂ ونمونہ، دوسروں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، ان کے مطالعہ سے زندگی میں تازگی، قلوب میں روشنی وتوانائی پیدا ہوتی ہے، فکر ونظر کی مشعلیں روشن ہوتی ہیں، انسان کے اندر نیک اور شریف وصالح جذبات پروان چڑھتے ہیں، ان اہل اللہ رسیدہ بزرگوں کو متاثر کرتی ہیں اور اپنے صاف وشفاف کردار اور حسن عمل اخلاق کی وجہ سے وہ دل ودماغ کی تہ میں جذب وپیوست ہو جاتی ہیں۔

قرآن کریم نے متعدد ومختلف مقامات پر متقین اور برگزیدہ انسانوں کی حمیدہ اور اعمال حسنہ کو بیان فرما کر دوسروں کو اس سے سبق لینے اور درس حاصل کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔

چنانچہ قرآن کریم نے صدیقین وصالحین، ابرار واخیار اور بندگان خاص کی صحبت ومعیت اور ان سے تعلق ووابستگی کا فرمان ان الفاظ میں جاری فرمایا:

"یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین"

اور ان کی مدح وستائش بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰئِكَ رَفِيْقًا" (سورۂ نساء:۶۹)

اورایک جگہ فرمایا: "مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا" (سورۂ احزاب)

انبیاء کرام کے علاوہ کوئی بھی فرد بشر کمزوریوں وفروگذاشتوں سے مبرا منزہ نہیں ہے، کیونکہ انسان خیر وشر کا مجموعہ ہے۔ اس کی فطرت میں نیکی وبھلائی کے ساتھ خامی وخرابی کا عنصر بھی موجود ہے، انبیائے کرام جو اللہ کے اخص الخاص بندے ہیں، ان کے علاوہ ہر انسان سے ہمہ وقت خطاونسیان گناہ وعصیان کا صدور ممکن ہے، مگر اللہ کے وہ بندگان خاص جن پر رحمت الٰہی سایہ فگن ہو جائے اور وہ معرفت خداوندی کے نور سے منور ہو جائیں، ان کی خوبیاں ونیکیاں ان کی برائیوں وگناہوں پر غالب رہتی ہیں، ایسے بندوں کا تذکرہ قران کریم نے بہت سے مقامات پر حسن وخوبی اور تعریف وتوصیف کے طور پر فرمایا ہے، تاکہ آئندہ نسلیں اپنی زندگی کے خاکوں اورزاویوں کو اسی رنگ میں رنگتے رہیں۔

بلکہ سورۂ فاتحہ میں ایسے لوگوں کے راستے کو اختیار کرنے کی دعا کی ہدایت وتعلیم دی گئی: "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ. صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" (سورۂ فاتحہ) کہ اے اللہ ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت دے، یہی ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر تو نے اپنا انعام وفضل فرمایا۔ ایک دوسری آیت نے اس کی وضاحت فرمادی کہ یہ منعم علیہم یعنی انعام یافتہ کون لوگ ہیں؟ چنانچہ فرمایا گیا:

"فَاُولٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰئِكَ رَفِيْقًا" (سورۂ نساء:۶۹)

[کہ انبیاء کرام اور صدیقین وشہداء اور صالحین ومتقین یہی اللہ کے انعام یافتہ لوگ ہیں۔]

ایک جگہ ان صادقین و متقین کی مدح وستائش اس طرح فرمائی:

"أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ" (سورۂ بقرہ:۱۷۷)

[کہ سچے اور پرہیزگار یہی حضرات ہیں۔]

اس کے علاوہ حضرت نبی کریم ﷺ نے بھی اپنے بعد رجال اللہ سے وابستگی کا بہت سی جگہوں پر حکم فرمایا، چنانچہ ترمذی شریف کی ایک روایت ہے: "یا ایھا الناس انی ترکت فیکم ما ان اخذتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ و عترتی و اھل بیتی"

[کہ اے لوگو! میں اپنے بعد تمہارے لئے دو چیزیں چھوڑ کر جاتا ہوں، جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہو گے، ایک اللہ کتاب، دوسرے میری اولاد اور میرے اہل بیت۔]

صحیح بخاری شریف میں بھی ہے کہ آپ نے اپنے بعد ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی اتباع واقتداء کا حکم فرمایا: "اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر و عمر"

ایک اور حدیث شریف میں خلفاء اربعہ کے طریقہ کو اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے: "علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین"

ایک دوسری جگہ فرمایا: "اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم"

چونکہ اصحاب رسول ﷺ اپنے قول وفعل اور کردار وعمل کے اعتبار سے سنت وشریعت کے سچے ترجمان اور کردار نبوی کے حسین پیکر تھے۔ اس لئے ان کی اتباع و پیروی کا حکم دیا گیا، پھر نبی امی ﷺ اور آپ کے اصحاب کے خطوط ونقوش پر چلنے والے ارباب معرفت اور اصحاب شریعت وطریقت ہر ایک کی صالح زندگی اور نیک سیرتی دوسروں کے لئے نمونہ اور قابل تقلید وعمل ہوتی ہے، اسی لئے شروع ہی سے ان ارباب باصفا اور نفوس قدسیہ کی سوانحات، زندگی کے حالات، دینی وشرعی صفات وکیفیات، علمی وعملی

ریاضات ومجاہدات کو اگلوں میں منتقل کرنے کا رواج وطریقہ چلا آ رہا ہے۔

چنانچہ حضرت نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ سے لے اصحاب رسول ﷺ کی زندگی کے اسوے ونمونے، تابعین وتبع تابعین کی شخصیات کے مرقعے وزاوئے اور پھر بعد کے اصحابِ دین ودیانت اور اربابِ شریعت وطریقت کی حیات پاکیزہ کے نمایاں گوشے امت کے سامنے اجاگر کئے جارہے ہیں۔ جن کی تعداد لاکھوں سے بھی زیادہ ہے۔ ان سب کا مقصد دینی ذوق ورجحان معرفت الٰہی اور شریعت کے مزاج سے مکمل ہم آہنگی ووابستگی پیدا کرانا ہوتا ہے۔

غلام درویشاں وخاکپائے ایشاں بندہ محمد فیضان تھانوی عرض رساں ہے کہ بندہ کو جامعہ محمودیہ میں ابتداء فارسی سے لے کر فضیلت تک تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا، اس سے زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ حضرت کی صحبت اور خدمت کا بھی خوب موقع ملا، تقریباً چھ سال تک حضرت کی خدمت کی سعادت میسر آئی، بر بنائے محبت اسی جذبہ داعیہ کے پیش نظر سنت وشریعت کے پیکر اعمال حسنہ کی آئینہ دار شخصیت حضرت مفتی محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق کچھ حالات، اوصاف وکمالات پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کی یہ تحریر بھی پیش نظر رہی: کہ

”کسی محبوب استاذ کی تاریخ چونکہ محض علم ہی کا تقاضہ نہیں ہوتی بلکہ عشق ومحبت کا مقتضی بھی ہوتی ہے، اور عشق کے لئے مہارت علوم نہیں عقیدت ومحبت کا جوش ہونا کافی ہے۔“ (مقدمہ نقوش وتاثرات حکیم الاسلام: ۱۱)

کتاب کی ترتیب میں بطور خاص ان حالات کو لیا گیا ہے جو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حسب موقع معلوم کئے گئے، یا خود حضرت والا نے کبھی موقع کی مناسبت سے ارشاد فرمائے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پاکیزہ علمی زندگی کے نقوش قابل رشک ہیں، جن کا سمیٹنا کاتب الحروف جیسے بے بضاعت شخص کے بس کی بات نہیں، انکی مکمل شخصیت

کے خدوخال کو اجاگر کرنے کیلئے سیال قلم اور ہزاروں اوراق کی ضرورت ہے۔ ع

سفینہ چاہیئے اس بحرِ بے کراں کے لئے

احقر کو جو باتیں حضرت سے متعلق یاد تھیں ان کو جمع کر دیا گیا، تاکہ جو حضرات اہل قلم ہیں انکے سامنے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کا ذخیرہ آ جائے اور وہ حضرات اچھی تعبیر کے ساتھ فصیح زبان، نفیس انداز میں استنباط کر کے طالبین صادقین کو فائدہ پہنچائیں۔

گو بندہ کی تعبیرات اور زبان و بیان ناقص ہے، مگر اہل اللہ کے حالات مثل لعل و گہر اور کھرے سونے کے ہیں، خواہ کتنے ہی سادہ الفاظ میں لکھے جائیں، ہر ایک لفظ میں ایک نور ہے۔

جن حضرات کو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت یا خدمت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا ہوگا وہ حضرات واقعی ان حالات کو پڑھ کر ایسا ہی محسوس کریں گے جیسا کہ کسی چاند کو کسی آئینہ میں دکھلایا گیا ہے، ظاہر ہے کہ چاند اپنی تمام تر تجلیات کے ساتھ آئینہ میں کہاں آ سکتا ہے، صرف ایک جھلک ہی اس کی آئینہ میں نظر آ سکتی ہے۔

حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہم چناں باقی

بہر حال حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات رفیعہ کے بیان کا حق ادا نہ ہو سکا، اس قصور کا بندہ کو مکمل اعتراف ہے، امید ہے کہ بندہ کی تعبیرات کی بے ربطی پر التفات نہ فرماتے ہوئے اصل معنوں سے منتفع ہونے پر نظر رکھی جائے گی، اللہ تعالیٰ اس مختصر سے رسالہ کو قبول فرمائے اور ذخیرہ آخرت فرمائے۔ آمین!

احب الصالحین ولست منھم
لعل اللہ یرزقنی صلاحاً

العبد محمد فیضان تھانوی

۲۴/صفر المظفر ۱۴۳۲ھ

تشکر و امتنان

"من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ" (الحدیث)

جو لوگوں کا شکر گذار نہیں ہوتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر گذار نہیں ہوتا ہے، حدیث مذکور کے پیش نظر میں ان سب معاونین کا بھی شکر گذار ہوں جن کی دعا و توجہ سے اس مجموعہ کو ترتیب دینے کی توفیق میسر آئی۔ اور جو کسی بھی طریقہ سے اس کتاب کی ترتیب میں میرے شریک و سہیم رہے ہیں۔

طفولیت، خاندان، ابتدائی تعلیم

کہو؟ وہ کون حسین ہے تمہاری بستی میں
کہ جس کے نام کے ساغر اٹھائے جاتے ہیں

مظہر خلق ومروت، پیکر حق وصداقت، شیخ طریقت وشریعت، عارف باللہ عالی جناب حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب نوراللہ مرقدہٗ مہتمم جامعہ محمودیہ۔

آپ کا نام نامی ''محمد فاروق'' ہے۔ پرآپ کی والدہ آپ کو عمر فاروق کے نام سے پکارتی تھیں۔آپ اسم با مسمی مجسم رحمت وشفقت منبع جودوسخاوت، سراپا رشد وہدایت، رہنمائے رہ نوردان راہ خدا، شیخ کامل، مشفق ومربی، امراضِ روحانی کے طبیب حاذق، یادگار اسلاف، نمونہ اکابر، صاحب برکت، پیر طریقت کے مجموعہ ہیں۔

ولادت باسعادت

آپ کی ولادتِ شریفہ ۱۹۵۰ء میں اپنے آبائی وطن موضع زین پور تحصیل سردھنہ ضلع میرٹھ صوبہ یوپی میں اپنے آبائی مکان میں ہوئی، بالتعین بقید ماہ وسال تاریخ ولادت معلوم نہ ہوسکی۔

کس کو معلوم تھا کہ جو بچہ آج ایک کاشتکار گھرانے میں پیدا ہوا ہے، جوان ہو کر علم دین کا احیاء کرنے والا ہوگا، بڑا ہو کر شیخ الحدیث کے عظیم منصب، سیکڑوں مدارس کا بانی اور کثیر کتابوں کا مصنف، اخلاص وعمل کا جوہر لاثانی ثابت ہوگا، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت اس شعر کی حقیقی مصداق تھی۔

بڑی مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور میخانہ

والدمحترم

آپ کے والدمحترم محمد ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ پابند صوم وصلوۃ دین دار آدمی تھے۔ مشغلہ کاشتکاری تھا، کچھ دن دہلی کے اندر امامت بھی فرمائی، قرآن شریف کی تلاوت کا بہت شوق تھا، ہمیشہ تلاوت قرآن میں مشغول رہتے، نماز باجماعت کی پابندی فرماتے، چار مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی، بچوں کی تربیت کا بھی نہایت اہتمام کرتے تھے، اور عقیدہ کے بہت پختہ تھے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ ایک بار میری کمر پر پھنسی نکل آئی، اور اس نے گہرے زخم کی صورت اختیار کرلی، چنانچہ کسی صاحب کے کہنے پر ایک ہندو کے پاس علاج کے لئے چلے گئے، اس نے کچھ منتر پڑھنے کے لئے کہا، بس والد صاحب غصہ میں بھر آئے، اور فرمایا: چاہے یہ بچہ زندہ رہے یا مرجائے میں یہ منتر نہیں پڑھوگا، اور واپس آ گئے۔ چنانچہ کچھ دنوں کے بعد وہ زخم ٹھیک ہوگیا تھا۔ البتہ اس کا نشان کمر پر باقی تھا۔ ایک چلہ کی طویل علالت کے بعد ۱۰؍ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مطابق یکم مئی ۲۰۰۴ء بروز ہفتہ بوقت صبح بعمر تقریباً ۹۰؍برس وصال فرماگئے۔

والدہ ماجدہ

آپ کی والدہ ماجدہ نہایت دیندار نیک دل خاتون تھیں، خود حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ صبح کو جلدی اٹھ جاتی تھیں، تہجد پڑھتیں، آٹا پیستیں، فجر کی نماز پڑھتیں، اور دوسری تمام نمازیں بھی پابندی کے ساتھ پڑھتی تھیں۔ ہر جمعہ کو صلوۃ التسبیح پڑھنے کا معمول تھا، نہایت ہی شاکرہ صابرہ تھیں، رات کو چاروں قل آیۃ الکرسی پڑھنے کا معمول تھا، سونے سے پہلے مذکورہ اذکار پڑھ کر دروازہ پر پھونک مارتی تھیں۔

ایک بار گھر کے اندر چور آ گئے، اس وقت حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ساری

بہنیں آئی ہوئی تھیں، ان کا زیور بھی رکھا ہوا تھا، ان چوروں کو پہلے سے علم تھا کہ فلاں جگہ زیور رکھا ہوا ہے، پہلے گھر کے اندر کوٹھی بنالیتے تھے، جس کے اندر سامان وغیرہ رکھتے تھے، اس کوٹھی کے اندر زیور تھا، وہ چور کوٹھی کھولنے کے لئے گئے، پر کوٹھی بند تھی، معمولی سی کیل وغیرہ لگا رکھی تھی، مگر ان سے وہ کوٹھی نہیں کھلی، جب وہ حضرات عاجز آ گئے، تب حضرت کی والدہ سے کہا: اس کو کھولو، جب انہوں نے جا کر کوٹھی کھولی، چونکہ حضرت کی والدہ روزانہ رات کو اس پر بھی دم کر کے سوتی تھیں، اس لئے ان سے وہ کوٹھی نہیں کھلی۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: والدہ محترمہ انتقال سے قبل کافی بیمار رہیں، علالت کے دوران بندہ کی بڑی بیٹی نے خواب دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فداہ ابی وامی تشریف لائے ہیں اور ارشاد فرما رہے ہیں کہ عیادت کے لئے آیا ہوں۔

"جزى الله عنها سيدنا وحبيبنا محمد وما هو اهله فالحمد لله على ذالك"

والدہ کی وفات بھی عجیب ہوئی، انتقال سے دو تین روز قبل بیماری کی وجہ سے پائجامہ میں پیشاب نکل گیا، بس اسی وقت دعاء فرمائی: اللہ مجھے اپنے پاس بلالے، اس سے پہلے کہ میں دوسروں کی محتاج بنوں، یعنی بڑھاپے کے اندر کوئی میری خدمت کرنا بھی پسند نہ کرے، بس دو تین روز بعد ہی انتقال ہوگیا۔

دادا جان

آپ کے دادا چودھری عبدالسبحان صاحب مرحوم انتہائی نیک صالح شخص تھے، بھی دیندار صوم وصلوۃ کے پابند تھے، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ ہمارے دادا علی الصباح اٹھتے تھے، بارش ہو، سردی ہو، گرمی ہو تہجد مسجد کے اندر جا کر پڑھتے، حالانکہ مسجد بھی فاصلہ پر تھی۔ عامۃً اذان بھی خود پڑھتے تھے، دمہ کے بیمار تھے، بعض دفعہ دمہ کا دورہ پڑتا اور مسجد جاتے ہوئے راستہ میں کئی کئی مرتبہ بیٹھنے کی نوبت آتی، مگر نماز باجماعت ہی ادا

فرماتے تھے، وفات سے قبل کافی علیل رہے، ایک روز بندہ کی پھوپھی نے بتایا: کہ والد صاحب فرمارہے ہیں کہ ہم تین دن کے مہمان ہیں، تین دن کے بعد چلے جائیں گے، بندہ دادا جان کی خدمت میں حاضر ہوا، اور پھوپھی صاحبہ کی گفتگو کا تذکرہ کیا، دادا جان نے فرمایا: لالہ! (عامۃ یہ لفظ چھوٹے بچوں کے لئے بولا جاتا ہے) ہاں ہمارے لے جانے والے آچکے ہیں۔ بندہ نے دریافت کیا: کہ آپ نے کیا دیکھا؟ فرمایا: بہت خوبصورت لوگ تھے، جو بہت زیادہ تھے، وہ آئے اور کہنے لگے: ہم تم کو لینے آئے ہیں، اور تین روز کے بعد لے جائیں گے، اور درود شریف کثرت سے پڑھتے رہنا۔ یہ کہہ کر غائب ہو گئے۔ چنانچہ صحیح تین روز کے بعد انتقال ہو گیا۔ "رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ کاملۃ"

فطری طور پر بچے کی ابتدائی تربیت پر اس کے گھر کا ماحول والدین کے عادات واخلاق اور ان کی تعلیم وتربیت کا اثر ہوتا ہے، جیسا گھر کا ماحول ہوتا ہے ویسی ہی بچے کی تربیت ہوتی ہے، حضرت مفتی صاحب کی تربیت ایسے ہی دین دار شریف گھرانے میں ہوئی، اس تربیت کی برکت تھی کہ تقویٰ وطہارت اہل اللہ کی محبت آپ کا فطری جوہر بن گئی تھی۔

خاندان

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نسبی تعلق راجپوت قوم کے ایک گوت پنوار سے تھا، جو اس اطراف میں شجاعت و بہادری اور خودداری میں کافی مشہور ہے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آباواجداد اپنے آبائی پیشہ زراعت میں لگے ہوئے تھے، پڑھنے لکھنے کا زیادہ رواج نہ تھا، بلکہ اس پورے علاقہ کا یہی حال تھا، صرف حافظ ہو جانے کو ہی بہت کچھ سمجھ لیتے تھے۔

دینی ماحول

آپ نے بچپن میں جس ماحول میں تربیت پائی خاندان میں دینداری، نماز،

روزہ کی پابندی، دنیوی اعتبار سے شرافت اس لئے کم سنی ہی کے اندر اللہ رب العزت نے حیا وادب، وقار ومتانت کے ایسے اوصاف وکمالات سے آپ کو نوازا کہ بڑے بھی آپ کا پاس ولحاظ کرنے لگے، اس طرح آپ سب کے پیارے اور ہر دلعزیز بن گئے۔

ذکر ونوافل کا اہتمام

بچپن ہی سے آپ نماز پنجگانہ باجماعت پابندی کے ساتھ مسجد میں ادا فرماتے تھے، بچپن ہی میں راتوں کو اٹھ کر تہجد پڑھا کرتے تھے، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ میں صبح کو جلدی اٹھ کر مسجد میں پہنچ جاتا تھا، چونکہ میں چھوٹا تھا مسجد کا دروازہ مجھ سے کھلتا نہیں تھا، اس لئے مسجد کے باہر بیٹھ جاتا، پھر میرے دادا آتے وہ دروازہ کھولتے، پھر مسجد کے اندر جاتا تھا۔

سینما دیکھنے سے نفرت

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ابتداء سے ہی خلافِ شرع گانے بجانے، فلم دیکھنے سے نفرت تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا: کہ میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دوست تھے، سردھنہ کے رہنے والے تھے، وہ مجھ کو اپنے گھر لے گئے، میرا جی نہیں لگا، تو وہ مجھ سے سینما دکھانے کیلئے ضد کرنے لگے، انہوں نے بہت اصرار کیا، مگر میں تیار نہ ہوا، جب انہیں اندازہ ہوا کہ یہ نہیں جائے گا تب جا کر وہ مانے۔

ابتدائی تعلیم

ہر دور میں تعلیم ہے امراض ملت کی دوا
ہے خون فاسد کے لئے تعلیم مثل نیشتر

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے اندر ہی حافظ اکرام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل

کی، جو حضرت مولانا امیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس مظاہر علوم سہارنپور کے صاحبزادے تھے۔ قاعدہ وناظرہ قرآن پاک آپ کے سامنے ہی مکمل کرلیا، جب آپ کا ناظرہ مکمل ہوگیا، آپ کے گاؤں کے قریب جسڑ سلطان نگر ہے، وہاں پر قاری محمد ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، جو حافظ اکرام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دوست تھے، دونوں حضرات کا ایک دوسرے کے پاس آنا جانا تھا، حافظ اکرام صاحب کاندھلہ کے رہنے والے تھے، اور قاری ابراہیم صاحب بجھیڑی مظفر نگر کے۔

ناظرہ مکمل ہونے کے بعد حافظ اکرام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے حضرت قاری محمد ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حفظ شروع کیا، جو جامعہ اشرفیہ موضع جسڑ سلطان نگر میں پڑھاتے تھے، زین پور کے قریب ہی ایک بستی ہے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ: قاری ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت اچھے قاری تھے، بہت اچھی آواز تھی، آس پاس کے علاقہ میں وہ کافی مشہور تھے، ان ہی کے پاس مکمل قرآن شریف حفظ کیا، روزانہ جسڑ کے لئے زین پور سے چار چکر لگتے تھے۔ صبح کو آتے پھر دوپہر کو چھٹی کے بعد کھانا کھانے کے لئے جاتے، پھر ظہر کی نماز پڑھ کر دوبارہ جاتے، پھر عصر کے بعد کھانا کھاتے، پھر مغرب سے پہلے پھر جسڑ جاتے، عشاء کے بعد واپس زین پور آتے، روزانہ کا یہ معمول تھا۔

ہرّہ مدرسہ میں چند روز

کچھ روز جامعہ اسلامیہ عربیہ تعلیم القرآن موضع ہرہ جو زین پور کے قریب ہے، پڑھنے تشریف لے گئے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا؛ کہ ایک استاذ تھے، جو تھوڑی تھوڑی دیر میں اٹھتے ایک طرف سے سب بچوں کی پٹائی کر دیتے چاہے کوئی پڑھے تب بھی پٹائی، نہ پڑھے تب بھی پٹائی، کچھ روز میں وہاں گیا، لیکن ان کی اس سختی کی وجہ سے میں نے سوچ لیا کہ اب میں ان کے پاس نہیں پڑھوں گا۔ جاہل رہ لوں گا، پھر وہاں سے

آ گیا۔ حالانکہ جو میرے اور ساتھی تھے انہوں نے بہت کوشش بھی کی کہ یہیں رہو۔ پر میں وہاں نہیں رہا۔

سوتی گنج میرٹھ میں قیام

جب آپ کا حفظ مکمل ہوگیا، تو آپ کے چچا حافظ حنیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کو میرٹھ لے کر آ گئے، وہ سوتی گنج میرٹھ میں کسی مسجد میں امام تھے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا: کہ جب میرے چچا مجھے مسجد میں لے کر آ گئے، رمضان کا مہینہ تھا، تو میں نے اتنی محنت سے پڑھا کہ پورے رمضان میں مسجد سے باہر نہیں نکلا، صرف ایک بار مسجد سے باہر جانا ہوا، وہ بھی اس لئے کہ حضرت مولانا سید حامد حسین صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ میرٹھ میں کسی جگہ قرآن شریف سناتے تھے، ان کا ختم تھا، چچا کے ساتھ ان کے ختم میں شریک ہونے گیا، چنانچہ اس محنت کی وجہ سے پورے مہینے کے اندر قرآن پختہ یاد ہوگیا۔

دارالعلوم حسینیہ تاؤلی میں داخلہ

حفظ مکمل کرنے کے بعد تجوید و عربی فارسی کی تعلیم کیلئے آپ کے چچا نے آپ کا داخلہ تاؤلی میں کرایا، وہاں پر آپ نے تجوید قاری غریب نواز صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے پڑھی، میزان نحو میر وغیرہ حضرت مولانا عبد اللہ صاحب بستوی مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے پڑھی۔

شوق مطالعہ

دارالعلوم حسینیہ تاؤلی کے اندر پڑھتے ہوئے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انجمن کی جتنی کتابیں تھیں اکثر کا مطالعہ کیا، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ میں رات کو مطالعہ کرتا رہتا، لائٹ جلتی تھی، چنانچہ رات کو مہتمم صاحب تشریف لاتے اور ڈانٹتے کہ اب تک بتی جلا رکھی

اور بند کر کے چلے جاتے، حضرت مہتمم صاحب کے چلے جانے کے بعد میں دوبارہ اٹھ کر بتی جلاتا اور مطالعہ شروع کر دیتا، اس طرح میں نے وہاں انجمن کی اکثر کتابیں پڑھیں۔

مدرسہ مفتاح العلوم میں داخلہ

مدرسہ حسینیہ تاؤلی کے بعد ۱۹۶۵ء میں آپ کے چچا آپ کو مفتاح العلوم جلال آباد لے کر آئے، عربی دوم کے اندر داخلہ کرایا، پھر عربی دوم سے لے کر آخیر تک کی تعلیم مفتاح العلوم میں حاصل کی، ۱۹۷۰ء آپ کے مفتاح العلوم جلال آباد کے زمانہ تعلیم کا آخری سال ہے۔

یکسوئی کے ساتھ محنت

علم بہت یکسوئی سے آتا ہے۔ یکسوئی سے علم میں لگنا چاہئے۔ حمیدی جو بہت بڑے محدث ہیں ان کا شعر ہے؛

لقاء الناس لیس یفید شیئًا سوی الهذیان من قیل وقال

فاقلل من لقاء الناس الا لاخذ العلم او اصلاح حال

لوگوں سے ملاقات میں کوئی فائدہ نہیں۔ سوائے قیل وقال اور بکواس کے، لوگوں سے ملاقات کو کم کرو۔ سوائے اس شخص کے جس سے علم حاصل کرنا ہے، یا اپنی اصلاح کرنی ہے۔

آپ کی طبیعت میں چونکہ ابتدا ہی سے یکسوئی تھی، اور شروع ہی سے نہایت محنت اور لگن کے ساتھ پڑھتے تھے، اس لئے مفتاح العلوم جلال آباد میں بھی آپ نے کمال یکسوئی اور پوری محنت سے تعلیم حاصل کی۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مفتاح العلوم کے زمانہ طالب علمی کے حالات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: کہ

احقر کئی سال مفتاح العلوم جیسی جگہ رہا، پوری مدت تعلیم کے زمانہ میں دارالعلوم دیوبند دیکھنے کی نوبت نہیں آئی، حالانکہ میرے دوسرے ساتھی جاتے رہتے تھے، اور اس زمانہ میں جانا بھی آسان تھا، طلبہ کرام ایک روپیہ میں سائیکل کرایہ پر لے لیتے اور اس پر سوار ہو کر دیوبند جاتے، اگلے روز واپس آ کر دیدیتے۔

کتابوں سے دوستی

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت کی افتاد کچھ ایسی واقع ہوئی تھی کہ خلوت کے خواہاں ہوتے تھے، جلوت سے اکثر دور رہنے کی کوشش فرماتے تھے، عصر کے بعد کا وقت اور لڑکپن کا زمانہ سبھی طلباء کھیل کود میں مصروف رہتے، مگر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس وقت سیر و تفریح کے لئے تشریف لیجاتے تو ساتھ میں کتاب اور کاپی لے کر ساتھ جاتے تھے، اس قدر پڑھائی کا شوق تھا۔

اسباق کی پابندی

اسباق کی پابندی کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا: کہ دورۂ حدیث شریف کے سال میں ایک غیر حاضری ہوئی وہ بھی اس لئے کہ حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جسرڑ کی تاریخ دے رکھی تھی، حضرت کی طبیعت خراب ہوگئی، اس لئے حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے جسرڑ بھیجا، چنانچہ میں جلال آباد سے جسرڑ آیا اور وہیں سے جلال آباد آ گیا، حالانکہ میرا گاؤں زین پور بالکل قریب تھا، وہاں نہیں گیا، جیسے ہی جسرڑ کے کام سے فراغت ہوئی فوراً سیدھا جلال آباد آ گیا۔

تکرار

آپ اپنی جماعت کے اندر اکثر کتابوں کا تکرار کرایا کرتے تھے، اس وقت افریقی

طالب علم بھی پڑھتے تھے، وہ کبھی کبھار ریکارٹ بھی کرلیا کرتے تھے، تکرار سے متعلق حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

ایک بار ایک افریقی طالب علم نے ٹیپ ریکارڈ کرکے حضرت جی مولانا مسیح اللہ خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سنایا، تو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے خوشی کا اظہار فرمایا۔

استغناء

مفتاح العلوم کے زمانہ طالب علمی میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تکرار کرایا کرتے تھے، اس وقت غیر ملکی طالب علم بھی مفتاح العلوم میں پڑھتے تھے، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تکرار کرانے کی وجہ سے حضرت سے محبت وانسیت سی ہوگئی تھی، اس لئے وہ حضرات کچھ ہدیہ وغیرہ دیتے، مگر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ منع فرمادیتے۔

ایک واقعہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا: کہ ایک افریقی ساتھی قیمتی گھڑی لے کر آئے اور مجھے ہدیہ دینی چاہی، میں نے منع کردیا، چنانچہ اس ساتھی نے جب اندازہ لگالیا کہ میں ہدیہ نہیں لوں گا تو اس نے بہت کم قیمت میں فروخت کرنی چاہی، حالانکہ وہ بہت قیمتی گھڑی تھی، پر میں نے منع کردیا، اور نہیں لی۔

نظامِ طعام

اس وقت مدرسہ کے اندر ناشتہ وغیرہ کا انتظام نہیں ہوتا تھا، اس لئے ناشتہ کے لئے گھر سے گھی چاول شکر وغیرہ لیجایا کرتے تھے، اس وقت اسٹوپ چلتے تھے، چاول ابال کر اوپر سے شکر اور گھی ملا کر کھالیا کرتے تھے، بہترین ناشتہ ہوجایا کرتا تھا، دو وقت مدرسہ سے کھانا ملتا تھا، وہ کافی ہوجاتا تھا۔

طبیعت میں نفاست پسندی

عام طور پر دیہات سے آنے والے طلباء حضرات کے اندر صفائی ستھرائی کا خاص

اہتمام نہیں ہوتا، مگر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیہات سے ہونے کے باوجود کپڑے ہمیشہ صاف ستھرے پہنتے تھے۔ سلیقہ اور قرینہ کے ساتھ رہتے تھے۔ (بروایت مولانا نسیم مفتاحی)

کفایت شعاری

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زمانہ طالب علمی میں اپنے مصارف کا حال بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: والد صاحب کی طرف سے دس روپیہ خرچ کے لئے ملتے تھے، ان میں سے دو روپیہ کرایہ میں لگ جاتے اور دو روپیہ کا مٹی کا تیل اسٹوپ کے لئے خریدتا، ایک روپیہ یا کبھی دو روپیہ صابن یا دوسری ضرورت وغیرہ پر خرچ ہو جاتے، اس طرح چار روپئے یا پانچ روپئے بچ جاتے، سال میں تین چھٹی ہوتی تھیں، سہ ماہی، شش ماہی، سالانہ۔ ان چھٹیوں پر ہی گھر جانا ہوتا تھا۔

حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد
ہر کہ خود را دید او محروم شد

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اساتذہ کی خدمت کا بہت شوق تھا، اس لئے استاذ کی خدمت سعادت سمجھ کر انجام دیتے تھے، اس لئے آپ نے حضرت علامہ رفیق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خوب خدمت کی، دیانت و امانت کے ساتھ خدمت انجام دیتے تھے، حضرت کے لئے خود سالن اور روٹی بناتے تھے اور حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آنے والے مہمانوں کی خدمت بھی آپ کے ذمہ تھی، اسی خدمت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے خوب کام لیا۔

حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ادب

حضرت مفتی صاحب حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بہت ادب واحترام کرتے

تھے، عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ خادم حضرات مخدوم حضرات سے بے تکلف ہو جاتے ہیں۔ بے جھجک انداز سے گفتگو کرتے ہیں۔ مگر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معاملہ اس کے برعکس تھا کہ وہ حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص ہونے کے باوجود حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بہت ادب کرتے تھے۔ ع

باادب بانصیب بے ادب بے نصیب

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا؛

ادب تا جیست از لطف الٰہی

بنہ برسر برو ہر جا کہ خواہی

ترجمہ:۔ ادب ایک تاج ہے، جو اللہ کی مہربانی سے عطا ہوتا ہے۔ اس تاج کو سر پر رکھ کر جہاں چاہے چلا جائے۔ یعنی ادب ہو تو ہر جگہ قدر و منزلت ہے۔

اعتماد

حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی آپ پر بڑا اعتماد تھا، آپ کی نیکی اور دیانت سے واقف تھے، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ بیان فرمایا:

ایک دفعہ اندرا گاندھی جلال آباد میں آئیں، سب طلبہ دیکھنے کے لئے گئے، شام کو اساتذہ حضرات، علامہ رفیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے، جیسے آتے تھے، چنانچہ ایک استاذ نے حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: کہ آج تو یہ فاروق بھی گیا ہوگا اندرا گاندھی کو دیکھنے؟ حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ نہیں یہ نہیں گیا، حالانکہ حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے معلوم بھی نہیں کیا کہ آپ گئے ہیں کہ نہیں؟ ان استاذ صاحب نے فرمایا: حضرت ایسا بھی کیا اعتماد؟ ایک بار معلوم تو کرلو، پھر علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے معلوم کیا، میں واقعتاً نہیں گیا تھا، میں نے کہا: کہ نہیں۔

دیگر حضرات کو اعتماد

حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اعتماد کی وجہ سے دیگر آنے والے مہمانانِ کرام بھی آپ پر بہت اعتماد کرتے تھے۔ حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بعض حضرات اپنی امانتیں رکھتے، بعض حضرات حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عدم موجودگی میں جو امانت جمع کرنی ہوتی وہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جمع کر جاتے، چنانچہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا واقعہ سنایا۔ ایک تبلیغی جماعت کے مولانا جلال آباد حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف لائے۔ حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ موجود نہیں تھے، کسی جلسہ وغیرہ میں گئے ہوئے تھے، انہوں نے آ کر حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم کیا، میں نے بتا دیا کہ حضرت تو جلسہ میں گئے ہوئے ہیں۔ تو انہوں نے زیورات سے بھرا ہوا تھیلا مجھے دیا اور فرمایا؛ حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیدینا، اور چلے گئے۔ حالانکہ میں ایک نوجوان طالب علم، نہ داڑھی، نہ مونچھ۔ اور وہ ایسے ہی دیکر چلے گئے۔ جب اس واقعہ کو میں سوچتا ہوں تو تعجب ہوتا ہے کہ انہوں نے اتنے کم عمر طالب علم پر اتنا اعتماد کیسے کر لیا۔ زیور سے بھرا ہوا تھیلا دیکر چلے گئے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کبھی بے اعتمادی کا موقع نہیں دیا۔

امانت کی حفاظت

ایک مرتبہ حضرت مفتی نصیر احمد صاحب قدس سرہ سفر سے تشریف لائے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قیام افریقی منزل میں رہتا تھا، وہاں پہنچے تو باہر کا صدر دروازہ بند ہو چکا تھا۔ دروازہ کھلوانے کی کوشش فرمائی، لیکن دروازہ نہیں کھل سکا، مجبوراً مدرسہ میں تشریف لائے اور طلباء سے اس کا ذکر فرمایا کہ کوئی چارپائی مل جائے تاکہ اس پر سو جائیں اور رات

گذارلیں ۔ بندہ بطور خادم حضرت علامہ رفیق احمد صاحب شیخ الحدیث مفتاح العلوم جلال آباد کے کمرہ میں رہتا تھا اور طلباء کو معلوم تھا کہ آج حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ میں موجود نہیں ہیں، بلکہ سفر پر ہیں اور ان کے کمرہ میں ان کی چار پائی جس پر حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سوتے ہیں موجود ہے اور چابی بندہ کے پاس ہے، خود بندہ حضرت علامہ صاحب کے کمرہ میں سویا ہوا تھا۔ کچھ طلباء آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، بندہ نے ان سے دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟ انہوں نے صورتِ حال بتائی کہ حضرت مفتی صاحب کے لئے چار پائی کی ضرورت ہے۔کمرہ کھولو تاکہ حضرت مفتی صاحب حضرت علامہ صاحب کی چار پائی پر آرام فرمالیں۔ یا پھر چار پائی نکال کر دے دو۔

بندہ بڑی کشمکش میں مبتلا ہوا، ایک طرف حضرت مفتی صاحب جو مدرسے کے عظیم مفتی اور عظیم استاذ ہیں، خود بندہ کے بھی مشفق استاذ ہیں۔ دوسری طرف حضرت علامہ صاحب کے کمرہ میں سلانا یا چار پائی نکال کر دینا مشکل مسئلہ اس لئے کہ بندہ کو اس کی اجازت نہیں۔ پھر خادم مختار تو نہیں ہوتا، البتہ امین ہوتا ہے، بلا اجازت کوئی تصرف کرنے کا حق نہیں ہوتا۔

پھر صرف چار پائی کا مسئلہ نہیں، چار پائی پر تکیہ کے نیچے اور اس کے دائیں بائیں ان کے ضروری کاغذات ہوتے تھے، اور چار پائی کے برابر اسٹول وغیرہ پر ضروری اشیاء ہوتی تھی، اب سب کو اِدھر اُدھر کرنے کا نہ بندہ کو حق و اختیار اور ایسا کرنے سے خود حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لئے زحمت کا باعث تھا۔اور اس سب سے بڑھ کر حضرت علامہ صاحب ان ضروری کاغذات اور ضروری اشیاء پر حضرت مفتی صاحب کا مطلع ہونا پسند کریں یا نہیں۔ بہر حال بندہ عجیب کشمکش میں مبتلا ہوا، ادھر طلباء برابر شور مچار ہے ہیں۔ دروازہ بجا رہے ہیں، جس کی وجہ سے مدرسے کے بہت سے طلباء جمع ہو گئے۔ بالآخر بندہ نے فیصلہ کیا، مجھے دروازہ نہیں کھولنا، میں خادم ہوں، امین ہوں، مجھ کو بلا اجازت کوئی تصرف کرنے کا حق

نہیں۔عجیب عجیب فقرے اور جملے سننے کو ملے۔کوئی کہہ رہا ہے کہ بہت متکبر ہے،کوئی گستاخ اور بے ادب بتا رہا ہے۔کوئی مارنے پیٹنے کی دھمکی دے رہا ہے۔مگر اللہ تعالیٰ نے ہمت دی اور اس شور شرابہ کے باوجود بندہ نے دروازہ نہیں کھولا۔

حضرت علامہ رفیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ علی الصباح سفر سے واپس تشریف لائے۔طلباء نے رات کے واقعہ کو اس عاجز کی طرف سے سخت گستاخی بے ادبی اور بہت متکبر ہونا بیان کر کے ناقابل معافی مجرم قرار دینے کی کوشش کی۔مگر حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان ہنگامہ کرنے والے طلباء پر سخت ناراض ہوئے اور اس ناکارہ کی تصویب وتحسین فرمائی اور بہت بہت شاباشی دی اور حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اعتماد میں بہت بہت اضافہ ہوگیا۔

ضبط تقاریر اساتذہ کرام

زمانہ طالب علمی میں آپ نے بعض اساتذہ کرام کی تقاریر کو بھی ضبط فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا: میں نے مشکوۃ شریف کی پوری تقریر ضبط کی اور دوسری کتابوں کی تقریر بھی کی، مگر وہ ضائع ہوگئیں،البتہ مشکوۃ شریف کی تقریر محفوظ ہے۔

خود حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: کہ بندہ کو حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مشکوۃ شریف پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی اور حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مشکوۃ شریف کا درس خاص درس ہوتا تھا،جس کو حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ انتہائی بشاشت کے ساتھ پڑھاتے تھے،اور سیر حاصل بحث فرماتے تھے،بندہ کو درس کے ساتھ ہی درس مشکوۃ لکھنے کی سعادت میسر آئی، جو پچاسوں کاپیوں میں پھیلی ہوئی تھی،حضرت جی مولانا مسیح اللہ خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ جلال آباد کے قیام کے زمانہ میں بندہ کے کمرے میں تشریف لائے اور ان کاپیوں کو ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا: ان کو چھپوانا چاہئے،بندہ خاموش ہوگیا،اس لئے کہ بندہ کے تصور

وخیال میں بھی نہیں تھا کہ اس تقریر کی کبھی اشاعت کی نوبت آئے گی، مگر کیا معلوم تھا:

"کہ قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید"

بعد میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر از سر نو کام کیا اور وہ مشکوۃ شریف کی تقریر "الرفیق الفصیح لمشکوۃ المصابیح" کے لکھنے کی وجہ بنی، جو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں ۱۵/جلدیں آچکی تھیں، چار جلدیں پریس میں دیکر گئے تھے، اللہ تعالیٰ اس عظیم کام کو تکمیل تک پہنچائے اور حضرت کے لئے صدقہ جاریہ فرمائے۔

حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری

۱۹۷۰ء میں مفتاح العلوم سے آپ نے فضیلت حاصل کی، مفتاح العلوم سے فراغت کے بعد حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارادہ دارالعلوم دیوبند میں تکمیل ادب میں داخلہ لینے کا تھا، اور اس کے لئے شیخ الادب حضرت مولانا وحید الزماں صاحب کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ استاذ ناظم شعبہ تکمیل ادب دارالعلوم دیوبند سے خط وکتابت کے ذریعہ داخلہ کی بات بھی پختہ ہوگئی تھی، مگر حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم میں حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ سے فتویٰ نویسی کا مشورہ دیا اور حضرت جی مولانا مسیح اللہ خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کے نام سفارشی خط لکھوا کر دارالعلوم میں داخلہ کے لئے بھیجا۔

فتاویٰ نویسی کی مشق

دارالعلوم دیوبند میں باضابطہ داخلہ تو آپ نے نہیں لیا، لیکن حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا مفتی احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے حضرات کی خدمت میں رہ کر ۱۹۷۳ھ میں فتویٰ نویسی کی مشق کی۔

اساتذۂ کرام

شیخ طریقت حضرت مفتی محمد فاروق صاحبؒ شیخ الحدیث ومہتمم جامعہ محمودیہ میرٹھ

صحبت کی اثر انگیزی اور ماحول کی سحر خیزی ہمیشہ اپنے جوہر دکھاتی ہے، بری صحبت اور غلط نسبت کی اثر آفرینی سے کبھی بھی کسی باشعور انسان نے انکار نہیں کیا۔

بدوں کی صحبت سے پیغمبر زادہ بھی محفوظ نہیں رہ پاتا اور نیکوں کی صحبت ایک کتے کو بھی متاثر کر دیتی ہے۔ اور اس کو مقبول بنا دیتی ہے۔

پسر نوح با بداں بہ نشست
خاندان نبوتش گم شد
سگ اصحاب کہف روزے چند
پئے نیکاں گرفت مردم شد

اسی طرح اساتذہ کرام کا اثر بھی طلبہ میں آتا ہے، چونکہ ان سے محبت بھی ہوتی ہے، ان کی صحبت میں بھی رہنا ہوتا ہے، وہ لازمی چیز ہے اور تلامذہ کو ان کے اساتذہ سے پہچانا جاتا ہے کہ فلاں فلاں کا شاگرد اور اس کو خاص اہمیت دی جاتی ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ ان قدسی صفات باکمال برگزیدہ ومقبولانِ بارگاہ شخصیتوں کا تذکرہ بھی مختصراً کر دیا جائے، جن کے سامنے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زانوئے تلمذتہ کیا، اوران کی صحبتوں سے فیضیاب ہوئے۔

حضرت مولانا عبداللہ صاحب بستوی ثم المدنی

نور اللہ مرقدہٗ

آپ کا نام رام پیارے تھا، والد کا نام رام بلی مراؤ تھا۔

ہندوؤں میں عموماً چار جماعت ہوتی ہیں۔ حضرت کا تعلق ویش جماعت سے تھا، آپ کے والد کاشتکار آدمی تھے، اپنی مجبوریوں کی وجہ سے اکثر زمین رہن رکھی ہوئی تھی، جس کی وجہ سے انتہائی تنگی ترشی سے گذر بسر ہوتی۔

تعلیم

حضرت کے والد پڑھے لکھے نہیں تھے، مگر مولانا کو ہنومان گنج کے قریب ایک مدرسہ میں داخل کرادیا۔

الفت ایمان

اللہ کی عجیب شان ہے، وہ جب نوازنا چاہتا ہے تو کھیل کود کو بھی ذریعہ بنادیتا ہے، ایک روز کھیل کے دوران ایک صاحب کے مکان میں جا کر چھپ گئے، وہاں ایک مولانا کچھ بچوں کو قاعدہ پڑھا رہے تھے، بچے آواز میں آواز ملا کر سبق یاد کر رہے تھے، حضرت مولانا قدس سرہٗ کے کانوں میں ان کی آواز پڑی:

الف دو زبر (اً) با دو زبر (بًا) وغیرہ۔ یہ آواز لطف آمیز معلوم ہوئی، حضرت مولانا کان لگا کر اس کو سنتے رہے، اور لطف اندوز ہوتے رہے۔ صاحب مکان کے گھر پر ایک مولانا بچوں کو پڑھا رہے تھے، انہوں نے حضرت کو بلایا اور ان سے محبت بھرے الفاظوں میں بات کی، اس سے حضرت مولانا بہت متاثر ہوئے، پھر روزانہ سورج غروب ہونے کے بعد وہاں پہنچ جاتے اور بچوں سے پوچھ پوچھ کر قاعدہ بغدادی شروع کر دیا، اور بہت جلد قاعدہ

بغدادی اور قرآن پاک کے کچھ پارے ناظرہ پڑھ لئے۔

اظہار ایمان

سب کچھ چھپ چھپا کر ہو رہا تھا، اہل خاندان اہل بستی کو علم ہو چکا تھا کہ آپ ایمان کی طرف راغب ہیں۔ اس لئے بستی والوں کا سخت پہرہ ہونے لگا۔ مولانا نے ارادہ کیا کہ بستی سے کہیں دور نکل جائیں اور وہاں جا کر ایمان کا اظہار کرے، آزادانہ طور پر دین پر عمل کرے، اس لئے مولانا کو چار بار ہجرت کرنی پڑی۔

(۱)...... پہلی ہجرت ممبئی کی طرف۔

(۲)...... دوسری ہجرت گونڈہ کی طرف۔

(۳)...... تیسری ہجرت لکھنؤ کی طرف۔

(۴)...... چوتھی اور آخری ہجرت مونڈا ڈیہا بیگ، حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کی۔

حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی محبت سے پیش آئے، یہاں آ کر حضرت مولانا نے باقاعدہ اپنے ایمان کا اعلان کیا، اور آزادانہ طور پر تمام ارکان اسلام ادا کرنے لگے، آپ کا نام رام پیارے سے بدل کر "عبداللہ" تجویز کیا گیا۔

چنانچہ آپ نے مدرسہ دینیہ مونڈا ڈیہا بیگ، ضلع بستی کے اندر ابتدائی عربی کی تعلیم شروع کی اور شروع سے لے کر ہدایہ اولین مقامات حریری وغیرہ تک کی کتابیں پڑھیں۔

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ

۱۳۵۶ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور پوری یکسوئی کے ساتھ پڑھائی کر کے ۱۳۶۸ھ میں دارالعلوم سے فراغت حاصل کی۔

دارالعلوم دیوبند کے مخصوص اساتذۂ کرام

حضرت مولانا سید فخر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا عبد الخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا جلیل صاحب کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

استاذ الاساتذہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ

مدرسہ دینیہ میں تقرر

فراغت کے بعد مدرسہ دینیہ مونڈاڈیہا بیگ ضلع بستی میں تقرر ہوا، وہاں آپ نے بہت محنت سے پڑھایا، اور انتظامی امور میں بھی بہت محنت کی، مگر وہاں کچھ مفاد پرستوں کی مخالفت کی وجہ سے الگ ہو کر حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف لے آئے۔

دارالعلوم حسینیہ تاؤلی میں تقرر

مدرسہ دینیہ مونڈاڈیہا بیگ سے علیحدگی کے بعد آپ کا قیام حضرت مدنی قدس سرہٗ کے پاس تھا۔ ۱۳۷۲ھ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم حسینیہ تاؤلی میں صدر مدرس اور مہتمم بنا کر بھیج دیا۔

۱۴/ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ سے ۱۴۰۱ھ شوال تک آپ کا قیام تاؤلی میں رہا، پھر آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے، اور وہاں قیام کا موقع میسر آیا۔ اخیر عمر تک آپ وہیں رہے۔

وفات وتدفین

آپ کی تمنا تھی کہ جنت البقیع میں تدفین ہو، اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کو اس دولت عظمیٰ سے سرفراز فرمایا۔

چنانچہ ۳۰ ؍رجب المرجب ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۶؍ستمبر ۲۰۰۴ء بروز جمعرات انتقال فرمایا، فجر کی نماز کے بعد مسجد نبویؐ میں مسجد نبویؐ کے امام نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں تدفین عمل میں آئی۔

جامعہ محمودیہ سے خاص تعلق

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے جامعہ محمودیہ سے حضرت مولانا کو خاص تعلق تھا، حضرت مولانا قدس سرہٗ نے مدرسہ کے متصل تقریباً پانچ بیگہ زمین اپنے لئے خریدی اور فرمایا: اگرخوانخواستہ مدینہ طیبہ میں کوئی قانونی دشواری ہوئی تو یہاں آ کر قیام کریں گے، یہ جگہ سب جگہوں سے بہتر ہے، شہر کے ماحول سے محفوظ ہے، مسجد مدرسہ بھی قریب ہے، حضرت مولانا کا ارادہ اس زمین میں مکان تعمیر کرانے کا تھا، اس کی بڑی فکر تھی، مگر اس کی نوبت نہ آسکی۔

جامعہ محمودیہ کے لئے مسجد نبوی کے قالین کا عطیہ

مسجد نبوی میں قالین کے بارے میں دستور ہے کہ پرانے قالین تبدیل کرنے پر نئے قالین بچھائے جاتے ہیں، تو پرانے قالین دوسری جگہ مساجد اور مدارس کو دیدئے جاتے ہیں، اسی طرح کچھ قالین قاری محمد عباس صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ کیلئے دئے گئے، جب انہوں نے بھی ان کو تبدیل کر دیا اور نئے قالین بچھادئے، حضرت مولانا عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قاری عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہہ کر جامعہ محمودیہ کے لئے ایک قالین اپنے صرفہ سے کارگو کے ذریعہ جامعہ محمودیہ میں بھیجوایا، وہ شاہی عظیم عطیہ یہاں جامعہ محمودیہ میں الحمدللہ موجود ہے، اور اس کو جامعہ کی مسجد ایوبی میں گاہے گاہے استعمال کیا جاتا ہے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تاوَلی قیام کے زمانہ میں حضرت مولانا قدس سرہٗ سے قدوری، نورالایضاح، منیۃ المصلی، صغری، کبری، مرقات، مالابدمنہ، گلستاں وغیرہ کتابیں پڑھیں۔

حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مسیح الامت حضرت اقدس مولانا مسیح اللہ خاں صاحب جلال آبادی۔
خلیفہ اجل حضرت حکیم الامت قدس سرہ، مہتمم مفتاح العلوم جلال آباد۔

نام ونسب

آپ کا نام نامی محمد مسیح اللہ خاں، آپ کی ولادت شریف ۱۳۲۹ھ یا ۱۳۳۰ھ میں اپنے آبائی وطن موضع سرائے برلہ تحصیل اترولی ضلع علی گڑھ صوبہ یوپی میں ہوئی۔
آپ کے والد کا نام سعید خاں، پابند صوم وصلوۃ و دیندار آدمی تھے۔

تعلیم

آپ نے قرآن پاک قاری عبداللہ شاہ صاحب سے پڑھا، پھر اپنے خاندانی دستور کے مطابق درجہ ہشتم تک سرکاری تعلیم حاصل کی، درجہ پرائمری تک اپنے وطن برلہ میں اور اس سے آگے علی گڑھ میں۔

پھر آپ نے جناب میاں جی عبدالرحمن سے ابتدائی فارسی کی تعلیم حاصل کی، عربی تعلیم کی ابتدائی کتابیں اپنے وطن برلہ میں مدرسہ اسلامیہ برلہ نامی مدرسہ ہے، اس میں پڑھیں۔شرح جامی تک کی کتابیں مولانا حکیم محفوظ علی صاحب دیوبندیؒ، شرح وقایہ جلالین شریف ملاحسن تک جناب مفتی سعید احمد صاحبؒ سے اور اس کے بعد ۱۳۴۷ھ میں مشکوۃ شریف ہدایہ اولین وغیرہ سے آپ نے دارالعلوم میں داخل لیا۔

دارالعلوم دیوبند میں آپ نے چارسال تک تعلیم حاصل کی۔

سالِ اوّل: ہدایہ اولین، مشکوۃ شریف وغیرہ۔

سالِ دوم: دورۂ حدیث شریف پڑھا، دورۂ حدیث شریف کے بعد دو سال تک

جملہ فنون کی کتابیں پڑھیں۔ ۱۳۵۱ھ میں آپ نے دارالعلوم سے فضیلت حاصل کی۔

خلافت

۱۳۵۱ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تھانہ بھون میں قیام فرمایا، ۲۰ رمضان المبارک تک قیام کے بعد واپسی ہوئی، پھر آپ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا اور اپنے حالات لکھ بھیجے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے اس خط کے جواب میں بیعت کی اجازت مرحمت فرمائی۔

تدریسی خدمات

شروع میں آپ نے اپنے آبائی وطن میں خدمات انجام دیں، پھر ۱۳۵۷ھ میں اپنے پیر و مرشد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان پر جلال آباد تشریف لائے۔ اور اپنے شیخ کے فرمان کو ایسا پورا فرمایا کہ اپنا وطن چھوڑ کر یہیں مستقل سکونت اختیار فرمائی اور پوری زندگی یہیں بسر کی اور اپنی خداداد صلاحیتوں کے ذریعہ مفتاح العلوم جلال آباد کو تعلیمی تربیتی طور پر ساری دنیا کے اندر چمکایا، درس نظامی کی اکثر کتابیں پڑھائیں، آخیر عمر میں بخاری شریف کتاب الایمان تک پڑھایا کرتے تھے۔ بخاری شریف کے افتتاح اور اختتام کے موقع پر مفصل اور طویل تقریر ہوتی تھی، جس کا شہرہ اتنا تھا کہ آس پاس دور دراز سے لوگ اس میں شرکت کرنے کو اپنی سعادت سمجھتے تھے اور ایک جم غفیر امڈ آتا تھا۔

وفات

۱۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۲ء شب جمعہ بوقت سوا بارہ بجے علم و عرفان کا یہ سورج ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔ مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد کے متصل قبرستان کے اندر تدفین عمل میں آئی۔ (بحوالہ حیات مسیح الامت)

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کتاب الایمان تک اور شمائل ترمذی شریف پڑھی ہے۔

حضرت علامہ رفیق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث مفتاح العلوم جلال آباد (شاملی)

نام ونسب

آپ کا نام رفیق احمد، والد کا نام مقصود اللہ عرف بابا مختیارا تھا۔

وطن

تھانہ بھون کے قریب موضع بھیسانی اسلام پور ضلع شاملی ہے۔

تعلیم وتعلّم

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی بسم اللہ کرائی، ابتدائی تعلیم قاعدہ، ناظرہ قرآن کریم اور پرائمری درجہ پنجم تک آبائی وطن بھیسانی اسلام پور میں ہوئی۔

پھر مدرسہ امداد العلوم میں داخلہ لیا، خلیفہ اعجاز صاحب قدس سرہٗ سے حفظ کیا، اور حفظ کے دوران شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد صاحب قدس سرہٗ کے مکان پر قیام ہوا۔ حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تعلیم کا اس درجہ شوق تھا کہ مدرسہ امداد العلوم کا دروازہ کھلنے سے قبل دروازہ پر پہنچ جاتے تھے، جلد ہی آپ نے حفظ مکمل کر لیا، اور تعلیم چھوڑ دی۔ حفظ کے بعد آپ نے دو سال یوں ہی گذارے، تو پھر مولانا ظفر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سمجھانے پر دوبارہ پڑھنے کے لئے آمادہ ہوئے۔

مفتاح العلوم میں داخلہ

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جی نور اللہ مرقدہٗ کے نام پرچہ لکھ

کردیا، حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے پڑھ کر آپ کا داخلہ کرلیا، آپ مفتاح العلوم کے سب سے پہلے بیرونی طالب علم بنے۔ اس وقت مدرسہ کی عمارت دو کمروں پر مشتمل تھی۔

اکثر کتابیں حضرت جی نوراللہ مرقدہٗ نے خود ہی پڑھائیں، سال بہ سال کی پابندی تو تھی نہیں، اس لئے حضرت جی نوراللہ مرقدہٗ نے دو تین سال کی کتابیں ایک ہی سال میں پوری کرادیں۔

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ

جلال آباد میں دو سال لگانے کے بعد ۱۳۶۱ھ میں حضرت جی نوراللہ مرقدہٗ کے بیمار ہوجانے کی وجہ سے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے چھوٹے مولوی صاحب حضرت مولانا سید عابد حسین صاحب قدس سرہٗ کے ساتھ حضرت علامہ صاحب ؒ کو داخلہ کے لئے دیوبند بھیج دیا، اور دارالعلوم میں داخلہ ہوگیا۔

۱۳۶۱ھ ماہ شوال میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ ہوا۔ ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۷ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت ہوئی۔

اہم اساتذہ

دارالعلوم دیوبند کے اہم اساتذہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحب نوراللہ مرقدہٗ، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب نوراللہ مرقدہٗ، حضرت مولانا فخرالحسن صاحب قدس سرہٗ، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نوراللہ مرقدہٗ ہیں۔

مفتاح العلوم میں تقرر

۱۳۶۶ھ میں حضرت علامہ صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے فراغت کے بعد اپنے گاؤں بھیسانی اسلام پور کے مدرسہ مصباح العلوم میں بیٹھ کر بچوں کو نورانی قاعدہ پڑھانا شروع

کردیا،تقریباً تیرہ دن بعد ہی حضرت جی نوراللہ مرقدہٗ نے جلال آباد بلاکر تقرر فرمالیا اور مختصر المعانی،شرح جامی، مقامات حریری وغیرہ کتب درس کیلئے تجویز فرمائی۔

شیخ الحدیث کا منصب

حضرت مفتی سعید صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد حضرت علامہ رفیق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مفتاح العلوم کا شیخ الحدیث بنادیا، بخاری شریف مکمل حضرت علامہ صاحبؒ پڑھاتے تھے، بخاری شریف کتاب الایمان تک اور شمائل ترمذی حضرت جی نوراللہ مرقدہٗ پڑھاتے تھے، حضرت علامہ صاحبؒ جلال آباد کے آخیر قیام ۱۳۹۹ھ تک آپ ہی اسی منصب پر فائز رہے۔

مفتاح العلوم سے علیٰحدگی

۱۴۰۰ھ میں یہ افسوس ناک حادثہ پیش آیا اور حضرت علامہ صاحب کو جلال آباد سے الگ ہونا پڑا، حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۳۹ء میں مفتاح العلوم میں داخل ہوئے اور ۱۹۸۰ء میں مفتاح العلوم سے الگ ہونا پڑا تقریباً ۴۱ رسال مفتاح العلوم میں گذارے۔

مصباح العلوم میں بخاری شریف کا درس

مفتاح العلوم کی علیٰحدگی کے بعد اپنے وطن بھیسانی ہی مستقل قیام کا ارادہ فرمالیا، چنانچہ کئی سال برابر مدرسہ مصباح العلوم بھیسانی میں دورۂ حدیث شریف ہوتا رہا۔

دارالعلوم وقف میں شیخ الحدیث

دارالعلوم دیوبند میں اختلاف ہوا، دارالعلوم وقف دیوبند الگ سے قائم کیا گیا، تو حضرت علامہ صاحبؒ کو قائم مقام مہتمم وشیخ الحدیث منتخب کیا گیا، مگر بعض دیگر مشاغل کی وجہ سے مجبوراً ترک کرنا پڑا۔

مظاہرعلوم وقف میں شیخ الحدیث

مظاہرالعلوم میں اختلاف ہوا تو مظاہر العلوم دو حصوں میں تقسیم ہوا، تو فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفرحسین صاحبؒ کی درخواست پر مظاہر العلوم وقف کے شیخ الحدیث مقرر ہوئے، اور تاحیات اسی منصب پر فائز رہے۔

وفات وتدفین

۱۶/ربیع الاوّل ۱۴۱۱ھ ۶/اکتوبر ۱۹۹۰ء بروز شنبہ تقریباً ۱۲/بجے دماغ کی رگ پھٹنے کی وجہ سے علم کا یہ پہاڑ دارِفانی کی طرف کوچ کرگیا، تدفین مدرسہ مصباح العلوم بھیسانی اسلام پور میں ہوئی۔

حضرت مفتی صاحبؒ نے آپ سے بخاری شریف کی دونوں جلدیں، ترمذی شریف مکمل، مشکوۃ شریف مکمل پڑھی۔

حضرت مولانا دادامیاں نور اللہ مرقدہٗ

حضرت کا اسم گرامی احمد حسن تھا، لیکن حضرت دادا میاں کے نام سے مشہور تھے، حضرت کا شمار مفتاح العلوم کے اکابر اساتذہ میں ہوتا تھا، حضرت والا دارالعلوم کے فاضل اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے خاص تلامذہ میں سے ہیں۔

حضرت کے والد جناب سخاوت حسین دارالعلوم دیوبند میں ملازم تھے، یہیں پر حضرت مولانا احمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم حاصل کی، فراغت کے بعد دارالعلوم میں درجہ فارسی عربی ریاضی کے استاذ مقرر ہوئے، حضرت دادا میاںؒ کا تعلق اہل علم سے بہت تھا، گھر کے اندر اہل علم کی آمدورفت بہت رہتی تھیں، خاص طور پر شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر دو حضرات سے حضرت دادا میاں رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا گہرا تعلق تھا، یہ دونوں حضرات وقتاً فوقتاً تشریف لایا کرتے تھے، چونکہ ان دونوں حضرات کا گھر بھی اسی محلہ کے اندر تھا۔

پھر دارالعلوم کے بعد شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر آپ ریڑھی تاجپورہ تشریف لے گئے اور دارالعلوم کو خیرآباد کہا۔ حضرت دادا میاںؒ نے چند سالوں کے اندر اتنی جدوجہد کی چند ہی سالوں کے اندر درس نظامی کی تعلیم کے لئے قابل اعتماد ادارہ بن گیا، پھر اس کے بعد آپ مفتاح العلوم جلال آباد تشریف لے گئے۔

آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا واجد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے، دونوں حضرات بیک وقت مفتاح العلوم جلال آباد کے استاذ تھے، طلباء مفتاح العلوم باپ اور بیٹے دونوں سے مستفید ہوتے تھے، حضرت دادا میاں رحمۃ اللہ علیہ ایک طویل عرصہ سے ان دو کتابوں مسلم شریف، ابوداؤد شریف کو پڑھاتے تھے، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا درس انتہائی تحقیقی ہوتا تھا، تحقیقی اعتبار سے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ

کادرس بے حد مقبول تھا۔

حضرت دادا میاں نوراللہ مرقدہٗ انتہائی سادہ مزاج تھے، مجسم تواضع وعبدیت تھے، ان کو ان کے کسی انداز سے درس کے علاوہ کوئی عالم فاضل کیا یہ بھی نہیں سمجھتے تھے کہ یہ پڑھے لکھے آدمی ہیں۔

لباس انتہائی سادہ، رفتار وگفتار انتہائی سادہ، اپنی کتاب بغل میں دبائے درس میں تشریف لارہے ہیں، درس سے واپس بھی اسی طرح جاتے تھے، اپنا ناشتہ دان ہاتھ میں لے کر اور کھانا لے کر آرہے ہیں، کسی طالب علم سے خدمت نہیں لیتے تھے، حالانکہ بعض طلباء خدمت کے لئے اصرار کرتے، لیکن حضرت والاؒ منع فرمادیتے۔

حضرت مفتی محمد فاروق صاحبؒ نے خود اپنا واقعہ بیان فرمایا، کہ ایک دفعہ جمعہ کے روز مطبخ کے اندر کھانا پکنے کے بعد تنور پر جو کوئلے بچ جاتے ہیں اس پر غسل فرمانے کیلئے پانی گرم فرمارہے تھے، پانی میں نمک بھی ڈالا کہ اس سے صفائی اچھی طرح ہوجاتی ہیں، پانی گرم کرنے کے بعد بالٹی میں پانی کرکے خود اپنے مکان لے جارہے ہیں، بندہ نے عرض کیا کہ میں پہنچا تا ہوں، مگر منع کردیا، بندہ نے بہت زیادہ اصرار کیا تب کہیں بمشکل آمادہ ہوئے، بندہ نے بالٹی مکان پر پہنچائی، کسی طالب علم سے ادنیٰ درجہ کی خدمت کے بھی روادار نہیں ہوتے تھے۔

سبق میں ہر طالب علم کا نام انتہائی احترام کے ساتھ لیتے تھے، ہر طالب علم کے ساتھ مولوی ضرور لگاتے تھے، ''سمجھے جنابو'' یہ حضرت کا تکیہ کلام تھا۔

اپنے مکان، درسگاہ، مسجد کے علاوہ کہیں آنے جانے کا معمول نہیں تھا، بارہ ایک بجے تک مطالعہ کرنے کا معمول تھا، بعض اہم کتابوں کی شروحات تصنیف فرمائیں، اپنے نام سے نسبت کے بجائے کسی دوسرے نام سے شائع فرمائیں۔ (بحوالہ تذکرہ رفیق الامت)

حضرت دادا میاں رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم شریف اور ابوداؤد شریف پڑھی۔

حضرت مولانا واجد حسین صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل

حضرت مولانا واجد حسین صاحبؒ کی شخصیت ایک جامع شخصیت تھی، آپ مفتاح العلوم کے معزز استاذ حدیث، ریڑھی تاجپورہ کے شیخ الحدیث اور آخر عمر میں مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل کے شیخ الحدیث رہے۔

نام ونسب

آپ کی پیدائش ۱۳۵۲ھ دیوبند میں ہوئی، جس وقت آپ کی پیدائش ہوئی شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحبؒ تشریف لائے، شیخ الاسلامؒ نے واجد حسین نام تجویز کیا، شیخ الادبؒ نے کان میں اذان دی، والد کا نام حضرت مولانا احمد حسن دیوبندیؒ (عرف دادا میاں) تھا، آپ کے والد محترم نے درجہ فارسی عربی ریاضی میں دارالعلوم دیوبند کے اندر تدریسی خدمات انجام دیں، پھر ریڑھی تاجپورہ، پھر مفتاح العلوم جلال آباد تشریف لے گئے، وہاں بھی درس نظامی کی اونچی کتابیں ان کے زیر درس رہیں، آپ کے دادا جناب سخاوت حسین بھی دارالعلوم میں ملازم تھے۔

تعلیم

آپ نے قاعدہ بغدادی سے لے کر بخاری شریف تک کی مکمل تعلیم مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی۔

دارالعلوم دیوبند کے نامور اساتذۂ کرام

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب نوراللہ مرقدہٗ
حضرت علامہ ابراہیم صاحب بلیاوی نوراللہ مرقدہٗ
حضرت مولانا فخرالحسن صاحب امروہوی نوراللہ مرقدہٗ
شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب نوراللہ مرقدہٗ
حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند

درس وتدریس

دارالعلوم سے فضیلت کے بعد ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۴ء مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد میں تدریسی خدمات شروع فرمائیں، شروع میں ابتدائی کتابیں زیر درس رہیں، جلد ہی مفتاح العلوم کے علمی ماحول پر چھاگئے، اور ہر سال اوپر درجے کی کتابیں ملتی رہیں۔ میزان سے لے کر ابوداؤد شریف تک کی تمام کتابیں پڑھائیں، شاید ہی کوئی کتاب ایسی ہو جو جلال آباد کے مدرسہ میں نہ پڑھائی ہو، ۲۵ سال تک مفتاح العلوم جلال آباد میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، پر بعض حالات کی وجہ سے ان ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۹۸۱ء کو مفتاح العلوم چھوڑنا پڑا۔

جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ والد صاحب کی پیش کش پر بہ حیثیت شیخ الحدیث تشریف لے گئے، آپ کے جانے پر وہاں دورۂ حدیث شریف کی جماعت کا آغاز ہوا۔ آپ نے یہاں پر دو سال قیام فرمایا، ان دنوں مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات میں ایک لائق استاذ کی ضرورت تھی، اس مدرسہ کے ذمہ داروں نے فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا، حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ نے آپ کا نام تجویز فرمایا، بلکہ خود ہی حضرت مولانا سے فرمایا:

آپ وہاں تشریف لے جائیے، تعلیم الدین ڈابھیل گجرات کی قدیم اور مرکزی درسگاہ ہے، اور وہاں آپ کی زیادہ ضرورت ہے، اس طرح حضرت اقدس فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء کو ڈابھیل تشریف لے گئے، اور ۲۸ سال تفسیر حدیث اور فقہ کی بڑی بڑی کتابیں پڑھائیں، آخر کے چند سال شیخ الحدیث رہے، تینوں مدرسوں کے اندر مدت تدریس پچپن سال ہے۔ (بحوالہ ماہنامہ ترجمان دیوبند و ماہنامہ المحمود)

وفات

اخیر عمر میں کئی سال علیل رہے۔ بعمر ۸۱ سال ۲۳ ربیع الاوّل ۱۴۳۵ھ ۲۵ جنوری ۲۰۱۴ء ہفتہ کی شب میں انتقال فرما گئے۔

حضرت مفتی صاحبؒ نے حضرت مولانا واجد حسین صاحب سے ترجمہ کلام پاک نصف اوّل، مختصر المعانی، مقامات حریری، ہدایہ اوّلین جیسی اہم کتابیں پڑھیں۔

حضرت مفتی نصیر احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ

حضرت مفتی نصیر احمد صاحب مفتاح العلوم جلال آباد کے استاذ حدیث وافتاء کے باکمال استاذ تھے۔

نام ونسب

آپ کا نام نصیر احمد، آپ کی پیدائش ۱۹۳۱ء میں ضلع باغپت یوپی کے قصبہ بڑوت کے متصل بستی ادریس پور میں ہوئی۔ والد کا نام علی جان تھا، آپ کے والد متوسط درجہ کے کسان تھے۔

ابتدائی تعلیم

مدرسہ تحفیظ القرآن بڑوت پھونس والی مسجد میں حافظ جان محمد صاحبؒ آپ کے استاذ تھے، یہ مدرسہ تعلیمی اعتبار سے غیر معمولی شہرت رکھتا تھا۔

ہندی انگریزی تعلیم

حفظ قرآن کے بعد پرائمری تعلیم بڑوت کے ہیروز کالج اور موضع پلواڑی کے اسکول میں حاصل کی، پرائمری تعلیم کے بعد موضع اسارہ ضلع باغپت کے مسلم انٹر کالج میں چھٹی کلاس میں داخلہ لیا اور رمضان المبارک کے اندر وہیں تراویح کے اندر قرآن شریف بھی سنایا، اسارہ میں ایک عالم دین مولانا شکر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر آپ کو رشک ہوا کہ دینی تعلیم حاصل کرنی چاہئے، چونکہ لوگ ان سے مسائل معلوم کرنے آتے تھے۔

مفتاح العلوم جلال آباد میں داخلہ

مسلم انٹر کالج اسارہ کے بعد آپ نے پھر دینی تعلیم کا رخ کیا اور مفتاح العلوم جلال آباد میں داخلہ لیا۔

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ اور مدرسہ کے ناظم تعلیمات حضرت مولانا سلیم اللہ خانصاحب دامت برکاتہم نے آپ کی ذہانت اور محنت کو دیکھ کر تھوڑے ہی دنوں کے بعد بڑی جماعت میں داخل کرلیا اور چھٹی ہوئی کتابیں خارجی اوقات میں خود پڑھانی شروع کر دیں۔ اور صرف تین سال کے قلیل عرصے میں ابتداء فارسی وعربی سے لے کر مشکوۃ شریف تک کی سب کتابیں اعلیٰ معیار کے ساتھ پڑھی۔

دورۂ حدیث شریف کی پہلی جماعت

جلال آباد میں اس وقت تک مشکوۃ شریف تک ہی تعلیم ہوتی تھی، دورۂ حدیث شریف شروع نہیں ہوا تھا، چنانچہ حضرت جی مولانا مسیح اللہ خانصاحبؒ نے طے کیا کہ مشکوۃ شریف سے فارغ طلبہ کو یہیں رکھا جائے اور دورۂ حدیث شریف شروع کر دیا جائے، چنانچہ حضرت مفتی صاحبؒ کی جماعت مفتاح العلوم جلال آباد کی پہلی دورۂ حدیث شریف کی جماعت بنی۔

عملی زندگی میں داخلہ

مفتاح العلوم جلال آباد سے فضیلت کرنے کے بعد آپ کو مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد ہی میں مدرس رکھ لیا گیا، آپ نے دو سال تک جلال آباد کے اندر ہی تعلیمی خدمات انجام دیں، پھر ایک سال کیلئے پاکستان چلے گئے۔ پاکستان سے واپسی کے بعد اپنے آبائی وطن ادریس پور میں قیام کر کے مکتب قائم کیا، تین سال تک ادریس پور میں پڑھاتے رہے۔

دار العلوم دیوبند میں داخلہ

اپنی بستی ادریس پور میں پڑھانے کے بعد دار العلوم میں قراءت وتجوید میں داخلہ لیا، اسی دوران دار العلوم دیوبند کی مسجد میں امامت بھی فرمائی، جو کسی طالب علم کیلئے اعجازی بات ہے۔

افتاء کی مشق

تجوید وقرأت کے ساتھ ہی دار العلوم میں حضرت مفتی مہدی حسن صاحبؒ سے آپ

نے رسم المفتی پڑھی اور افتاء کی مشق کی۔

مفتاح العلوم میں دوبارہ آمد

دارالعلوم سے فراغت کے بعد دوبارہ ۱۳۷۹ھ میں آپ کا تقرر مفتاح العلوم جلال آباد میں ہوگیا، وہاں تدریس کے ساتھ افتاء کی خدمت بھی آپ کے سپرد ہوئی۔ ۱۳۹۶ھ میں آپ باقاعدہ مفتاح العلوم کے صدر مفتی منتخب ہوئے۔

اجازت وخلافت

اوّل حضرت جی مولانا مسیح اللہ خانصاحبؒ سے بیعت ہوئے، ان کے انتقال کے بعد حضرت مفتی مظفرحسین صاحبؒ سے رجوع کیا، اوران سے اجازت وخلافت حاصل ہوئی۔

قیام ادارہ فیض مسیح الامت

حضرت جی نوراللہ مرقدہٗ کے وصال کے بعد مفتاح العلوم سے علیحدگی کی نوبت آئی، توبڑوت میں محلہ انعام پورہ میں ادارہ فیض مسیح الامت کے نام سے قائم کیا، اور مسلسل اس کے لئے سعی کی۔

وفات

عمر بھی کافی ہوگئی تھی، طبیعت بھی علیل چل رہی تھی، علاج ومعالجہ کا بھی سلسلہ تھا، ۱۴۲۰ھ بروز ہفتہ دن میں ایک بجے انتقال کر گئے۔ ادارہ فیض مسیح الامت انعام پورہ بڑوت میں تدفین عمل میں آئی۔ (بحوالہ حضرت مفتی نصیر احمد حیات وخدمت)

حضرت مفتی صاحبؒ نے ترجمہ قرآن پاک نصف ثانی، قطبی، میرقطبی، مؤطا امام مالک حضرت مفتی نصیر احمد صاحب نوراللہ مرقدہٗ سے پڑھی، اورقرآن پاک کی بعض سورتیں مشق کرنے کی بھی سعادت حاصل ہوئی۔

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا صفی اللہ خانصاحب

عرف بھائی جان قدس سرہٗ

جانشین مسیح الامت ومہتمم مفتاح العلوم جلال آباد ضلع شاملی

نام ونسب

مولانا صفی اللہ خانصاحب، والد کا نام مولانا مسیح اللہ خانصاحب۔

ولادت

آپ کی ولادت ۱۹۴۰ءمیں سرائے برلہ نامی گاؤں علی گڑھ میں ہوئی، آپ کا تعلق شیروانی خاندان سے ہے، جو ہمیشہ سے بہت سی خصوصیات کی وجہ سے پٹھانوں میں ممتاز چلا آرہا ہے، آپ کا خاندان اصل سید ہے، چونکہ اس خاندان کے جد اعلیٰ سید غوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

تعلیم وتعلّم

اپنے والد ماجد حضرت جی مولانا مسیح اللہ خانصاحب کے پاس علی گڑھ میں حاصل کی، پھر چھ سال کی عمر میں جلال آباد تشریف لائے۔

ابتدائی عربی سے لے کر فضیلت تک کی تعلیم مدرسہ مفتاح العلوم میں حاصل کی۔

۱۳۷۸ھ میں مدرسہ مفتاح العلوم سے دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی۔

نامور اساتذہ کرام

حضرت جی مولانا مسیح اللہ خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا سمیع اللہ خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا سلیم اللہ خانصاحب دامت برکاتہم شیخ الحدیث ومہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی، پاکستان۔

حضرت مولانا احمد حسن صاحب (عرف دادا میاں رحمۃ اللہ علیہ) دیوبندی

حضرت علامہ رفیق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا یٰسین صاحب

حضرت مولانا سعید احمد صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

درس وتدریس

علوم شرعیہ کی تکمیل کے بعد مدرسہ مفتاح العلوم میں مدرس ہوئے اور کم وبیش دو دہائیوں تک ادب کی روایتی کتاب نفحۃ العرب اور فقہ کی مشہور کتاب کنزالدقائق شریک درس رہی۔

نیابت اہتمام

۱۳۹۷ھ میں حضرت مولانا مسیح اللہ خانصاحب کے بموجب نیابت اہتمام کی ذمہ داری سنبھالی، اور مدرسہ کو بحسن خوبی چلایا۔

۱۴۱۳ھ جمادی الاولیٰ شب جمعہ میں اپنے والد ماجد کے وصال کے بعد سے ۱۴۳۳ھ تک مستقل مدرسہ مفتاح العلوم کے مسند اہتمام پر فائز ہوئے۔ تقریباً ۲۰ سال تک منصب اہتمام سنبھالا۔

اجازت وخلافت

۱۹۹۲ء میں انہیں والد محترم حضرت جی مولانا مسیح اللہ خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت سے سرفراز فرمایا، والد کی طرح چاروں سلسلوں میں قادریہ چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ میں بیعت کرتے تھے، آپ کی کل عمر ۷۲ سال ہوئی۔

وفات

۸/ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ بروز جمعہ دہلی کے اپولو ہسپتال میں مالک حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (بحوالہ حضرت بھائی جان از حیات تا وفات)

حضرت مولانا عقیل الرحمن صاحب

شیخ الحدیث مفتاح العلوم جلال آباد ضلع شاملی

نام ونسب

نام عقیل الرحمن ۔حضرت مجدد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا تجویز فرمودہ ہے۔
والد کا نام خلیل الرحمن ہے۔
تاریخ پیدائش: ۲۵/رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ موافق یکم جنوری ۱۹۳۵ء یوم جمعرات۔

ابتدائی تعلیم

قاعدہ وناظرہ کی تعلیم وطن کے مکتب میں ہوئی۔

ابتدائی فارسی مدرسہ رحمانیہ ٹانڈہ بادلی ضلع رامپور میں حضرت مولانا سید صابر علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ خلیفہ حضرت حکیم الامتؒ سے گلستاں، بوستاں، اخلاق محسنی اور احسن القواعد پڑھی۔حضرت مولانا صابر علی صاحبؒ کے استعفیٰ دینے کی وجہ سے محرم ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۷ء حضرت مولانا حشمت علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے ہمراہ مدرسہ اشرف العلوم ہردوئی میں داخلہ لیا۔وہاں پر رہبر فارسی، لطائف قاسمی، عربی صفوۃ المصادر، علم الصرف، علم النحو، رسول مقبولؐ پڑھی۔

شوال المکرم ۱۳۶۷ھ حضرت مولانا حشمت علی صاحب نور اللہ مقدہٗ ہردوئی سے منتقل ہو کر مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد تدریس کے لئے تشریف لائے تو حضرت بھی اپنے استاذ کے ہمراہ جلال آباد آ گئے۔

مدرسہ مفتاح العلوم میں داخلہ

حضرت مولانا سلیم اللہ خانصاحب شیخ الحدیث ومہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی وصدر وفاق المدارس پاکستان جوکہ اس وقت جلال آباد تعلیمی امور کے ناظم تھے، حضرت والا کی صلاحیت واستعداد کو دیکھ کر سال اوّل ہدایۃ النحو، قدوری، منطق صغری کبری، میزان المنطق، تیسری المنطق، مرقات میں داخلہ لیا، مذکورہ کتابیں پڑھیں۔

سال دوم میں شرح جامی مع بحث فعل، نورالانوار، مقامات حریری، قطبی تصدیقات، اصول الشاسی، علم الصیغہ پڑھی۔

سال سوم مختصر المعانی کی جماعت نہ تھی، اس لئے حضرت مولانا حشمت علی صاحب نوراللہ مرقدہٗ مدرسہ مظاہرعلوم میں لے گئے۔

مظاہرعلوم میں داخلہ

حضرت والا نے مدرسہ مظاہرعلوم کے اندر مختصر المعانی کی جماعت میں داخلہ لیا، وہاں پر مختصر المعانی، ہدایہ اولین، ملا جلال، شرح تہذیب، حسامی مطول کتابیں پڑھیں۔

دارالعلوم میں داخلہ

مظاہرعلوم کے بعد چار سال تک دارالعلوم دیوبند کے اندر تعلیم حاصل کی۔

سال اوّل: مشکوۃ شریف، میبذی، بیضاوی شریف، ملاحسن کتابیں پڑھیں۔

سال دوم: دورۂ حدیث شریف۔

سال سوم: قاضی مبارک، شرح مواقف، امورعام، تجوید کی مشق، خیالی۔

سال چہارم: ہدایہ آخرین، تصریح شرح چغمینی، سبع شداد، متنبی پڑھی۔ فراغت کے بعد اپنے وطن چلے گئے۔ فراغت ۱۳۷۲ھ میں ہوئی۔

دارالعلوم دیوبند کے مشہور اساتذۂ کرام

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ
حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند
حضرت علامہ ابراہیم بلیاوی صاحب نوراللہ مرقدہٗ
حضرت مولانا فخرالحسن صاحب امروہوی نوراللہ مرقدہٗ
شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب امروہویؒ
حضرت مولانا معراج الحق صاحب سہارنپوریؒ

سہارنپور کے مشہور اساتذۂ کرام

حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نوراللہ مرقدہٗ
حضرت مولانا اکبر علی صاحب سہارنپوریؒ
حضرت مولانا صدیق حسن صاحب کشمیریؒ

مفتاح العلوم جلال آباد کے مشہور اساتذہ

مسیح الامت حضرت جی مولانا مسیح اللہ خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مولانا سلیم اللہ خانصاحب سابق شیخ الحدیث مفتاح العلوم جلال آباد
حضرت مفتی سعید صاحب لکھنوی شیخ الحدیث ثانی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مولانا سید عابد حسین جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ المعروف (چھوٹے مولوی صاحب)
حضرت مولانا حشمت علی صاحب ٹانڈویؒ

ہردوئی کے اساتذۂ کرام

حضرت محی السنہ مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
حضرت قاری امیر حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

امامت وتدریس

فراغت کے بعد سہارنپور مسجد خانی باغ میں امام ہوگئے۔ پھر ۱۳۷۷ھ کو مولانا سید بلال صاحب خلیفہ مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی، ان کے والد محترم حضرت مولانا سید حامد حسین صاحب نوراللہ مرقدہٗ کا جامع مسجد تھانہ بھون میں ایک مدرسہ تھا، آپ اس کے مہتمم تھے۔ وہاں عربی کے استاذ کی ضرورت تھی، وہاں پر شرح جامی اور اس سے متعلق کتابیں پڑھائیں۔ ۱۳۷۷ھ کو وہاں سے الگ ہوئے اور حضرت جی مولانا مسیح اللہ خانصاحب سے اصلاحی تعلق تھا، اس لئے حضرت جی کو اس بارے میں اطلاع دی، رمضان کا مہینہ تھا، حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہیں رہو، اور ذکر میں لگ جاؤ۔ اس وقت حضرت جی مولانا مسیح اللہ خانصاحب تنہا مدرسہ میں تشریف لاتے تھے، کیونکہ اساتذہ کرام چندہ کے لئے گئے ہوئے تھے، اس وقت چندہ ہوتا تھا۔

۲۰؍رمضان کو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کو بھی ٹانڈہ حضرت کے وطن میں چندہ کے لئے بھیجا۔ ۱۰؍شوال ۱۳۷۷ھ میں حضرت دوبارہ مدرسہ میں حاضر ہوئے، اپنا حساب وکتاب دکھایا، حضرت جی مولانا مسیح اللہ خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ انعام دینا چاہا، مگر حضرت والا نے منع کیا، حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو مل رہا ہے لے لو۔

مدرسہ مفتاح العلوم میں عارضی مدرس

جلال آباد کے ایک استاذ پاکستان گئے ہوئے تھے، چندہ کے سلسلہ میں چنانچہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی جگہ پڑھانے کے لئے فرمایا عیدالاضحیٰ کے بعد وہ قاری صاحب تشریف لائے، انہوں نے خود حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: طلبہ بہت زیادہ ہیں، اس لئے کچھ طلباء مولانا عقیل الرحمن صاحب کو دیدیجئے، چنانچہ شروع کے دوسال قاعدہ ناظرہ

پڑھایا، ان دنوں میں ہی حضرت جی مولانا مسیح اللہ خانصاحب کی بڑی صاحبزادی کو بھی پڑھانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ تیسرے سال فارسی کی کتابیں پڑھانے کو ملیں۔ چوتھے سال میزان الصرف جماعت کافیہ مع شرح جامی پڑھائی، چند سال کے بعد مختصر کی جماعت میں گھنٹہ ملا، اس کے بعد حسامی ہدایہ اولین وغیرہ پڑھائیں، اس کے بعد مکمل مشکوۃ شریف بھی پڑھانے کی سعادت حاصل ہوئی۔

اس وقت حضرت مفتاح العلوم جلال آباد میں بخاری شریف کی دونوں جلدیں پڑھا رہے ہیں، استقامت اور مستقل مزاجی کا یہ عالم ہے کہ حضرت اقدس کو اکسٹھ سال مدرسہ مفتاح العلوم کی خدمت کرتے ہوئے ہو گئے، اللہ تعالیٰ حضرت کی زندگی میں برکت عطا فرمائے۔ بے شمار مخلوق کو فیض پہنچانے کا ذریعہ بنائے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے شرح وقایہ پڑھی ہے۔

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ

مفتی اعظم ھند و دار العلوم دیوبند

نام: محمود الحسن۔ لقب: فقیہ الامت، مفتی اعظم ہند دار العلوم دیوبند۔
وطن: گنگوہ۔ والد صاحب: حضرت مولانا حامد حسن گنگوہیؒ، دار العلوم سے فارغ تھے، حضرت شیخ الہندؒ کے مخصوص شاگرد تھے۔

تعلیم

آپ کی بسم اللہ شیخ الہندؒ حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے کرائی۔ ابتدائی تعلیم حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی صاحبہ صفیہ خاتون سے حاصل کی۔ حفظ کلام پاک حافظ کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ نابینا سے کیا۔ قرآن کریم کے ختم ہونے میں سترہ سطریں باقی تھیں کہ حافظ صاحبؒ کا انتقال ہوگیا، باقی حفظ قرآن کریم حافظ عبد الکریم امام جامع مسجد سے حفظ کلام پاک کی تکمیل فرمائی۔

ابتدائی فارسی

حفظ کلام کے بعد حضرت مولانا فخر الدین صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے آمدنامہ کا ایک صفحہ اور بوستاں کے چند اشعار پڑھے۔ اس کے بعد والد صاحبؒ نہٹور میں اپنے ساتھ لے گئے، وہاں مولانا امتیاز حسین صاحبؒ سے آمدنامہ، حمد باری، مصدر فیوض، کریما، پندنامہ پڑھیں۔ اور والد صاحبؒ سے میزان منشعب، مالا بدمنہ اور بوستاں کے چند اسباق پڑھے۔

مظاہر علوم میں قیام

سنہ ۱۳۴۱ھ میں مظاہر علوم میں داخلہ لیا اور علم الصیغہ فصول اکبری وغیرہ سے جلالین شریف

تک کی تمام کتابیں سات سال تک پڑھیں۔

دارالعلوم میں قیام

۱۳۴۸؁ھ میں دارالعلوم میں داخلہ لیا، مشکوٰۃ شریف پھر دوسال میں دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی۔

مظاہر علوم میں آمد

دارالعلوم دیوبند میں ۳؍سال قیام اور دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کے بعد مظاہر علوم میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے ابوداؤد شریف اور حضرت مولانا عبدالرحمن کیمل پوریؒ سے نسائی اور ابن ماجہ شریف پڑھی۔

مظاہر علوم کے اساتذہ کرام

مولانا مفتی ضیاء احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کیمل پوری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مولانا الحاج عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مولانا عبدالشکور صاحب رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مولانا ظہور الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم کے اساتذۂ کرام

شیخ السلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ

003

حضرت مولانا میاں اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ
شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مولانا رسول خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مولانا علامہ ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ

اجازت وخلافت

فراغت اور قیام مظاہر علوم کے چند سال بعد ہی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

مظاہر علوم میں تقرر

۱۳۵۱ھ میں جب آپ حضرت مولانا عبد الرحمن کیمل پوری قدس سرہٗ سے رسم المفتی پڑھ رہے تھے، ارباب مظاہر علوم نے معین مفتی کے لئے حضرت فقیہ الامت ؒ کا تقرر فرمالیا۔

لدھیانہ پنجاب میں قیام

مظاہر علوم تقریباً بیس سال گذارنے کے بعد اہل پنجاب کے اصرار پر ارباب مظاہر علوم نے آپ کو مدرسہ انوریہ لدھیانہ پنجاب بھیج دیا، پھر واپس مظاہر علوم میں بلالیا۔

جامع العلوم کانپور میں قیام

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کی تعمیل میں ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۹۵۳ء میں آپ جامع العلوم کانپور تشریف لے گئے، اپنی محنت اور جدو جہد کے ذریعہ ۱۳۷۵ھ میں باقاعدہ دورۂ حدیث شریف کا اجراء فرمایا، اور صحاح ستہ کی اکثر کتابوں کا خود درس دیا۔

دار العلوم دیوبند میں تشریف آوری

جامع العلوم کانپور میں ۱۲؍سال قیام فرمانے کے بعد حضرت مولانا قاری طیب

صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ سے حکم نامہ لکھوا کر ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۵ء میں دارالعلوم میں آپ کو بلالیا، ابتداء آپ کا قیام مہمان خانہ میں رہا، پھر مسجد دارالعلوم سے متصل ۱۴ر نمبر کمرہ میں رہا۔ ۲۰ر رمضان ۱۳۹۱ھ میں خلوت گاہ قاسمی میں منتقل ہو گئے۔

دارالعلوم میں بخاری شریف

حضرت مولانا فخرالدین صاحبؒ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کے اصرار پر بخاری شریف جلد ثانی کا درس شروع فرمایا، تقریباً ۱۲ر سال تک جلد ثانی کا درس دیا، حضرت مولانا فخرالدین صاحبؒ کی وفات کے بعد جلد اوّل بھی مکمل کرائی۔

دارالعلوم سے مظاہرعلوم مراجعت

اجلاس صدسالہ کے بعد اکابر دارالعلوم دیوبند میں اختلاف ہوا تو آپ اس سانحہ کے عظیم صدمہ کی تاب نہ لا سکے اور تقریباً سات ماہ مختلف بیرونی ممالک میں قیام فرمایا، سفر سے واپسی پر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر مظاہرعلوم کی شوریٰ نے حضرت مفتی صاحبؒ کا مفتی اعظم کے عہدہ پر تقرر فرمایا، آپ نے دارالعلوم سے استعفیٰ دینا چاہا مگر شوریٰ نے نامنظور کر دیا۔

مظاہرعلوم سے دارالعلوم مراجعت

دارالعلوم کے سانحہ کا صدمہ ختم نہ ہونے پایا تھا کہ مظاہرعلوم کے اس حادثہ نے اس میں اور اضافہ کر دیا، جو چیز دارالعلوم سے مظاہرعلوم کی مراجعت کا سبب بنی تھی وہی چیز مظاہرعلوم سے دارالعلوم میں تشریف آوری کا ذریعہ بن گئی، چنانچہ ۱۵ر ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء کو حضرت والا دارالعلوم میں تشریف لے گئے، ارکانِ شوریٰ نے دارالعلوم میں قیام کی تجویز پاس کر دی۔

وفات و تدفین

فقیہ الامت حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سفر افریقہ پر تھے۔ ۱۲ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۹۸۶ء کو شب جمعہ آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی، علاج معالجہ چلتا رہا۔ ۱۸ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ مطابق ۲رستمبر منگل کی شب میں یہ آفتاب رشد وہدایت بھی غروب ہوکر علمی دنیا میں اندھیرا کرگیا۔(حیات محمود)

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ سے فتاویٰ نویسی کی مشق کی۔اور راہِ سلوک بھی طے کیا۔

تعلق مرشد، خلافت

بیعت وخلافت

آ ملیں گے سینہ چاکان چمن سے سینہ چاک
بزم گل کی ہم نفس باد صبا ہو جائے گی
شبنم افشانی مری پیدا کرے گی سوز وساز
اس چمن کی ہر کلی درد آشنا ہو جائے گی

دین ومذہب، انقیاد واسلام اللہ کی ذات پر یقین واعتماد اور وحدانیت ورسالت کا اقرار وعتراف یہ دراصل بندہ مومن اور خداوند کریم کے درمیان ایک عہد ومیثاق ہے، جو ازل سے ہی اس سے لیا گیا تھا، جس کا ذکر قرآن کریم کے اندر موجود ہے۔

"أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوا بَلَىٰ" (سورہ اعراف:۱۷۲)

بیعت وارشاد کے ذریعہ درحقیقت اسی عہد الست کی تجدید کرائی جاتی ہے، تاکہ رجوع الی اللہ کے ساتھ عبادت کا شوق درجہ احسان ملکہ حلاوت ایمان اور معرفت خداوندی کے حصول کی تڑپ پیدا ہو جائے۔

دراصل خدا کو رب ماننا اسلامی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانا کوئی آسان کام نہیں۔

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ کیفیت آپ کی صحبت ونصیحت تعلیم وتربیت سے حاصل ہوئی، جیسا کہ قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت ملتا

ہے کہ آپ نے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر یا ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت کی، اس کا ذکر قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں موجود ہے۔

ثبوت بیعت

ثبوت بیعت قرآن پاک سے:

لَقَدۡ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ یُبَایِعُوۡنَکَ تَحۡتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ فَاَنۡزَلَ السَّکِیۡنَۃَ عَلَیۡہِمۡ وَاَثَابَہُمۡ فَتۡحًا قَرِیۡبًا۔

(سورہ فتح:۱۸)

[تحقیق اللہ ان مسلمانوں سے خوش ہوا، جبکہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور جان لیا ان کے دلوں میں جو کچھ تھا ان کے قلب میں اطمینان پیدا کر دیا، اور ان کو ایک لگتے ہاتھ فتح دیدی۔]

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ فَمَنۡ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنۡکُثُ عَلٰی نَفۡسِہٖ وَمَنۡ اَوۡفٰی بِمَا عٰہَدَ عَلَیۡہُ اللّٰہَ فَسَیُؤۡتِیۡہِ اَجۡرًا عَظِیۡمًا۔ (سورہ فتح:۱۰)

[جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں، خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے، پھر جو شخص عہد توڑیگا، تو اس کے عہد توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا، اور جو شخص اس بات کو پورا کریگا جس پر خدا سے عہد کیا ہے، تو عنقریب خدا اس کو بڑا اجر دیگا۔] (معارف القرآن)

یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الۡمُؤۡمِنٰتُ یُبَایِعۡنَکَ عَلٰۤی اَنۡ لَّا یُشۡرِکۡنَ بِاللّٰہِ شَیۡئًا وَّلَا یَسۡرِقۡنَ وَلَا یَزۡنِیۡنَ وَلَا یَقۡتُلۡنَ اَوۡلَادَہُنَّ وَلَا یَاۡتِیۡنَ بِبُہۡتَانٍ یَّفۡتَرِیۡنَہٗ بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِنَّ وَاَرۡجُلِہِنَّ وَلَا یَعۡصِیۡنَکَ فِیۡ مَعۡرُوۡفٍ

فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (سورہ ممتحنہ)

[اے پیغمبر! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس آویں کہ آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی، اور نہ چوری کریں گی، اور نہ بدکاری کریں گی، اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی، اور نہ کوئی بہتان کی اولاد لاویں گی، جسکو اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان بنالیویں اور مشروع باتوں میں سے آپ کے خلاف نہ کریں گی، تو آپ ان کو بیعت کرلیا کیجئے، اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کیا کیجئے، بیشک اللہ غفور، رحیم ہے۔] (معارف القرآن)

اس آیت میں مسلمان عورتوں سے ایک تفصیلی بیعت لینے کا ذکر ہے جس میں ایمان وعقائد کے ساتھ ساتھ احکام شرعیہ کی پابندی کا بھی معاہدہ ہے، سابقہ آیات جن کے سیاق میں یہ آیت بیعت آتی ہے، وہ اگرچہ ان مہاجرات کے ایمان کا امتحان کرنے کے سلسلہ میں ہیں اور یہ بیعت انکے امتحان ایمان کی تکمیل ہے، لیکن الفاظ آیت عام ہیں، نو مسلم مہاجرات کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ سب مسلمان عورتوں کیلئے عام ہیں، اور واقعہ بھی اسی طرح پیش آیا، کہ بیعت مذکورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کرنیوالی صرف نو مسلم مہاجرات ہی نہیں دوسری قدیم عورتیں بھی شریک تھیں، جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے اور مسند بغوی میں حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے چند دوسری عورتوں کی معیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن احکام شرعیہ کی پابندی کا معاہدہ اس بیعت میں لیا اس کے ساتھ یہ کلمات بھی تلقین فرمائے کہ "فِيْمَا اسْتَطَعْتُنَّ وَاَطَقْتُنَّ" یعنی ہم ان چیزوں کی پابندی کا عہد اسی حد تک کرتے ہیں، جہاں تک ہماری

استطاعت وطاقت میں ہے حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا نے اس کو نقل کر کے فرمایا کہ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی رحمت وشفقت ہم پر خود ہماری ذات سے بھی زائد تھی، کہ ہم نے تو بلا کسی قید وشرط کے عہد کرنا چاہا تھا، آپ ﷺ نے اس شرط کی تلقین فرمادی تا کہ کسی اضطراری حالت میں خلاف ورزی ہو جائے، تو عہد شکنی میں داخل نہ ہو۔(تفسیر مظہری)

اور صحیح بخاری شریف میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس بیعت نساء کے متعلق فرمایا کہ عورتوں کی یہ بیعت صرف گفتگو اور کلام کے ذریعہ ہوئی، مردوں کی بیعت میں جو ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کا دستور ہے، عورتوں کی بیعت میں ایسا نہیں کیا گیا، اور حضرت رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک نے کبھی غیر محرم کے ہاتھ کو نہیں چھوا۔(مظہری)

نیز روایات حدیث سے ثابت ہے، کہ یہ بیعت نساء اس واقعہ حدیبیہ کے بعد ہی نہیں بلکہ بار بار ہوتی رہی، یہاں تک کہ فتح مکہ کے روز بھی رسول اللہ ﷺ نے مردوں کی بیعت سے فارغ ہونے کے بعد کوہ صفا پر عورتوں سے بیعت کی اور پہاڑ کے دامن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے الفاظ کو دہرا کر نیچے جمع ہونے والی عورتوں کو پہنچا رہے تھے، جو اس بیعت میں شریک تھیں۔

اس وقت بیعت ہونے والی عورتوں میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی ہندہ بھی داخل تھیں، جو شروع میں حیاء کے سبب اپنے آپ کو چھپانا چاہتی تھیں، پھر بیعت میں کچھ احکام کی تفصیل آئی تو بولنے اور دریافت کرنے پر مجبور ہو گئیں، کئی سوالات کئے اور یہ واقعہ تفصیل سے تفسیر مظہری میں مذکور ہے۔(معارف القرآن)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیعت صرف عورتوں سے لیجاتی تھی، مردوں سے نہیں۔

ایسا نہیں بلکہ مردوں سے بھی بیعت لیجاتی تھی، جیسا کہ قرآن پاک کی مذکورہ بالا

آیات سے بھی معلوم ہوا، اور احادیث مبارکہ میں بھی اس کا ذکر ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت ملاحظہ ہو:

اِنَّ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ وَكَانَ شَهِدَ بَدْراً وَهُوَ اَحَدُ النُقَبَاءِ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ اِنَّ رَسُوْل الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَحَوْلَهُ عِصَابَةٌ مِنْ اَصْحَابِهٖ بَايِعُوْنِیْ عَلٰی اَنْ لَا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئاً وَلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوْا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصَوْا فِیْ مَعْرُوْفٍ فَمَنْ وَفٰی مِنْكُمْ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئاً فَعُوْقِبَ فِی الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهٗ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئاً ثُمَّ سَتَرَهُ اللّٰهُ فَهُوَ اِلَى اللّٰهِ اِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَاِنْ شَاءَ عَاقَبَهٗ فَبَايَعْنَاهُ عَلٰی ذٰلِكَ۔ (بُخَارِیْ شَرِيْف:۷، ج:۱، كِتَابُ الْاِيْمَان)

حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ جو بدر میں شریک ہوئے ہیں، اور لیلۃ عقبہ کے نقباء میں سے ایک ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (اور حال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی ایک جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد موجود تھی) مجھ سے بیعت کرو اس چیز پر:

(۱)......کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرینگے۔

(۲)......اور چوری نہیں کرو گے۔

(۳)......اور زنا نہیں کرو گے۔

(۴)......اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے۔

(۵)......اور کوئی بہتان نہیں باندھو گے، جس تم اپنے ہاتھ اور پیروں کے درمیان میں گھڑو۔

(۶)......اور کسی معروف چیز میں نافرمانی نہیں ہو گی۔

پس جو اس عہد کو پورا کریگا اس کا اجر اللہ پر ہو گا، اور جو شخص ان میں سے کسی چیز کی خلاف ورزی کرے گا اسکو دنیا میں سزا مل جائے تو وہ اس کیلئے کفارہ ہے۔ اور جو شخص ان میں سے کسی چیز کا ارتکاب کرے، اور اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرمائے تو اس کا اختیار اللہ تعالیٰ کو ہے، چاہے اس کو معاف کرے اور چاہے اس کو سزا دے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم ﷺ سے جو بیعت ثابت ہے، وہ بیعت علی الاسلام، یا بیعت علی الجہاد ہوتی تھی، بیعت علی الاعمال نہیں، جو آج کل بزرگوں کے یہاں رائج ہے، وہ ثابت نہیں لہٰذا یہ بیعت بدعت ہے۔

حدیث مذکور بالا سے ان لوگوں کی غلطی معلوم ہوگئی، کہ حدیث مذکورہ میں جس بیعت کا ذکر ہے نہ وہ بیعت علی الاسلام ہے، کہ وہ حضرات پہلے سے مسلمان تھے، اور نہ بیعت علی الجہاد ہے، کہ اس میں جہاد کا تذکرہ تک نہیں، بلکہ صاف صاف بیعت علی الاعمال ہے، جو ہر زمانہ میں مشائخ کے یہاں معمول بہا رہی ہے، لہٰذا اس بیعت کو بدعت کہنا قرآن وحدیث سے جہالت کی بنا پر ہے۔

بیعت کا معمول ہر زمانہ میں

حضرت نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر، اور ان کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر، ان کی وفات بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر، ان کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور حضرات تابعین رحمہم اللہ نے بیعت فرمائی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد بھی ہر زمانہ میں یہ سلسلہ برابر چلا آ رہا ہے، ہر زمانہ میں بڑے بڑے مشائخ، محدثین اولیاء امت نے اس کو اختیار کیا، یا یہ کہئے کہ اسی کی برکت سے وہ حضرات کاملین بنے اور ان سے اللہ تعالیٰ نے اشاعت دین کا بڑا کام لیا، اور غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہر زمانہ میں قرآن وحدیث اور اشاعت دین کی عظیم خدمت انجام دینے والے وہی حضرات رہے ہیں، جنہوں نے مشائخ سے وابستہ ہو کر اصلاح نفس کرائی۔

بے رفیقے ہر کہ شد در راہ عشق
عمر بگذشت و نہ شد آگاہ عشق

بیعت کی ضرورت عقلی طور پر

کوئی آدمی کتابیں دیکھ کر اپنا علاج نہیں کرسکتا حتی کہ بڑے سے بڑا حکیم بھی اپنا علاج خود نہیں کرسکتا، تو بغیر روحانی معالج (شیخ) کے اپنی روح کا علاج کیسے کرسکتا ہے، پس معالج جسمانی کی طرح روحانی معالج کی ضرورت بھی ظاہر ہوگئی۔

اصلاحی تعلق

۱۹۷۱ء میں آپ دارالعلوم دیوبند پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے، اسی سال آپ نے حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاحی تعلق قائم فرمالیا تھا، اصلاحی تعلق ہونے کے بعد آپ برابر پوری پابندی کے ساتھ حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے حالات سے مطلع فرماتے رہے۔

بیعت ہونے کا واقعہ

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت ہونے کا واقعہ خود بیان فرمایا: کہ ایک مرتبہ جمعہ کے روز حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ تم نے اتنے روز جلال آباد میں تعلیم

حاصل کی، لیکن حضرت سے بیعت نہیں ہوئے، آج جمعہ کا دن ہے، چلو جلال آباد میں تمہیں حضرت سے بیعت کرادوں، میں خاموش رہا، جب دوبارہ سہ بارہ یہی درخواست کی تو میں نے کہا: حضرت بیعت ہونا اگر ایسا ہی ضروری ہے تو آپ سے بہتر میرے لئے کون ہوگا؟ چنانچہ حضرت نے اسی روز بیعت کرلیا۔

مجالس میں شرکت

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دارالعلوم دیوبند کے زمانہ طالب علمی سے ہی معمول تھا کہ آپ حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس شریفہ کے اندر تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ جب فارغ ہوکر آپ تشریف لے گئے تو ہر جمعرات کو مجلس میں حاضر ہوتے اور جمعہ کے بعد واپس تشریف لیجاتے، اپنے ساتھ دیگر حضرات کو بھی ساتھ لیجاتے اور ان کا سفر خرچ بھی خود برداشت کرتے۔

تعطیل دیوبند میں گذارنا

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ کے ساتھ فطری مناسبت کی وجہ سے ایسا تعلق قائم ہوگیا تھا کہ ہر ہفتہ حاضری کے علاوہ کوئی بھی رخصت یا تعطیل مدرسہ کی طرف سے ہوتی سہ ماہی، ششماہی، سالانہ وغیرہ یا درمیان میں اتفاق سے ہوجاتی تو فوراً دیوبند حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوجاتے۔

رمضان المبارک کا معمول

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رمضان سے متعلق معمول کے بارے میں ارشاد فرمایا: کہ ابتداءً رمضان المبارک میں عشرۂ اولیٰ میں مسجد چھتہ میں قرآن شریف سنایا کرتا اور عشرۂ ثانیہ میں میرٹھ کے اندر قیام ہوتا تھا،

اور پھر عشرۂ اخیرہ چھتہ مسجد دیوبند میں گذارتا تھا، چند سال یہی معمول رہا، اس کے بعد پورا رمضان المبارک چھتہ مسجد میں ہی گذارنے لگا۔ (تذکرہ رفیق الامت)

اجازت وخلافت

یہ معلوم نہ ہوسکا کہ کس سنہ میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اجازت ہوئی، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ کچھ ہی سالوں کے بعد آپ کو اجازت وخلافت سے سرفراز کردیا گیا ہوگا۔ چونکہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر جمعرات کو اور تعطیل کے ایام میں میرٹھ سے دیوبند سفر فرماتے، حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کو فتاویٰ محمودیہ کے مسودے مختلف مجلسوں میں سناتے تھے اور پورا رمضان بھی آپ کی صحبت میں گذارتے تھے، اس لئے جلد ہی آپ نے اس مقام کو حاصل کرلیا ہوگا جو اجازت وخلافت کے لئے ضروری ہے۔

کمال اتباع

آپ نے اپنے مرشد سے جو سنا اسی وقت اس کو حال بنالیا، کبھی اپنے شیخ کی منشا اور مرضی سے تجاوز نہیں کیا، آپ کے کمالِ اتباع کی مثال کا ایک واقعہ خود حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا کہ دارالعلوم میرٹھ کے قیام کے دوران ایک ذمہ دار نے حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی کہ اس نے دارالعلوم میرٹھ کے کمرہ پر قبضہ کر رکھا ہے، چنانچہ میں حسب معمول جمعرات کے روز دیوبند حاضر ہوا، حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا: کہ فلاں صاحب آئے تھے اور یہ شکایت کر رہے تھے۔ آپ وہاں جا کر کمرہ خالی کردو، چنانچہ جب میں دیوبند سے آیا سب سے پہلے کام یہی کیا، آتے ہی کمرہ خالی کر کے سامان دارالعلوم میرٹھ کی جامع مسجد کے ایک کنارے پر رکھ دیا، یہ ہے کمال اتباع، یہ بھی نہیں کہ پہلے کسی دوسرے کمرہ کا انتظام ہوجائے جب خالی کروں، آتے ہی کمرہ خالی کردیا۔

حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی اشاعت

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی ترویج واشاعت فرماتے رہے، اپنی مجالس کے اندر حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ وملفوظات سنانے کا معمول تھا، مطلوبہ مجالس ومواعظ کے علاوہ جو باتیں آپ نے حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس شریفہ میں سنی تھیں، ان کو سناتے رہتے تھے، آپ کی ہر مجلس حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کے علوم ومعارف کی بہترین شرح ہوتی تھی۔

اعتماد شیخ

حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کو آپ پر بڑا اعتماد تھا، بعض مرتبہ کوئی صاحب اپنا خواب سناتا اور تعبیر معلوم کرتا تو حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ آپ سے فرماتے کہ آپ تعبیر بتاؤ، چنانچہ ایک بار ایک صاحب آئے انہوں نے خواب میں دیکھا کہ دو کشتی ہیں، ایک کشتی میں تمام اکابر دیوبند ہیں اور ایک کشتی میں صرف حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان صاحب کے خواب سنانے کے بعد حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: کہ اس خواب کی تعبیر بتاؤ، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا: کہ دیوبند کے اکابر کا فیض آپ کے ذریعہ پھیلے گا۔ (بروایت مولانا سلمان گنگوہی، استاذ حدیث وفقہ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ)

عملی زندگی میں داخلہ

۱۹۷۱ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد آپ نے حضرت علامہ رفیق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ جماعت عادلہ کے لئے کام کیا۔

جماعت عادلہ کا تعارف

حضرت علامہ رفیق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سوچا کہ قوم وملت کی اصلاح کے

لئے معاشرہ میں پھیلی ہوئی برائیوں کے ختم کرنے کے لئے اہل علم کی ایک جماعت کو تیار کیا جائے، جو اپنے اپنے علاقوں میں جا کر مردانہ وار کام کرے، اس کے لئے حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سے متعلق علماء کرام کو مدعو فرمایا، اور مسلمانوں کی ذلت و پستی غربت و افلاس، بے روزگاری گھر گھر لڑائی جھگڑے بے حیائی، سود خواری، شراب نوشی، جوا، سٹہ بازی، دین سے دوری، تعلیم سے بے نیازی، جہالت کا عروج اس طرح کی سینکڑوں بیماریوں کا تذکرہ کیا اور سب کے سامنے اپنے دل کی کڑھن اور بے چینی کو ظاہر فرمایا، چنانچہ ان سب کے مشورہ سے ایک جماعت کے قیام کا فیصلہ کیا گیا اور باہمی مشورہ سے اس کا نام جماعت عادلہ تجویز کیا گیا۔

مقاصد جماعت عادلہ

جماعت عادلہ کے اہم مقاصد اصل الاصول کے طور پر سر دست صرف چار چیزوں کو تجویز کیا گیا۔

(۱)...... مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے پیش نظر دینی اور دنیوی تعلیم کا عام جذبہ پیدا کرنا۔

(۲)...... بیاہ شادی اور دوسری تمام تقریبات میں فضول خرچی اور تباہ کن رسم و رواج کو پورے طور پر مؤثر طریقہ پر چھڑانا۔

(۳)...... مسلمانوں کے باہمی جھگڑوں کے ختم ہونے کی تدبیری کرنا اور باہمی تصفیہ کا معقول و مؤثر اقدام کرنا۔

(۴)...... مکاتب کا قیام اور مدارس اسلامیہ کی تنظیم صحیح اور اسکول کالجوں سے رابطہ قائم کرنا۔

روئیداد جماعت عادلہ حضرت کی زبانی

روئیداد جماعت عادلہ میں خود حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

”ابتداء احقر کو بھی جماعت عادلہ کے سلسلہ میں کام کرنے کا موقع ملا، بلکہ بڑی حد تک اس کی ذمہ داری احقر کے ہی ذمہ تھی، اس وقت بستی بستی کے سفر بھی کئے، ہر بستی میں جا کر نمازوں کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا جاتا تھا، اور گشت کے لئے جماعتیں بنائی جاتی تھیں۔

لوگوں کو ترغیب دی جاتی تھی کہ اپنے بچوں کو مدارس و مکاتب میں بھیجیں اور ان کو حافظ، عالم بنائیں، جو بچے اسکول میں پڑھنے جاتے ہیں ان کے لئے بھی دینیات سیکھنے کا انتظام کریں، اس کے لئے بعض مواقع میں شبینہ مکاتب بھی قائم کئے گئے تھے۔

بیاہ شادیوں کی رسوم بیجا اور خرافات کو چھوڑ کر سادہ و سنت کے طریقہ کے مطابق شادیاں کرنے کا سلسلہ قائم کریں۔ گانا بجانا، دکھاوا وغیرہ بالکلیہ ترک کر دیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

باہمی اختلافات کو دور کریں، اگر مقدمات عدالت میں دائر ہوں ان کو وہاں سے اٹھا کر باہم دینداروں کی ایک جماعت کے درمیان میں ڈال کر تصفیہ کرلیں، ان سب امور کے لئے ہر بستی میں جا کر پنچایت کی جاتی تھی، اور ایک فارم پر منظوری کے دستخط کرائے جاتے تھے، جس سے بہت کچھ فوائد حاصل ہوئے۔“

جن گاؤں اور بستیوں کے اندر حضرت کی تشریف آوری ہوئی ان بستیوں کے نام ذکر کئے جا رہے ہیں تاکہ قارئین جذبہ و ہمت کا اندازہ لگا سکیں۔

(۱)......بھیسانی اسلام پور۔ (۲)......قصبہ لوہاری۔

(۳)......موضع مصاوی۔ (۴)......قادر گڑھ۔

(۵)......رونی۔ (۶)......چھتیلہ۔
(۷)......دبھیڑی۔ (۸)......سوجنی۔
(۹)......بونٹہ۔ (۱۰)......جعفرپور۔
(۱۱)......گڑھی۔ (۱۲)......دھانوہ نگلہ۔
(۱۳)......ہینڈ۔ (۱۴)......سونتہ رسول پور۔
(۱۵)......راعی نگلہ۔ (۱۶)......کلھیڑی۔
(۱۷)......چرتھاول۔ (۱۸)......دیداہیڑی۔
(۱۹)......شیرپور۔ (۲۰)......جولا۔
(۲۱)......بڑھانا۔ (۲۲)......دبھیڑی۔
(۲۳)......کسیروہ۔ (۲۴)......کلیان پور۔
(۲۵)......بھنبھاڑہ۔ (۲۶)......نگلہ۔
(۲۷)......پٹلوکر۔ (۲۸)......ملہیڑہ۔
(۲۹)......جسرڑسلطان نگر۔ (۳۰)......زین پور۔
(۳۱)......قصبہ سردھنہ۔ (۳۲)......ہرہ۔
(۳۳)......پانچلی۔ (۳۴)......کھوائی۔
(۳۵)......صلاح پور۔ (۳۶)......پوٹھ۔
(۳۷)......اورنگ آباد۔ (۳۸)......گیان پور۔

مذکورہ گاؤں کے اندر جانا ہوا۔(تذکرہ رفیق الامت)

عمل پیہم

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی پوری زندگی ان سب چیزوں کی فکر ہوتی تھی،

معاشرہ کے اندر سے بیاہ شادی والی رسمیں ختم ہوں اس لئے حضرت جہاں بھی جلسہ وغیرہ یا مسجد کی سنگ بنیاد کے لئے تشریف لے جاتے، حضرت کی تقریر کا لب لباب جماعت عادلہ کے مقاصد ہی ہوتے تھے، جمعرات کو بھی آنے والے مہمانوں کو جہاں دوسری برائیوں کے ختم کی طرف متوجہ فرماتے وہاں بیاہ شادی کے رسم ورواج کے ختم کرنے کو بتلاتے، علاقے کے علماء حضرات کو بھی جو ملاقات کے لئے تشریف لاتے ان کو بھی اس کی طرف توجہ دلاتے۔

انجمن اصلاح المسلمین کا قیام

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو امت مسلمہ کی اصلاح کی بڑی فکر تھی، ظلمت کے اس نازک ترین دور میں جبکہ امت مسلمہ ہندیہ رسومات، بدعات وخرافات، آپس کے لڑائی جھگڑے، شادی بیاہ میں بلا وجہ دنیا بھر کی فضول خرچی، تعلیمی کمزوری، صفائی ستھرائی کالعدم، چوری ڈکیتی، نشہ، جوا، سٹہ بازی، وغیرہ دیگر برائیوں کی وجہ سے قعر مذلت میں جا گری تھی۔ اور صحیح اسلامی فکر جو حضرات سلف صالحین، ائمہ مجتہدین سے متواتر چلی آرہی تھی، ان سے کوسوں دور اور روح کے اعتبار سے روبہ زوال تھی۔

مسلمانوں کے ان حالات نے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دلِ دردمند کو بے چین کر رکھا تھا۔ مسلمانوں کے بارے میں جگرسوزی آپ کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔ شفقت علی الخلق اور اصلاح المسلمین کی اس فکر کی وجہ سے آپ نے قرب وجوار کے اہل فکر علماء کرام کو جامعہ میں جمع فرمایا۔ اور اپنی کڑھن کو ان کے سامنے رکھا، اور ان کو جھنجھوڑا۔

اے قوم کے پاسبانو! اے آسماں کے تارو! — تابندہ قوم ساری گردو نشیں تمہاری
چھیڑوں سرود ایسا جاگ اٹھیں سونے والے — رہبر ہے قافلوں کی تابِ جبیں تمہاری

آئینے قسمتوں کے تم کو یہ جانتے ہیں
شاید سنیں صدائیں اہل زمیں تمہاری

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بتاریخ ۳۱ رجنوری ۲۰۰۸ء بروز جمعرات ایک انجمن کے قیام کا اعلان فرمایا۔ اور "انجمن اصلاح المسلمین" اس کا نام رکھا۔ چنانچہ متعدد مقامات پر کارکنان انجمن اصلاح المسلمین نے جا کر اصلاحی جلسے، پنچایتیں کیں۔ اور اس کے کافی اچھے اثرات مرتب ہوئے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انجمن کے لئے ایک دستور العمل بھی مرتب فرمایا۔ افادۂ عام کی وجہ سے نقل کیا جاتا ہے۔

دستور انجمن اصلاح المسلمین

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ" (سورۂ رعد:۱۱)

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

علّامہ اقبال مرحوم نے بہت پہلے کہا تھا:

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندی مسلمانو!
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستوں میں

ہندوستانی مسلمانوں میں جہالت، بد دینی، بیاہ شادیوں اور دیگر تقریبات میں بیجا رسوم ورواج کی پابندیاں معمولی معمولی باتوں میں باہمی جھگڑے وفساد، مقدمہ بازیاں، سودی لین دین، قمار بازی کی وجہ سے زمینوں کا، مکانوں، دکانوں کا فروخت ہونا آئے دن بڑھتا جارہا ہے۔ نوجوانوں میں آزادی شراب نوشی اور دوسری بداخلاقیاں بڑھتی جارہی ہیں۔ بے روزگاری، ذلیل وحقیر قسم کے اور محنت ومشقت کے کام، صفائی کا نہ ہونا مسلمانوں کی علامت بنتا جارہا ہے۔ اور آئے دن قوم مسلم تنزلی کی طرف برابر بڑھتی جارہی ہے اور اس

کا احساس بھی ختم ہوتا جارہا ہے کہ ہم کیا تھے اور کیا ہو گئے۔ ع

ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

شعر

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

ان حالات میں حضرات اہل علم، ارباب مدارس، ہمدردان قوم وملت کا فریضہ ہے کہ قوم مسلم کی اصلاح کی طرف توجہ فرمائیں۔ اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے میدان میں آئیں، قدم بڑھائیں، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ کی نصرت شامل حال ہوگی۔ ''ہمت مرداں مدد خدا'' مشہور ہے۔

اسی جذبہ کے تحت چند اہل علم قوم وملت کا درد رکھنیوالے حضرات جمع ہوئے اور اپنی جیسی محنت جدو جہد کرنے کا عزم محکم کیا۔ اور ان حضرات کے مشورہ ہی سے مشترکہ عملی جد و جہد کے لئے بطور خاکہ یہ چند سطور قلمبند کیں۔ ع

شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات

تجاویز برائے انجمن اصلاح المسلمین

(۱)......اہل مدارس اپنے مدارس میں یا اپنی نگرانی میں معیاری پرائمری اسکول کا بھی انتظام فرمائیں۔ تاکہ مسلمانوں کا امراء اور متوسط طبقہ بھی اپنے بچوں کو ہمارے مدارس میں داخل کریں اور پھر مسلم بچے پانچویں کلاس پوری ہونے تک دینیات، نماز، روزہ کے مسائل سے بھی واقف ہو جائیں۔ اور ان کے عقائد بھی درست ہو جائیں۔

پھر اگر وہ بچے اسکول وکالج میں جائیں گے تو ان پر دین کا اثر رہے گا۔

نیز پرائمری کے زمانہ میں ان بچوں کی ذہن سازی کا موقع ملے گا، جس کی وجہ سے بہت سے بچے حفظ اور عربی کے لئے تیار ہو جائیں گے، اور وہ بچے حفظ کرنے

والے بقدر ضرورت ہندی، انگلش سے واقف ہوں گے، اور اپنی روزمرہ کی ضروریات میں دوسروں کے محتاج نہیں ہوں گے۔

(۲)...... محلہ اور بستی میں بچوں کی تفصیلی فہرست تیار کرائیں کہ کتنے بچے ہمارے مدرسہ میں آتے ہیں، اور کتنے اسکولوں میں جاتے ہیں، کتنے بچے ایسے ہیں جو نہ مدرسہ میں پڑھتے ہیں نہ اسکول میں پڑھتے ہیں۔

(۳)...... پھر اسکول میں پڑھنے والے بچوں کی دینی تعلیم کا بھی انتظام کریں۔ انکے اولیاء اور سرپرستوں سے ملکر نیز ان بچوں سے ملکر ان کی ذہن سازی کریں، اور ان سے ان کے فارغ وقت کی تشکیل کریں، جتنا وقت وہ بسہولت نکال سکیں، اسی وقت میں ان کی دینی تعلیم کا ان کے مناسب حال انتظام کریں، جس سے وہ نماز، روزہ، اور ضروری مسائل وعقائد سے واقف ہو جائیں، اور کم ازکم قرآن کریم ناظرہ اور ایک پارہ حفظ پڑھ لیں، اور اردو پڑھنے لکھنے کی کچھ لیاقت ان کو ہو جائے، تاکہ اردو کی کتابیں پڑھ سکیں، اور اردو کتب کے مطالعہ کی استعداد ان میں پیدا ہو جائے۔

(۴)...... اسکولوں کے ذمہ دار حضرات سے ملکر ان کو ترغیب دیکر اسکولوں میں مسلم بچوں کی دینی تعلیم کا نظم کرائیں۔ وہ اگر انتظام نہ کرسکیں، اگر وہ اہل مدارس کو اجازت دیدیں تو ارباب مدارس اپنی طرف سے اسکولوں میں معلمین کا انتظام فرمادیں، جو ان کو اسکول ہی میں ضروری دینی تعلیم دیا کریں، تاکہ اسکول میں پڑھنے والے بچے اسلامی تعلیم سے واقف ہوسکیں اور صحیح مسلمان بن کر زندگی گذار سکیں، اس لئے کہ اسلامی تعلیم کے بغیر مسلم بچے جتنی چاہیں ترقی کریں، جتنی چاہیں اعلیٰ ڈگری حاصل کریں، وہ ترقی نہیں بلکہ تنزلی ہے، بربادی ہے، اس لئے اسکول میں پڑھنے والے مسلم بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام کرنا انتہائی ضروری ہے۔ خاص طور

پر اس زمانہ میں کہ ہندو اور عیسائی اسکولوں میں مسلم بچوں کے عقائد اور اخلاق کو برباد کیا جارہا ہے۔جس کے نتائج بدآئے دن سامنے آرہے ہیں۔

(۵)......جن اسکولوں میں مخلوط تعلیم ہوتی ہے،لڑکے لڑکیاں ایک ساتھ پڑھتے ہیں،ان میں اپنے بچوں کو ہرگز داخل نہ کریں،اس لئے کہ ان اسکولوں میں بچوں کا محفوظ رہنا ممکن نہیں،اسی طرح ہوسٹل میں قیام کی صورت میں اپنے بچوں کی نگرانی کی انتہائی ضرورت ہے،اس لئے کہ اس کے انتہائی شرمناک حالات سامنے آرہے ہیں۔

(۶)......جو بچے مدرسہ یا اسکول میں کہیں نہیں پڑھتے آوارہ پھرتے ہیں،ان کو سمجھا کر اور ان کے اولیاء سے ملکر ان کی تعلیم کا انتظام کریں۔

(۷)......جو بچے بڑی عمر کے ہوگئے اور مدرسہ یا اسکول میں نہیں جاسکتے،ان کے لئے شبینہ مکاتب قائم کئے جائیں،اور ان کی ذہن سازی کر کے شبینہ مکاتب میں ان کی تعلیم کا انتظام کیا جائے،شبینہ مکاتب میں تعلیم کے لئے ائمہ حضرات سے بھی تعاون لیا جاسکتا ہے۔اور ان کے لئے کچھ وظیفہ کا بھی انتظام کرنا مناسب ہے۔

(۸)......بڑی عمر کے بے روزگار بچوں کی فہرست تیار کرائیں اور ان سے ملکر ان کو ترغیب دیکر کسی نہ کسی کاروبار وغیرہ میں لگانے کی کوشش کریں۔خواہ وہ کام یا تجارت کیسی ہی معمولی ہو اور ان کو سمجھائیں کہ کسی کام کو اور کسی تجارت کو حقیر نہ سمجھیں،تجارت کی فضیلت بتائیں،مثلاً حدیث شریف میں "التاجر الصدوق مع النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین الخ" [سچے اور امانتدار تاجر کا حشر انبیاء علیہم السلام اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوگا۔] ایسے ہی محنت مزدوری کی فضیلت " من امسی کلا من عمل یدیہ امسی مغفوراً" (الحدیث) [جس شخص نے اپنے ہاتھوں کی کمائی اور محنت سے تھکنے کی حالت

میں شام کی اس کی مغفرت ہوگئی۔]وغیرہ بتائیں اور کسی نہ کسی طرح کسی تجارت یا کام میں لگانے کی کوشش کریں، اس لئے کہ بے روزگاری ہی بہت سے بڑے بڑے جرائم کی جڑ ہے۔

(۹)......اپنے اپنے محلوں میں سو فیصد نمازی بنانے کی کوشش کریں اور اس سلسلہ میں تبلیغی جماعت سے تعاون حاصل کریں۔ اور خود ان کا تعاون کریں۔

(۱۰)......ہفتہ واری گشت اور روزانہ کی مسجد کی تعلیم میں بطور خاص شرکت کریں اور اس کو اپنا کام سمجھیں۔

(۱۱)......مساجد میں جا بجا درس قرآن کریم یا درس حدیث شریف کے سلسلے شروع کئے جائیں۔

(۱۲)......اسی طرح دیہات میں کاشتکاروں کے پاس تھوڑی تھوڑی زمینیں ہیں اور کئی کئی بھائی ہیں اور سب اسی زمین میں لگے رہتے ہیں، کسی اور کام میں مشغول ہونا عیب سمجھتے ہیں، اور ظاہر ہے تھوڑی سی زمین سے سب بھائیوں اور ان کی اولاد کی کس طرح کفالت ہوسکتی ہے، اس لئے غربت اور افلاس کی دلدل میں پھنستے چلے جاتے ہیں، اور طرح طرح کی مشکلات میں پریشانیوں میں مبتلا رہتے ہیں، اسی لئے ضرورت ہے کہ ان کو سمجھائیں کہ ایک بھائی زمین کو سنبھالے، باقی دوسرے کاموں، تجارت، دوکان، محنت، مزدوری وغیرہ میں لگیں۔

(۱۳)......اسلام، گداگری، بیکاری، سستی و کاہلی کی اجازت نہیں دیتا کہ آدمی بیکار رہے اور دوسروں پر بوجھ بنے، بلکہ اسلام اس کی ترغیب دیتا ہے، اور عبادت قرار دیتا ہے کہ انسان حلال روزی حاصل کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ ذریعہ معاش اختیار کرے، خواہ کیسی ہی محنت و مشقت اٹھانی پڑے۔

ایک سائل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا: تیرے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا: صرف ایک پیالہ ہے اور ایک ٹاٹ کا ٹکڑا، پیالہ سے پانی پی لیتے ہیں اور اسی سے وضو کر لیتے ہیں، اور ٹاٹ کو بستر کی جگہ بچھا لیتے ہیں، اور اسی کا کچھ حصہ اوڑھ لیتے ہیں، حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کو میرے پاس لے آؤ۔ وہ لے آیا، اور آنحضرت ﷺ نے دو درہم میں ان کو فروخت کر دیا اور ارشاد فرمایا: ایک درہم کا آٹا خرید کر گھر دیدو اور ایک درہم کی کہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ! اس نے ایسا ہی کیا۔ آنحضرت ﷺ نے کلہاڑی میں اپنے دست مبارک سے دستہ ڈال دیا اور فرمایا: اس کو لے کر جاؤ اور جنگل سے خود رولکڑیاں کاٹو اور بازار میں لاکر بیچو اور پندرہ روز تک میرے سامنے تک نہ آنا۔ پندرہ روز کے بعد وہ شخص حاضر ہوا، انتہائی خوش اور بتایا: اتنے درہم کا آٹا خرید کر گھر دیدیا اور اتنے درہم کے کپڑے وغیرہ بنادئے، اور اتنے درہم میرے پاس موجود ہیں۔ آنحضرت ﷺ خوش ہوئے اور ارشاد فرمایا: تمہاری یہ حالت پہلی حالت سے اچھی ہے۔

معلوم ہوا کہ گداگری وغیرہ کی اسلام میں گنجائش نہیں، اور حلال ذریعۂ معاش کی کتنی اہمیت ہے، چاہے معمولی ہی کیوں نہ ہو۔

(۱۴)...... بہت سے مسلمان خاص طور پر جن کو زمین وغیرہ کا معاوضہ مل جاتا ہے، وہ رقم بینک میں جمع کر دیتے ہیں، اور اس کا سود حاصل کر کے اسی سے اپنا گذارہ کرتے ہیں، خود بھی اسی کو کھاتے ہیں اور اپنے بچوں کو بھی وہی سود کھلاتے ہیں، جو سراسر حرام ہے، اور تباہی کی جڑ ہے، یہ لوگ کیسے پنپ سکتے ہیں، اور ان کی اولاد کیسے دیندار بن سکتی ہے، اس لئے لوگوں کو سمجھا بجھا کر اس لعنت سے بچانے کی ضرورت ہے۔

(۱۵)...... بہت سے لوگ سودی قرض لیتے ہیں اور سود برابر بڑھتا رہتا ہے، اور سود در سود ہو کر کئی کئی گنا زیادہ ہو جاتا ہے، اور نوبت زمین، مکان وغیرہ کے نیلام اور فروخت تک کی آ جاتی ہے، اور اس کی وجہ سے بھی بڑی تباہی بربادی آ رہی ہے، اس لئے لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی جائے کہ چاہے بھوکا رہنا پڑے، تنگی، ترشی، محنت، مشقت اٹھانی پڑے، لیکن کسی طرح کسی سودی قرض کے قریب نہ جائیں۔

(۱۶)...... مسلمانوں میں باہمی اختلافات بھی زوروں پر ہیں۔ معمولی معمولی باتوں پر لڑائی جھگڑا کرتے ہیں، پھر مقدمہ بازی چلتی ہے، وکیلوں کی فیس، گواہوں کے مصارف سفر وغیرہ بڑھتے چلے جاتے ہیں، اور پوری کمائی ان ہی چیزوں کی نذر ہو جاتی ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ سمجھا بجھا کر باہمی فیصلہ کے ذریعہ مقدمہ بازی سے لوگوں کو بچانے کی کوشش کی جائے، اس لئے کہ اس کی وجہ سے جو تباہی و بربادی ہو رہی ہے وہ سامنے ہے۔

(۱۷)...... بے پردگی بھی بڑھتی جا رہی ہے، بلکہ بستی میں پردہ کرنے کو عیب سمجھا جاتا ہے، کنواری جوان لڑکیاں بے پردہ رہتی ہیں، شادی شدہ لڑکیاں سسرال میں پردہ کرتی ہیں، مگر میکے میں آ کر اپنی بستی میں بے پردہ رہتی ہیں۔ بلکہ بستی میں داخل ہوتے ہی بے پردہ ہو جاتی ہیں، چچازاد، خالہ زاد، بہن بھائی، سالی سے عموماً پردہ نہیں کیا جاتا، اور افسوس یہ ہے کہ اہل علم حضرات بھی اس میں مبتلا ہیں، جس کے نتائج بد آئے دن سامنے آتے رہتے ہیں، اس لئے اس کی قباحت لوگوں کو بتانے کی ضرورت ہے۔ اکبر الہ آبادی نے کہا ہے:

آج کل پردہ دری کا یہ نتیجہ نکلا
جس کو سمجھے تھے کہ بیٹا ہے بھتیجا نکلا

شادی کی رسمیں

(۱)......منگنی کرتے وقت ہی بڑی بڑی دعوتیں کی جاتی ہیں اور لین دین بھی ہوتا ہے۔

(۲)......قیمتی کارڈ چھپوائے جاتے ہیں۔

(۳)......شان دکھانے کے لئے انگریزی میں کارڈ چھپوائے جاتے ہیں۔

(۴)......لاکھوں میں ''برات گھر'' کرائے پر لئے جاتے ہیں۔

(۵)......لال خط بھیجا جاتا ہے، اس کے ساتھ ہزاروں روپیہ کا سامان بھیجا جاتا ہے۔

(۶)......لمبی لمبی براتیں آتی ہیں۔

(۷)......برادری اور اہل محلہ، بستی کو دعوت دی جاتی ہے۔

(۸)......بارات میں بے پردہ عورتیں شرکت کرتی ہیں۔

(۹)......بعض جگہ جوان لڑکے، لڑکیاں بے پڑدہ ڈانس کرتے ہیں۔

(۱۰)......بعض جگہ جوان لڑکیاں بارات کا استقبال کرتی ہیں۔

(۱۱)......کھڑے ہو کر کھانے کا انتظام کیا جاتا ہے۔

(۱۲)......بعض جگہ مرد وعورتیں بے پردہ کھانے میں مخلوط ہوتے ہیں۔

(۱۳)......بعض جگہ کھانا اتارنے اور مشروبات پیش کرنے کے لئے جوان لڑکیوں کو استعمال کیا جاتا ہے۔

(۱۴)......بعض جگہ کھانے میں اسراف بہت ہوتا، پچاسوں قسم کے کھانے ہوتے ہیں اور بھری پلیٹیں اسی طرح چھوڑ دی جاتی ہیں۔

(۱۵)......بعض جگہ کھلا شراب کا استعمال کیا جاتا ہے۔

(۱۶)......فلمیں بنائی جاتی ہیں، جس میں جوان لڑکیوں کی بھی فلمیں بنائی جاتی ہیں اور پھر نامحرموں کو دکھایا جاتا ہے۔

(۱۷)......جہیز کا دکھاوا کیا جاتا ہے اور سامان راستوں میں سجا کر نمائش کی جاتی ہے۔

(۱۸)......گاڑی،موٹر سائیکل اور نقدی کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔

(۱۹)......بے ضرورت سامان دیا جاتا ہے، جو چند سالوں میں ضائع ہو جاتا ہے۔

(۲۰)......مہر، یا تو بہت زیادہ باندھا جاتا ہے یا انتہائی معمولی۔

(۲۱)......ان سب چیزوں م کو پورا کرنے کے لئے قرض بلکہ سودی قرض تک لیا جاتا ہے، بعض جگہ زمین، دکان وغیرہ بیچ دی جاتی ہے، بعض جگہ رہائش کا مکان تک فروخت کر دیا جاتا ہے۔

(۲۲)......رخصتی کے وقت دولہا کو اندر مکان میں سلامی کے لئے بلایا جاتا ہے، جہاں خاندان اور محلہ کی بے پردہ جوان لڑکیاں اس سے چھیڑ چھاڑ کرتی ہیں، وہ ان سے چھیڑ چھاڑ کرتا ہے۔

(۲۳)......دولہا کا جوتا چرائی لیجاتی ہے بعض جگہ بڑی رقم کا مطالبہ کیا جاتا ہے جو بعض جگہ باہمی نزاع کا ذریعہ بن جاتا ہے، ان سب چیزوں کا سخت بے حیائی اور سخت ترین معصیت اور تباہی و بربادی کا ذریعہ ہونا ظاہر ہے۔

طریق کار

مندرجہ بالا امور کی حرمت اور قباحت وشناعت بالکل ظاہر ہے، جن کی اصلاح انتہائی ضروری ہے، اصلاح کی صورت یہ ہے کہ اہل علم اور ذمہ داران کی ایک جماعت اہل محلہ اور اہل بستی کی پنچایت کریں اور ان سب چیزوں کی قباحت ان کے سامنے بیان کر کے ان سے پنچایت نامہ پر دستخط لئے جائیں۔

پنچایت نامہ وعہد نامہ

موضع.................. ضلع.................. صوبہ.................. بتاریخ..................

ہم عہد کرتے ہیں کہ ہم اپنی بیاہ شادی سنت کے مطابق سادہ طریقہ پر کریں گے،

اور مندرجہ ذیل باتوں کی سختی سے پابندی کریں گے۔

(۱)......منگنی کے موقع پر دعوت اور لین دین سے پرہیز کریں گے۔

(۲)......لال خط بھیجنے کی رسم اور اس کے ساتھ لین دین کی رسم بھی ختم کریں گے۔

(۳)......باراتوں سے پرہیز کریں گے۔

(۴)......تقریبات میں عورتیں شریک نہیں ہوں گی۔

(۵)......کوئی ڈانس وغیرہ ہرگز نہیں ہوگا۔

(۶)......فلمیں نہیں بنیں گی۔

(۷)......لڑکی والے سے جہیز کا مطالبہ نہیں کریں گے۔

(۸)......لڑکی کی شادی میں برادری یا اہل محلہ واہل بستی کو کھانے پر مدعو نہیں کریں گے۔

(۹)......دعوت ولیمہ حسب حیثیت کریں گے۔

(۱۰)......جہیز کا دکھاوا نہیں ہوگا۔

(۱۱)......مہمانوں کے لئے کھانا بھی سادہ ہوگا۔

(۱۲)......سلامی اور جوتا چرائی کی رسم کو بھی ختم کریں گے۔

(۱۳)......شادی کے لئے ہال بک نہیں کریں گے۔

(۱۴)......نکاح مسجد میں ہوگا۔

(۱۵)......جو شادی اور تقریبات شریعت کے مطابق نہ ہوں بلکہ اس میں محرمات کا ارتکاب کیا جائے، ایسی تقریبات میں شرکت نہیں کریں گے۔

ممبران انجمن اصلاح المسلمین

جس مسلمان کے دل میں مسلمانوں کی خیرخواہی اور اصلاح کا جذبہ ہے وہ ہماری انجمن اصلاح المسلمین کا ممبر بن سکتا ہے وہ کسی بھی شہر اور کسی بھی بستی کا باشندہ ہو، وہ اپنی بستی

کو ہی اپنی محنت کا مرکز بنائے اور اپنی خدمات سے ہم کو مطلع فرمائے۔ اس کے حسب حال مشوروں کے ذریعہ اس کی خدمت کی جائے گی انشاء اللہ، جو حضرات انجمن اصلاح المسلمین کے ممبر بننے کے خواہش مند ہیں اور اصلاح قوم وملت کی خدمت انجام دینا چاہتے ہیں وہ صفحہ آئندہ پر مندرجہ عہدنامہ پر دستخط کر کے ارسال فرمائیں۔

عہدنامہ ممبران انجمن اصلاح المسلمین

(۱)......میں عہد کرتا ہوں کہ میں اپنی پوری زندگی شریعت اور سنت کے مطابق گزاروں گا، کوئی کام خلاف شریعت نہیں کروں گا، اگر کوئی کام خلاف شریعت ہو جائے گا تو فوراً توبہ کروں گا۔

(۲)......نماز باجماعت کی خود بھی پابندی کروں گا اور دوسروں کو بھی نمازی بنانے کی کوشش کروں گا۔

(۳)......اپنے اور اپنے محلہ کے بچوں کی تعلیم کی کوشش کروں گا۔

(۴)......ہر کسی کو راحت پہنچانے کی کوشش کروں گا، تکلیف دہ چیزوں سے پورا پرہیز کرونگا۔

(۵)......کسی سے لڑائی ہرگز نہیں کروں گا۔

(۶)......کوئی تکلیف پہنچائے گا تو حتی الامکان معاف کروں گا۔

(۷)......لڑائی کرنے والوں میں مصالحت کی کوشش کروں گا۔

(۸)......سودی لین دین سے خود بھی پرہیز کرونگا اور دوسروں کو بچانے کی کوشش کرونگا۔

(۹)......بیاہ شادی، ختنہ، عقیقہ سے متعلق تمام رسومات سے پرہیز کروں گا، کہ ان سب تقریبات کو سنت کے مطابق کروں گا اور دوسروں کو بھی سمجھانے کی پوری کوشش کروں گا، کہ ان تمام رسومات کو ختم کر کے تمام تقریبات سنت کے مطابق کیا کریں، جس تقریب میں محرمات کا ارتکاب ہو اس میں شرکت نہیں کروں گا۔

(۱۰)......حلال روزی حاصل کرنے کیلئے کوئی نہ کوئی مشغلہ اختیار کروں گا، اور دوسرے دوستوں کو بھی اس کی ترغیب دوں گا، تاکہ وہ بھی بے کاری اور بے روزگاری سے بچ سکیں۔

(۱۱)......اپنے گھر اور اس کے صحن اور باہر کے راستہ کی صفائی کرانے کی کوشش کروں گا، اور دوسرے ساتھیوں کو بھی اس پر آمادہ کرنے کی کوشش کروں گا۔

(۱۲)......بیماروں کی عیادت کرونگا اور ضرورتمندوں کے علاج ومعالجہ میں ممکنہ تعاون کرونگا۔

(۱۳)......بیواؤں اور یتیموں کی حتی الامکان مدد کروں گا میں نے ان تمام دفعات کو پڑھ لیا ہے یا سن لیا ہے، میں بخوشی ان سب کو قبول کرتا ہوں۔(قبول کرنیوالا کا پورا پتہ لیا جائیگا)

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عمل

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس بات کی اکثر حضرات کو تعلیم کرتے، حضرت عملاً بھی وہ چیز کر کے دکھاتے، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تین بیٹیوں کی شادی ہوئی، مگر مدرسہ کے اساتذہ کو بھی اس کی خبر تک نہیں ہوئی، چہ جائے کہ آپ کسی استاذ کو دعوت دیتے، اسی طرح اپنے صاحبزادہ محترم کا نکاح بھی کیا، اسی طرح سادہ انداز اختیار فرمایا کہ پاس رہنے والے خدام کو بھی اس وقت خبر ہوئی جب مدرسہ سے تشریف لے جانے لگے، چنانچہ جمعہ کے دن صاحبزادہ محترم مولانا محمود حسن اور ان کے دوست مولانا مشیر صاحب اور حضرت کے سفر وحضر میں ساتھ رہنے والے مولانا پرویز صاحب تھے، کل چار آدمی گئے اور نکاح پڑھا کر آ گئے۔ اور رخصتی کے وقت تو حضرت خود بھی تشریف نہیں لے گئے بلکہ اپنے چھوٹے بھائی حضرت مولانا عباس صاحب دامت برکاتہم اور مولانا محمود حسن اور ایک ان کی بہن ساتھ گئی، اور دلہن کو لے کر آ گئے، اس طرح رخصتی ہوئی۔

پٹھلوکر میں تدریسی خدمات

پٹلوکر ضلع میرٹھ تحصیل سردھنہ کے قریب ایک بستی ہے، حضرت مفتی صاحب

رحمۃ اللہ علیہ کا چند ماہ قیام رہا، حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر آپ وہاں تشریف لے گئے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں جانے کا تذکرہ یوں فرمایا: کہ مدرسہ عائشہ تجوید القرآن پٹھلو کر کے اندر میرے چچا حافظ حنیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خسر حافظ نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو پارسی کے رہنے والے تھے، یہی حضرات مدرسہ کے ذمہ دار تھے، ان دونوں حضرات نے حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اصرار کیا کہ احقر کو ایک سال کے لئے یہاں بھیج دیا جائے، بندہ اس وقت دارالافتاء دارالعلوم دیوبند سے تمرین فتاویٰ کے بعد حضرت علامہ صاحب قدس سرہٗ کے حکم پر جماعت عادلہ کے لئے کام کر رہا تھا، جس کا دفتر بھیسانی میں رکھا گیا تھا۔ بستی بستی گاؤں گاؤں جا کر محنت ہو رہی تھی، اور کام کی بڑی ذمہ داری بندہ ہی پر تھی، ان حضرات کے اصرار پر حضرت قدس سرہٗ نے بندہ کو پٹھلو کر قیام کا حکم فرمایا اور چند ماہ پٹھلو کر ہی بندہ کا قیام رہا، اور وہاں کے اطراف میں کام کرنے کا موقع ملا، درس سے متعلق کوئی خاص کام نہیں تھا، صرف ان حضرات کے اصرار پر قیام ہوا، ایک دو بچوں کو فارسی کی ابتدائی کتابیں بھی شروع کرائی تھیں، فرصت کے وقت میں حفظ و ناظرہ اور قاعدہ کے بچوں کو بھی پڑھانا ہوا۔

حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر طویل خط لکھا، اختصار کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

مکتوب

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

عزیزی محترم زید مجدکم.................................السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج شریف بندہ بعافیت ہے، آپ بہت خفا ہوں گے، بہت سے خطوط آئے، اور جواب تک نہ دیا، معاف فرمایا جائے، مفصل حالات کا بھی علم ہوا اور خیریت بھی معلوم

ہوئی، دل وجان سے دعا ہے اللہ تعالیٰ فلاح دارین نصیب فرمائے، قیام پٹلوکر کا مقصد تو وہاں کے ذمہ داران ہی جانتے ہیں، ان کا اصرار تھا بندہ کی عادت زیادہ انکار کی نہیں، اپنے مقاصد پر بھی دوسرے کی خواہشات کو ترجیح دینا، یہ اپنی ایک بہت بڑی کمزوری ہے۔ شاد وناشاد آپ کو وہیں قیام کرنا ہوگا، تاوقتیکہ مراد اور مقصد پورا نہ ہوجائے، یا پھر مایوسی مطلق نہ پیدا ہوجائے اور وہ حضرات خود ہی اس کا اقرار کرلیں یا آپ عاجز ہوجائیں۔ باقی سب حالات ٹھیک ہیں، ایک ضرورت سے بھیسانی آیا تھا اور ابھی جا رہا ہوں۔

رفیق احمد غفرلہ بھیسانی (تذکرہ رفیق الامت)

جامعہ اشرفیہ میں تدریس

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پٹلوکر سے جامعہ اشرفیہ موضع جسرڑ سلطان نگر میرٹھ تشریف لے آئے، حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے آپ نے یہاں درس نظامی کی کتابیں پڑھائیں، جن میں جلالین شریف، ہدایہ، شرح جامی، مقامات حریری خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں، دوسال آپ کا یہاں قیام رہا، منشی جی عزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے ناظم تھے۔

دارالعلوم میرٹھ میں آپ کا تقرر

۱۹۷۳ء میں دارالعلوم میرٹھ میں آپ کی تقرری عمل میں آئی، دارالعلوم میرٹھ میں تقرری کے سلسلہ میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: احقر کا جامعہ اشرفیہ جسرڑ سلطان نگر ضلع میرٹھ میں قیام تھا، مولانا بشیر احمد صاحب قدس سرہٗ جو قصبہ سِوال کے رہنے والے تھے اور دارالعلوم میرٹھ کے ناظم اعلیٰ تھے، مرحوم میرا تقرر دارالعلوم میرٹھ میں کرانا چاہتے تھے، ابھی اس سے متعلق کچھ گفتگو ہوئی تھی کہ موصوف کا انتقال ہوگیا، موصوف نے انتقال کے وقت محترم مولانا غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو ان کے بعد دارالعلوم میرٹھ کے ناظم

ہوئے ان کو وصیت فرمائی احقر کے بارے میں کہ اس کو دارالعلوم میرٹھ میں لانا ہے بلکہ میں تقرر کر چکا، مولانا غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے گاؤں کے پردھان کو لکھا اور اصرار کیا ان کو ہر صورت میں یہاں بھیجنا ہے، اس طرح بندہ کا تقرر دارالعلوم میرٹھ میں ہوا اور درجہ وسطیٰ اور علیا کی کتابیں بندہ کو دی گئیں، یہاں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ترمذی شریف، ابوداؤد شریف، مختصر المعانی، میزان منشعب وغیرہ کتابیں پڑھائیں۔

دارالعلوم میرٹھ میں تقرر کے موقع پر حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مبارک باد اور دعاؤں سے نوازا، مکتوب پیش خدمت ہے:

مکتوب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

محترمی زادمجدکم.................................. السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خط ملا، خیریت معلوم ہو کر دل خوش ہوا، تقرر دارالعلوم میرٹھ مبارک ہو، اللہ تعالیٰ ترقی اور بلندی کا ذریعہ بنائے، شرور و فتن سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھیں، کسی کو دل چاہے سلام فرمادیں۔ فقط والسلام

رفیق احمد غفرلہ ۳/۱۱/۹۳ھ

دارالعلوم میرٹھ کا قیام

تیرہویں صدی ہجری کے اواخر میں جب دارالعلوم قائم ہوا تو اس وقت ہندوستان میں مدارس کا سابقہ نظام تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ کہیں کہیں خزاں رسیدہ کچھ مدارس اگر باقی بھی تھے تو وہ صرف مقامی حیثیت رکھتے تھے، اس زمانے میں جس کو دینی مدارس سمجھا جاتا تھا ان میں علوم معقولہ کو سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی تھی۔ حدیث وتفسیر وغیرہ کی تعلیم کا بہت کم رواج تھا، اسکے برعکس دارالعلوم کا قیام ولی الٰہی طرز فکر پر عمل میں آیا تھا، اسلئے دارالعلوم

میں علوم معقولہ کے بجائے زیادہ اہمیت علوم منقولہ تفسیر وحدیث اور فقہ کو دی گئی تھی۔ اسلئے اسی نہج کو باقی رکھنے کیلئے رفتہ رفتہ دارالعلوم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مختلف مقامات پر دینی مدارس جاری کئے گئے۔ میرٹھ شہر ایک مشہور شہر ہے۔ اسلئے میرٹھ شہر میں مدرسہ کا ہونا مسلمانوں کیلئے کمال درجہ کی تقویت بخش تھا۔ اسلئے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آخری زمانہ قیام میرٹھ میں بحسن سعی مولوی محمد ہاشم صاحب رئیس میرٹھ کے ذریعہ مدرسہ اسلامی نام سے مدرسہ جاری فرمایا جو کہ دارالعلوم دیوبند کی شاخ تھا۔ اس کے اولین اساتذہ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل فضلاء تھے۔ حضرت مولانا ناظر حسن رحمۃ اللہ علیہ دیوبندی جو بعد میں شمس العلماء ہوئے۔ اور حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانی (جو علی الترتیب بعد میں دارالعلوم کے مفتی اعظم اور مہتمم ہوئے) مدرسہ کی مسند درس کو زینت دیتے رہے۔ حضرت مولانا حکیم محمد اسحاق صاحب کٹھوری رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۳۷۳ھ) حضرت قاری محمد اسحاق میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت مفتی عزیز الرحمن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۳۶۴ھ) حضرت مولانا قاضی بشیر الدین قاضی شہر میرٹھ (وفات ۱۹۴۵ء) والد ماجد حضرت مولانا قاضی زین العابدین سجاد اور حضرت مولانا سراج احمد میرٹھی مدرس دارالعلوم دیوبند جیسے حضرات اس مدرسہ کے اولین طلباء میں شامل تھے۔ مولوی محمد ہاشم مالک مطبع ہاشمی میرٹھ اس کے مہتمم تھے۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (کا مولانا ہاشم مطبع ہاشمی سے خاص تعلق تھا، چنانچہ دارالعلوم دیوبند کی بعض روداد یں مطبع ہاشمی کی چھپی ہوئی موجود ہیں۔ حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق بھی اسی مطبع سے رہا ہے۔ حضرت مولانا ہاشم صاحب سابق شہر قاضی اور قاضی زین العابدین میرٹھ کے جد امجد ہیں۔

۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۱۹ء میں جب یہ مدرسہ غیر دیوبندی عناصر کے قبضے میں چلا گیا

تو مولانا قاضی بشیر الدین اور مولوی محمد سراج صاحب (خلف الرشید مولوی محمد ہاشم صاحب سابق مہتمم مدرسہ) یہ دونوں حضرات مدرسہ کی ممبری سے مستعفی ہو گئے اور ایک نیا مدرسہ جامع مسجد میرٹھ میں مدرسہ دارالعلوم کے نام سے قائم کیا۔ اس مدرسہ کے پہلے صدر مدرس حضرت مولانا خلیل احمد انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ کے مشورے سے مولانا مبارک حسین سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ مقرر ہوئے، جو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور نامور واعظ و مناظر تھے، مہتمم حاجی تہور علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ والد ماجد حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ (جنہوں نے حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے دس مرتبہ بخاری شریف پڑھی اور پھر حضرت علامہ انور شاہ نور اللہ مرقدہ کی تقاریر بخاری شریف کی روشنی میں بخاری شریف کی شرح لکھی، جو کہ فیض الباری کے نام سے ضخیم ۵ رجلدوں میں موجود ہے) تجویز ہوئے۔ (بحوالہ تاریخ دارالعلوم دیوبند: ۴۶۸)

دارالعلوم میرٹھ میں تدریسی خدمت

دارالعلوم میرٹھ میں تقرر کے بعد ابتداء میں نحو و صرف، منطق سے متعلق کتابیں زیر درس آئیں۔ پھر بتدریج آپ کو بڑی کتابیں ملنی شروع ہو گئیں۔ پھر آپ نے درس نظامی کی اکثر کتابیں پڑھانے کی سعادت حاصل کی۔ جلالین شریف، مختصر المعانی، سلم العلوم، متنبی، کنز الدقائق، ہدایہ اولین، ہدایہ آخرین، مشکوۃ شریف، ابن ماجہ شریف، نسائی شریف، ابوداؤد شریف وغیرہ۔ مشکوۃ شریف اور بخاری شریف حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب ؒ شیخ الحدیث دارالعلوم میرٹھ کے زیر درس تھیں۔ ان کے انتقال کے بعد مشکوۃ شریف اور بخاری شریف جلد ثانی آپ سے متعلق ہو گئی۔ حضرت مولانا ایوب ؒ صاحب شیخ الحدیث بنے۔ ان کے انتقال کے بعد بخاری شریف مکمل آپ کے زیر درس آ گئی۔ تقریباً ۱۴ رسال تک منصب شیخ الحدیث پر فائز رہے۔ (بروایت مولانا منور صاحب صدر مدرس دارالعلوم میرٹھ)

بعض حضرات کی تنگ نظری

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دارالعلوم میرٹھ کے تقرر سے بعض حضرات خوش نہیں تھے، اسلئے وہ حضرات کچھ اس طرح کی حرکت کرتے کہ آنے والا شخص تنگ ہو کر بھاگ جائے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: شروع شروع میں ہی کچھ سخت سی کتابیں پڑھانے کے واسطے دی اور جب میرا گھنٹہ ہوتا تو ایک صاحب میری درسگاہ کے قریب آکر بیٹھ جاتے تاکہ میں متاثر ہو جاؤں اور اچھی طرح نہ پڑھا سکوں۔ اور ان کو موقع مل جائے۔ لیکن اللہ کا فضل شامل حال رہا، میں بالکل بھی متاثر نہیں ہوا اور وہ صاحب دوسرے اوقات میں بھی دوسرے کام بتا دیتے، یہ کام کرو یہ کام کرو، تاکہ یہ پریشان ہو کر بھاگ جائے، اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا آدمی کو گھبرانا نہیں چاہئے، کچھ نہ کچھ تو پریشانی آتی ہی ہیں۔

کرفیو کے چند روز

۱۹۸۲ء میں میرٹھ کے اندر جو فسادات ہوئے، اس میں کرفیو تک نوبت پیش آئی۔ اتفاقاً حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ایک دو طالب علم جامع مسجد میں تھے، یہ اس کے اندر ہی رہ گئے کسی کو اطلاع ہو جائے اس کا بھی کوئی ذریعہ نہیں، تین روز تک ان حضرات کو اس میں رہنا پڑا اور جامع مسجد کے اطراف میں کوئی مسلمانوں کے گھر بھی نہیں، بلکہ اکثر حضرات غیر مسلم، اس پر انتہا یہ کہ وہ غیر مسلم حضرات رات کو جامع مسجد میں آتے اور کمرے دیکھتے کہ کوئی ہے؟ وہاں ایک کمرہ تھا، اس میں بھس بھرا ہوا تھا، یہ حضرات اس میں روپوش ہو جاتے۔ وہ حضرات دیکھتے کہ یہ تو بھس کا کمرہ ہے کون رہے گا اس میں؟ چلے جاتے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی، چند روز کے بعد شہر قاضی حضرت زین العابدینؒ کو کسی طرح اطلاع ملی۔ انہوں نے داروغہ کے ذریعہ کسی طرح وہاں سے بحفاظت آپ کو نکالا۔

(بروایت مولانا ایوب صاحب بلند شہری سابق استاذ دارالعلوم میرٹھ)

جن والے کمرہ میں قیام

دارالعلوم میرٹھ میں تقرر کے بعد آپ جس کمرہ میں قیام کرتے تھے اس میں جنات کا کافی اثر تھا، اور وہ حضرات صرف اتنی جگہ دیتے تھے کہ صرف ایک آدمی لیٹ سکتا ہے۔ حضرت مفتی صاحب ہمیشہ معوذتین پڑھ کر اور باوضو سوتے تھے۔ اگر درمیان میں آنکھ کھل جاتی چاہے دو بج رہے ہوں یا تین، دوبارہ وضو کرنا پڑتا اور پھر معوذتین پڑھ کر دم کر کے سوتے اور بعض مرتبہ کئی کئی بار رات کو بیدار ہونا پڑتا اور وضو کرنی پڑتی، ورنہ وہ پریشان کر دیتے۔ اس طرح اس میں قیام فرمایا۔

(بروایت مولانا منور صاحب صدر مدرس دارالعلوم میرٹھ)

بھائی عبدالعزیز کے گھر پر قیام

ماقبل میں گذرا کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قیام شاہی جامع مسجد دارالعلوم میرٹھ میں تھا، مدرسہ کے ایک ذمہ دار نے حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ سے جا کر شکایت کی کہ اس نے تو کمرہ پر قبضہ کر رکھا ہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حسب معمول جب جمعرات کو دیوبند پہنچے تو حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: کہ فلاں صاحب آئے تھے اور یہ فرما رہے تھے اور آپ وہاں جا کر کمرہ خالی کر دیں۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرٹھ تشریف لائے اور آتے ہی کمرہ خالی کر دیا اور سامان جامع مسجد کے صحن میں رکھ دیا، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: کچھ ہی وقت گذرا تھا کہ بھائی عبدالعزیز صاحب تشریف لائے اور اپنے مکان پر لے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس چھوٹی سی جگہ کے بدلہ اچھی جگہ عنایت فرمائی، جس میں دو کمرے تھے، ایک کمرہ میرے لئے اور ایک مہمانوں کے لئے۔ ماشاء اللہ کمرے بھی برے بڑے۔ لائٹ وغیرہ کا بھی انتظام۔ اور گھر سے کھانا وغیرہ بھی حسب

ضرورت منگالیتے۔حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کی بھی کئی بار وہاں تشریف آوری ہوئی۔

حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری سے متعلق دو واقعے

قیام دارالعلوم میرٹھ کے زمانہ میں حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کی متعدد بار تشریف آوری ہوئی۔دو واقعے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق سنائے۔

(۱)......حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: کہ ایک بار ہم کھانا کھا رہے تھے کہ اچانک حضرت اقدس فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے۔آپ کی آمد پر ہم نے جلدی دسترخوان اٹھادیا،تو حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لطیفانہ انداز میں ارشاد فرمایا: کہ مہمان کے آنے پر دسترخوان اٹھایا جاتا ہے یا بچھایا جاتا ہے؟ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ حضرت یہ اٹھانا بھی بچھانے کے لئے ہے۔

حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کی سادگی

(۲)......ایک بار حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہوئے تھے،صبح کو اوّل وقت میں ٹرین سے دیوبند تشریف لیجانا تھا،ایک صاحب کے ذریعہ ناشتہ وغیرہ کا انتظام کرلیا تھا۔ اتفاق سے اس دن بارش بہت تیز آئی،وہ صاحب جو ناشتہ لے کر آرہے تھے،پھر پھسل گیا اور سارا کا سارا ناشتہ گر گیا۔حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: کہ میں نے جلدی سے رات کا سالن گرم کیا اور حضرت کے سامنے پیش کر دیا،حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بڑے خوش ہو کر تناول فرمایا،اس واقعہ سے فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کی سادگی معلوم ہوتی ہے۔

طالب علم سے معافی مانگنا

قیام دارالعلوم میرٹھ کے زمانہ میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بنگال کے طالب علم کو سخت سست کہہ دیا اور تنبیہ بھی فرمائی۔وہ طالب علم کئی روز پڑھنے نہیں آیا۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا: کہ فلاں طالب علم کہاں ہے؟ طلباء نے اسکی مسجد کا پتہ بتادیا کہ فلاں مسجد میں امامت کرتا ہے، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود سے اس کی مسجد تشریف لے گئے اور اس سے معافی مانگی۔ چنانچہ وہ طالب علم دوبارہ پڑھنے کیلئے آنے لگا، تب جا کر حضرت کو سکون ہوا۔ یہ حضرات تھے اصل نمونہ اسلاف کہلانے کے مستحق۔

باولی ہنڈیا

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: کہ حضرت مولانا ایوب صاحب مظفر نگری شیخ الحدیث دارالعلوم میرٹھ وقتاً فوقتاً اساتذہ حضرات کی دعوت کیا کرتے تھے۔ اس کے اندر مختلف قسم کی سبزیاں سالن چاول شکر گڈ اور بس ایسے ہی سب چیزیں ملا کر کھانا تیار کرتے تھے اور اس کا نام باولی ہنڈیا رکھ رکھا تھا۔ اور اس موقع پر دیگر اساتذہ حضرات کی بھی دعوت فرماتے تھے۔ اور وہ کھانے میں بہت لذیذ ہوتی تھی۔

تربوز کے چھلکوں کا سالن

دارالعلوم میرٹھ کے قیام کے زمانہ میں ایک صاحب زین پور کے رہنے والے تشریف لائے۔ حضرت نے ان کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کیا، وہ صاحب لطف لے کر کھانا کھا رہے تھے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا: بھائی سبزی کیسی لگ رہی ہے؟ ان صاحب نے کہا: بہت اچھی۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ یہ تربوز کے چھلکوں کی ہے۔ بس پھر کیا تھا وہ صاحب تو کھانا چھوڑ بالکل الگ ہو کر بیٹھ گئے اور گاؤں میں جا کر بھی خوب تذکرہ کیا کہ مجھے تربوز کے چھلکوں کی سبزی کھلائی۔ ایسا ایک روز نہیں بلکہ اکثر ایسا ہی ہوتا تھا کہ جب بھی تربوز لاتے، اس کے چھلکے کو سالن کے لئے استعمال فرماتے۔
(بروایت حافظ صغیر عالم)

درسِ قرآن کے حلقے

انسانیت کی فلاح اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں رکھی ہے، قرآن کے معانی ومطالب کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے، جو مسلسل غور وفکر کرنے والوں کی سمجھ میں آتا ہے، اس میں انسانی ضرورتوں کی تکمیل کا سامان موجود ہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن سے ہی قرآن کریم سے تعلق رہا، حضرت! نوجوان نسل کو تعلیم قرآن سے جوڑنے اور اس کی تعلیمات سے روشناش کرانے کے لئے ہمیشہ فکرمند رہتے تھے۔ اسی فکر اور کڑھن اور لوگوں میں اصلاح وتربیت کی خاطر تفسیر کا سلسلہ بھی شروع فرمایا۔ اوّلا مسجد قریشیان میں تفسیر فرمائی، پھر راجپوتانہ چوپال مسجد دارالسلام میں، پھر نور مسجد گولاں کواں میں بھی تفسیر فرمائی۔ سب سے آخر میں غالباً مسجد شانِ الٰہی محلہ پروہ پیر بخش میں کئی سال تفسیر فرمائی۔ اور جب جامعہ میں قیام ہوگیا پھر کٹھور کی جامع مسجد میں کئی سالوں تک تفسیر کا سلسلہ رہا۔ جس کا انعقاد ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو ہوتا تھا، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ قرآن شریف کی تفسیر پر بھی کام کرنا چاہتے تھے۔ اسی وجہ سے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کی کتابیں دیوبند سے منگانی شروع فرمادی تھیں۔ اکثر تفسیر کی مشہور کتابیں آبھی چکی تھیں۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر یہ بھی ارشاد فرمایا تھا: کہ بھائی نیت پر بھی ثواب ملتا ہے۔ ہمارا جتنا کام ہے اس کو تو کریں، تکمیل کرانا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

محکمہ شرعیہ کی صدارت

مسلمانوں کے عائلی مسائل کے تصفیہ کے سلسلہ میں ۶ رشعبان المعظم ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۷؍اپریل ۱۹۸۵ء کو مجلس منتظمہ جمعیۃ علماء شہر میرٹھ کے تحت شرعی پنچایت ضلع میرٹھ کا قیام عمل میں آیا، جس میں تین حضرات؛ حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث دارالعلوم میرٹھ۔ حضرت مولانا ایوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مظفر نگری اور

ہمارے حضرت اقدس مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتخاب کرکے مزید اراکین کے انتخاب کی ذمہ داری سپرد کی گئی۔

حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ (صدر محکمہ شرعیہ) کے انتقال کے بعد ۲؍جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۰؍نومبر ۱۹۹۱ء کو حضرت مفتی صاحب کو صدر محکمہ شرعیہ منتخب کیا گیا۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً ۲۲؍سالہ طویل عرصہ تک اس خدمت کو انجام دیا، جب حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مشغولی زیادہ ہوگئی، کثرت مشاغل کی وجہ سے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس عہدہ صدارت سے دستبردار ہوگئے تو ۵؍فروری ۲۰۱۵ء کو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو محکمہ شرعیہ کا سرپرست تجویز کیا گیا۔

دارالعلوم میرٹھ میں شیخ الحدیث

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ایوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں بخاری شریف جلد ثانی آپ کے زیر درس تھی، حضرت مولانا ایوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد ۲۰۰۱ء میں دونوں جلدیں آپ سے متعلق ہوگئیں اور باقاعدہ آپ منصب شیخ الحدیث پر فائز ہوئے۔

۲۰۱۲ء تک آپ شیخ الحدیث رہے، ریٹائرمنٹ کے بعد بھی آپ اعزازی طور پر وہاں کے شیخ الحدیث رہے، اور وقتاً فوقتاً آپ دارالعلوم میرٹھ تشریف لے جاتے رہے۔

دارالعلوم میرٹھ میں مناصب

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم میرٹھ کے آخر تک شیخ الحدیث، دارالعلوم میرٹھ کے رکن شوریٰ اور صدر شوریٰ، اور محکمہ شرعیہ کے صدر و سرپرست بھی رہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دارالعلوم میرٹھ میں خدمات کی مدت تقریباً ۴۱؍سال بیٹھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ آمین!

اوصاف وکمالات

کمال علم

☆......آپ فقیہ ومحدث شیخ محقق جامع معقول ومنقول تھے۔

☆......عالم باعمل اور نمونہ اسلاف تھے، آپ نے ابتداء ہی سے درس نظامی کی تمام کتابیں یکسوئی اور محنت کے ساتھ ساتھ قابل اور جید محقق اساتذہ سے پڑھیں۔

☆......آپ نے ابتداء سے لے کر دورۂ حدیث شریف کی اکثر کتابوں کا مدت دراز تک درس دیا، بخاری شریف کا درس نہایت جامع اور مختصر ہوتا تھا۔

☆......آپ نے جو پڑھا اس پر عمل بھی کیا، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اپ کو ایسا علم لدنی عطا فرمایا تھا جس کا مشاہدہ ہر صاحب علم کرتا تھا۔

☆......فقہ پر آپ کی نظر بہت گہری تھی، ہمیشہ مفتیان کرام کی اہم مسائل میں رہنمائی فرماتے۔

☆......علم تصوف کے تمام مسائل کو آپ قرآن وحدیث کے دلائل کے ساتھ بیان فرماتے تھے، جس سے ظاہر ہو جاتا تصوف شریعت کے علاوہ کوئی چیز نہیں۔

☆......اکابر اسلاف کے اقوال واحوال پر بھی آپ کی پوری نظر تھی، خصوصاً اکابر علمائے دیوبند کے حالات زندگی اور ان کے ذوق ومزاج سے خوب واقف تھے۔

☆......حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس شریفہ ان کے ملفوظات ہمیشہ اپ کے ذہن میں مستحضر رہتے تھے، گویا فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کے علوم ومعارف کے شارح اصلاح وتربیت کے پورا نمونہ تھے۔

☆......آپ کی تصانیف میں بھی اعتدال اور جامعیت کا وصف بھی خوب نمایاں تھا۔

کمال جامعیت

☆......اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان تمام صفات وکمالات سے نوازا تھا جن کے عطا ہونے پر جامعیت کی شان پیدا ہوتی ہے۔

☆......شریعت وطریقت کی جامعیت یہ ہے کہ آپ جس طرح ظاہر شریعت کے عالم کامل تھے، وہی باطن شریعت وطریقت کے شیخ محقق بھی تھے، اسی لئے آپ کے ہر قول وفعل میں جامعیت پائی جاتی تھی۔

☆......صاحب اصلاح وتربیت صاحب خانقاہ ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب مدرسہ بھی تھے، خانقاہ کے ساتھ ساتھ مدرسہ جامعہ محمودیہ کا انتظام وانصرام بھی فرماتے تھے۔

☆......آپ کو جہاں فقہ میں کمال حاصل تھا وہیں فن حدیث میں بھی آپ کا پایہ نہایت بلند تھا، جس کا اندازہ "الرفيق الفصيح لمشكوة المصابيح" کے طرز وانداز سے بخوبی ہوسکتا ہے۔ اور اس کا ایک نمونہ آپ ؒ کی ترتیب دی ہوئی کتاب "مصباح المشكوة" بھی ہے۔

☆......کامیاب مشفق مدرس ہونے کے ساتھ بلند پایہ مصنف ومؤلف بھی تھے، جس کا مشاہدہ آپ کی تصانیف کثیرہ سے لگایا جاسکتا ہے۔

☆...... جہاں اہل علم طالبین اصلاح وتربیت کے لئے صاحب مجلس شیخ تھے، وہیں عامۃ المسلمین کے عمومی مجمع کے اندر آپ کا وعظ بے حد مقبول اور مفید اور نافع ہوتا تھا۔

حضرت مفتی صاحب کی محبوبیت اور اساتذہ کی شفقت

تعلیمی انہماک، مطالعہ، تکرار اسباب کی پابندی، امتحانات میں ممتاز نمبرات سے کامیابی تواضع وانکساری، تقویٰ وللّٰہیت اور اساتذہ کی خدمت کی وجہ سے حضرت مفتی صاحب

رحمۃ اللہ علیہ طلبہ میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ اساتذہ کی شفقتیں عنایتیں اور ان کا بھرپور اعتماد آپ کو حاصل تھا۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے اخلاق و کردار کی وجہ سے تمام اساتذہ کے منظورِ نظر تھے۔ اور حضرت علامہ رفیق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آپ پر خصوصی نظرِ عنایت تھی۔

ذوق ومزاج

آپ فطرتاً حلیم الطبع نرم مزاج تھے، کسے کے دکھ درد کی خبر سن کر بے چین ہو جاتے۔

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیرؔ
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

آپ کی ذاب مبارک اس شعر کا حقیقی مصداق تھی، تربیت کی اصلاح کے لئے اگر کچھ تنبیہ بھی کرتے تو دوسرے الفاظ میں اپنی محبت کا اظہار بھی فرماتے تھے۔

ذوق عبادت

پیشانی پر سجدہ کے نشانات چہرے پر نورانیت نالہ نیم شبی خیر خواہانہ جذبات عبادت بے ریا کا پتہ دیتے تھے۔ انتظام وانصرام لکھنے پڑھنے کے مشاغل اسفار کی مشغولیت کے ساتھ ساتھ بیداری ذکر وتلاوت کے ایسے پابند کہ حوصلہ مند صالح نوجوان کی ہمت بھی ان کے سامنے جواب دیدیتی تھی، مغرب کے بعد کے نوافل اور تہجد کی نمازوں میں کئی کئی پارہ تلاوت کرتے تھے اور آخیر تک اس معمول میں کوئی فرق نہیں آیا۔

نوافل کا اہتمام

نوافل مسنونہ جن کے احادیث مبارکہ میں فضائل آئے ہیں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ان کا خوب اہتمام تھا، مثلاً نماز سے قبل اور نماز کے بعد تمام سنن ونوافل۔ سفر وحضر میں بھی

ان کا اہتمام فرماتے تھے۔رات کو تہجد کی نماز عموماً آٹھ رکعت ادا فرماتے، حسب موقع رکعات میں کمی بیشی فرما دیتے۔کبھی دو کبھی چار مگر ترک نہ فرماتے تھے۔نماز فجر کے بعد ذکر و تسبیحات اور اشراق سے فارغ ہو کر کمرہ میں تشریف لاتے۔کاتب الحروف نے اس میں کبھی ناغہ ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔اجلاس وغیرہ میں شرکت کی وجہ بعض مرتبہ تاخیر بہت ہو جاتی۔تھکن اور نیند کا غلبہ بھی ہوتا، لیکن کبھی معمول میں فرق نہ آتا تھا، چاہے کتنی تاخیر سے آپ مدرسہ تشریف لاتے، مگر تہجد اور اشراق یہ دونوں نمازیں کبھی ترک نہ فرماتے۔ چاشت کی نماز بھی ادا فرماتے، مگر اس میں دوام نہیں تھا، بلکہ احیاناً اس کو ادا فرماتے۔ مغرب کے بعد چھ رکعات کا معمول بھی ہمیشہ رہا۔اس میں بھی کبھی ناغہ نہیں فرماتے تھے۔ تہجد اور اوابین ان میں طویل قیام کے عادی تھے۔اسی طرح ہر جمعہ کو صلوۃ التسبیح بڑے اہتمام سے ادا فرماتے۔

کمال ہمت واستقلال

مستقل مزاجی آپ کا منفرد خاص وصف تھا، ہر حال میں شریعت پر ثابت قدم رہنا اپنے مسلک پر مضبوطی سے قائم رہنا یہ آپ کا خاص وصف تھا۔کیسا ہی کوئی حادثہ پیش آ جائے ہمیشہ آپ کوہِ استقلال بنے رہتے تھے، حتی کہ آپ کے روزمرہ کے معمولات میں بھی کوئی فرق نہیں آتا تھا، بعض اہم حادثات کے پیش آنے پر بھی آپ مستقل مزاجی سے ایسے ہی معمولات پر قائم رہتے تھے۔صاحبزادہ محترم مولانا محمود حسن صاحب کا ایکسیڈینٹ کا واقعہ پیش آیا، محترم کو گویا دوبارہ زندگی ملی ہو اور بھی مدارس کے اندر حادثات پیش آتے رہتے تھے، پر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ برابر اپنے معمولات میں مشغول رہتے تھے۔حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مستقل مزاجی اپنے معمولات کی پابندی کا یہ عالم تھا کوئی شخص خواہ کتنے ہی دنوں کے بعد آکر ملاقات کرتا حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج و معمول کے اندر کوئی تبدیلی نہیں

پاتا، جیسے پہلے تھے ویسے ہی بعد میں پاتا تھا۔

اعتدال پسندی

حضرت مفتی صاحبؒ کے اندر ایک وصف اعتدال پسندی تھا، کسی چیز کے اندر غلو کو پسند نہیں فرماتے تھے، یہی وجہ تھی کہ تبلیغی کام ہو یا خانقاہی یا تدریسی و تصنیفی سب کاموں کو اپنا کام سمجھتے تھے، آپ کے پاس ہر مکتبہ فکر کے حضرات تشریف لاتے، ان کو نصیحت بھی اسی انداز سے فرماتے کہ اس کے اندر اعتدال پسندی آجائے، چنانچہ جو حضرات مدارس سے تعلق رکھتے ان کو جماعت میں لگنے کا حکم فرماتے۔ ارشاد فرماتے بھائی جتنا بھی ہمارے پاس وقت ہو اس کو ان کے ساتھ مل کر کام کرو۔ عصر کے بعد پڑھائی کا کام نہیں ہے، اگر کوئی ضروری دوسرا کام نہ ہو تو گشت کراؤ، کوئی جماعت آئی ہوئی ہے اس کے کلمہ یاد کرادو، سورتیں یاد کرادو، یا کوئی اور دین کی باتیں بتادو۔ اور اگر جماعت کے احباب تشریف لاتے ان کو تاکید کرتے جماعت کے کام سے بچ کر جو وقت بچتا ہو اس کو کسی امام صاحب کے پاس جا کر یا کسی مدرسہ میں جا کر اپنی نماز درست کرو، یا قرآن شریف پڑھنا شروع کردو۔ غرضیکہ اس طرح دونوں کو اعتدال پر لانے کی سعی فرماتے۔

اظہارِ حق

آپ نے جس بات کو حق سمجھا اور شرعاً اس کا اظہار ضروری اور مفید سمجھتے تو اس کو احسن انداز سے ضرور ظاہر فرماتے تھے۔

آپ نے خود اپنا واقعہ ارشاد فرمایا: کہ ایک بار جلسہ میں حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے، دارالعلوم دیوبند کا اختلاف چل رہا تھا، حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تائید کرتے تھے اور حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے موافق نہیں تھے، چنانچہ ایک صاحب نے اپنے انداز میں حضرت فدائے ملت رحمۃ اللہ علیہ کو خوب برا بھلا

کہا، اس کے بعد جب میرا نمبر آیا تو میں نے اپنی ساری تقریر احسن انداز میں مولانا کی موافقت میں کی۔

تصنیف وتالیف

دین اور دینیات کے موضوع پر تصنیف وتالیف کا کام انتہائی محنت اور عرق ریزی کا ہے، جس میں الفاظ کے ساتھ معلومات کا ذخیرہ و دماغ میں مستحضر رہنا بہت ضروری ہے۔

پہلے زمانہ میں لوگوں کا حافظہ غیر معمولی ہوتا تھا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو قوت حافظہ بھی عطا کیا تھا، زمانہ کے گذرنے کے ساتھ ساتھ حافظے کمزور ہوتے چلے گئے اور یاد داشتیں متاثر ہوتی چلی گئیں اور اللہ کو اپنا دین محفوظ رکھنا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہر دور کے اندر اس کے ذرائع اور اسباب مہیا فرمائے، سرمایۂ حدیث کی حفاظت کا ذریعہ جمع وتدوین کتابت بن گیا۔ چنانچہ اصلاح امت کی صلاح وفلاح کے لئے دین کے ہر موضوع پر کتابیں سامنے آنے لگیں۔ بہت سے حضرات نے اس کام کا بیڑا اٹھایا، خصوصاً امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عہد میں کثیر التصانیف تھے۔

پھر اس کے بعد زمانہ قریب کے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس میدان کے شہسوار کہلائے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تصنیف وتالیف میں بھی بے نظیر صلاحیت عطا فرمائی تھی، جس موضوع پر بھی حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قلم اٹھایا اس کا مکمل حق ادا کر دیا، حضرت کے شب و روز کا سب سے زیادہ وقت تحریری تصنیفی کام میں صرف ہوتا، اتنے انہماک کے ساتھ لکھتے کہ بعض آنے والے حضرات آپ کے پاس آ کر بیٹھ جاتے اور آپ کو اس کے آنے کی خبر معلوم نہ ہوتی، تصنیفی مشغولیت سفر کے دوران بھی ایسی رہتی کہ ٹرین اور ہوائی جہاز میں بھی تصنیفی کام جاری رہتا۔

آپ کو وقت کی قیمت کا زبردست احساس تھا، بارہا حضرت مفتی صاحب کو سنا کہ وہ مولانا مجیب الرحمن صاحب کو جو حضرت کی کتابیں کمپوز کیا کرتے تھے ان سے فرماتے کہ بھائی کام کو جلدی اور تیزی سے نمٹاؤ۔ دیکھو! آج فلاں بزرگ صاحب کا انتقال ہوگیا کسی کا کچھ پتہ نہیں کہ کب اللہ تعالیٰ بلالے؟ اس کا نتیجہ ہے کہ آپ علمی و دینی تصنیفات کا ایک ذخیرہ چھوڑ کر گئے۔ ۶۵ رکے قریب کتابیں تو آپ کی زندگی میں چھپ کر لاکھوں انسانوں کیلئے ہدایت کا ذریعہ بنیں، کچھ تصانیف مسودوں کی شکل میں باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی تکمیل فرمائے۔ آمین

مجالس

بہت لگتا ہے جی صحبت میں ان کی
وہ اپنی ذات میں ایک انجمن ہے

اکابر کی مجلس افادیت سے پر ہوتی ہیں، ان سے علم کی بڑی بری گتھیاں سلجھتی ہیں، بھٹکے ہوئے حضرات کے لئے مثل سبیل کے ہوتی ہیں، علم وعرفان کی بارشیں ہوتی ہیں، بے قراروں کو قرار ملتا ہے، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب بھی جامعہ میں ہوتے تو عصر کے بعد مدرسہ کے صحن میں گیٹ کے سامنے مجالس کا انعقاد ہوتا، اور آخر کے چند سالوں سے یہ مجالس حضرت کے کمرے (دفتر اہتمام) میں لگتیں، جس میں اساتذہ حضرات، واردین وصادرین ذوق وشوق سے شرکت فرماتے تھے۔

جس میں اعمال صالحہ کی ترغیب دی جانے والی، ترک معاصی کا جذبہ پیدا کرنے والی کوئی کتاب پڑھی جاتی، جب کوئی سوال کرتا تو حضرت جواب مرحمت فرمادیتے، اور اگر اہل مجلس خاموش رہتے تو حضرت بھی خاموش رہتے، اور اکثر اخلاق کریمہ، احسان وسلوک، سیر وتاریخ پر کلام فرماتے۔

کمال انتظام واہتمام

آپ کا ہر معمول ایک خاص انتظام کی شان لئے ہوئے ہوتا، آپ کے روز وشب کے معمولات آنے والے حضرات کے کثرت ہجوم کے باوجود اس مقررہ نظام کی وجہ سے اپنے اپنے اوقات پر پورے ہوتے تھے۔

صبر وتحمل

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مدرسہ کے تعلق اور دیگر ذرائع سے ابتلاء کے مواقع پیش آئے، مگر آپ کے پائے استقلال میں ادنیٰ جنبش بھی نہیں بلکہ آپ نے ان کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ ذمہ داران مدرسہ ان حالات سے بخوبی واقف ہوتے ہیں کہ کیسے کیسے حالات آتے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان حالات کا صبر وہمت سے مقابلہ کیا، بلکہ حضرت اس شعر کے مصداق تھے:

لوگ کہتے ہیں کہ بدلتا ہے زمانہ
مرد وہ ہے جو زمانے کو بدل دے

ملاقات کے لئے آنے والے حضرات بعض دفعہ طالبین اصلاح کی جانب سے بھی اکثر خلاف طبع باتیں پیش آتی رہتی تھیں، خود خدام حضرات سے بھی کوئی نہ کوئی بات خلاف مزاج بات پیش آتی رہتی تھی، مگر حضرت مکمل مجسم صبر کے پیکر بنے رہتے تھے۔

ایک بار خدام حضرات میں سے ایک صاحب سے دال کا پورا بھگونہ کمرہ کے اندر گر گیا، قالین بھی گندی ہوگئی، مگر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دوسرے کام میں لگے رہے، ایک لفظ بھی نہیں کہا، حالانکہ خادم حضرات ڈرے ہوئے تھے کہ کیسی غلطی ہوگئی۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تحمل اور صبر کا ہر آن مشاہدہ ہوتا رہتا، دعاء وغیرہ اور

دوسری حاجات کے لئے آنے والے حضرات اکثر تنگ کرتے، کسی کی بات سن کر حضرت والا دعاء فرما دیتے، اس کے باوجود بھی وہ اپنی بات کو کئی کئی مرتبہ دہراتا، غرض کہ سلیقہ کے ساتھ پوری بات کرنے والا اور حضرت کی پوری بات سمجھ کر جواب دینے والے حضرات تو بہت کم ہی آتے، ورنہ جسے دیکھو وہ کوئی نہ کوئی بے ضابطہ پن کرتا ہوا ہی آتا، مگر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی جگہ کوہِ وقار بنے رہتے، غرض کہ لوگوں کی بے اصولیاں برداشت کر کے ہر شخص کی حاجت کو پورا فرمانے کی کوشش کرتے۔

درس وتدریس

کیوں چمن میں بے صدا مثلِ رمِ شبنم ہے تو
لب کشا ہو جا سرودِ بربطِ عالم ہے تو

تدریس وتعلیم کا منصب بھی ایک باعظمت، بھاری بھرکم منصب ہے۔

ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب سابق صدر جمہوریہ ہند ایک اچھے معلم اور حکمراں کا موازنہ کرتے لکھتے ہیں:

"حکمراں جبر کرتے ہیں اور معلم صبر کرتا ہے، وہ مجبور کر کے راہ پر چلاتے ہیں، یہ آزاد چھوڑ کر ساتھ لیتے ہیں، ایک کے وسائل میں تشدد اور زبردستی دوسرے کے وسائل میں محبت اور خدمت، ایک کا کہنا ڈر سے مانا جاتا ہے، اور ایک کا شوق سے، ایک حکم دیتا ہے، دوسرا مشورہ اور غلام بناتا ہے۔" (خطبات ذاکر حسین: ۳۶)

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تمام انتظامی اور تصنیفی مصروفیات کے ساتھ تدریس کے میدان میں بھی ایک خاص ذہن رکھنے والے شخص تھے، ایک مہتمم کا انتظامی امور کے ساتھ تدریس میں بھی باکمال ہونا بہت کمیاب ہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ

کا اکثر حصہ درس وتدریس وتبلیغ وارشاد میں گذرا۔

زمانہ تدریس کے آغاز میں منطق وفلسفہ اور اصول فقہ کی کتابیں پڑھاتے رہے، اس کے بعد تفسیر کے اندر جلالین شریف ایک لمبے زمانہ زیر درس رہی، اور ایک دہائی سے زیادہ مشکوٰۃ شریف پڑھانے کی سعادت میسر آئی، تقریباً ۱۴ر سال تک دارالعلوم میرٹھ اور جامعہ محمودیہ کے منصب شیخ الحدیث پر فائز رہے، اس وقت بھی شاید دنیا کا کوئی مہتمم اس شان کا ہوگا کہ ایک ہی وقت میں مہتمم، کثیر کتابوں کے مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ دو دو جگہوں کا شیخ الحدیث ہو۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ظاہر ہے کہ یہ کسی ایک ہفتہ ماہ یا سال کی ریاضت ومجاہدہ کا صلہ نہیں تھا، بلکہ آپ کی زندگی کے بیشتر ماہ وسال از دیاد علم وکمال کی تحصیل وترسیل ہی میں صرف ہوئے، تب جا کر آپ کو یہ مقام حاصل ہوا۔ بقول شاعر:

یہ پھول مجھے کوئی وراثت میں ملے ہیں
تم نے میرا کانٹوں بھرا بستر نہیں دیکھا

تواضع

عجز وانکساری فنائیت وعبرت کا یہ حال تھا کہ باوجود کہ آپ کے اندر اتنی ساری خوبیاں تھیں، مگر پھر بھی ہر شخص سے اپنے آپ کو ادنیٰ خیال فرماتے، نہایت تاکید کے ساتھ اپنے خدام اپنے صاحبزادے اپنے اساتذہ کرام کو اس کی تعلیم فرماتے۔ اور ارشاد فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کو بڑائی پسند نہیں، اللہ کو تواضع پسند ہے، جو تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اس کو بڑھاتے ہیں اور ایک شعر بھی سناتے:

جو اہل وصف ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کے رہتے ہیں
صراحی سرنگوں ہو کر بھرا کرتی ہے پیمانہ

کوئی شخص دینی یا دنیوی اعتبار سے خواہ کتنے ہی کم درجہ کا ہو اس کو حقیر نہیں جاننا چاہئے، اور اپنے کمالات اپنے افعال پر کبھی نظر نہیں رکھنی چاہئے۔

اخلاص وللّٰہیت

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے اندر ایک وصف خاص تھا وہ آپ کا غایت درجہ کا اخلاص آپ کے کسی کام میں کوئی ذاتی مفاد نظر نہیں آتا تھا، آپ کسی بھی کام میں کسی کی تعریف یا تنقیص کی جانب توجہ نہیں دیتے تھے۔ آج کل ہم لوگ ان باتوں کے عادی ہو گئے کہ کسی کام کو کرنے کے بعد واہ واہی ضرور ملے، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کاموں اور خدمات میں برکات کا یہی راز ہے کہ وہ جو بھی کام کرتے اس کے پیچھے رضاءِ الٰہی کا عنصر کارفرما ہوتا تھا، اسی اخلاص کی برکت تھی کہ آپ نے اتنے کم وقت میں تن تنہا وہ کارہائے نمایاں انجام دئے جو ایک انجمن ملکر کرتی ہے۔

علم وعمل کا سنگم

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علم وعمل دونوں کو اپنی زندگی میں جمع کر لیا تھا، جو فرماتے پہلے خود اس پر عمل پیرا ہوتے۔ ''یا ایھا الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون'' پر آپ کا مکمل عمل تھا۔ آپ نے عمر بھر درس وتدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف میں خود کو مشغول رکھا، چنانچہ آپ کے قلم گوہر بار سے کثیر کتابیں تصنیف وتالیف ہوئیں اور بعض کتابوں نے آپ کے نام کو دوام عطا کر دیا، جیسے فتاویٰ محمودیہ ۳۱/جلدیں جو کہ فتاویٰ کا عظیم انسائیکلوپیڈیا ہے۔ یہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علمی ذوق وشوق کی دلیل ہے۔

دوسری طرف آپ کو دیکھا جاتا تھا کہ نماز بڑے اطمینان وسکون سے نہایت خشوع وخضوع سے پڑھتے، ذکر کی پابندی وتلاوت کا اہتمام بھی خوب فرماتے۔عام طور سے ان چیزوں میں کوتاہی ہوجاتی ہے، لیکن حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کی پوری پابندی فرماتے، ہمارے اکابرین علم وعمل کے جامع ہوتے ہیں۔

ضیافت

حدیث پاک میں ارشاد ہے:

"مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ"

(الحدیث) (ترمذی شریف:۱۸/۱)

[جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھے اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔]

اسی لئے حضرات اولیاء کرام اور مشائخ امت کا ہمیشہ ہر زمانہ میں مہمان کے اکرام اور ضیافت کا معمول اور اہتمام رہا ہے، حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے یہاں بھی مہمان کی ضیافت واکرام کا خاص اہتمام تھا، مہمان کی آمد سے لے کر واپسی تک مہمان کی راحت سے متعلق ایک ایک چیز پر نظر ہوتی تھی، کس کمرہ میں قیام ہوگا؟ کتنے افراد ہیں، ان کے بستر وغیرہ کا انتظام ٹھنڈے گرم پانی کا انتظام، چائے، ناشتے، طعام کا انتظام، اسٹیشن پر سواری بھیجنا، کون لینے کیلئے اسٹیشن جائیں گے، اس کا پورا بندوبست، واپسی کا کیا انتظام ہے؟ کیا جاتا تھا۔

اپنی تصنیفی وتعلیمی مشغولی کے باوجود ہر ہر مہمان کو وقت دینا اس کی بات سننا، مہمان کے مطابق اور اس کے حسب حیثیت اس کی ضیافت کا اہتمام اور مہمان کی واپسی تک برابر مہمان کا خیال رکھنا اور ان کے لئے فکرمند رہنا، بلکہ مہمان واپس ہوکر بخیریت اپنے مقام پر پہنچنے کی اطلاع سے انتہائی خوش ہوتے۔

البتہ مہمانوں کے لئے کوئی بھی خاص اصول اور ضابطے نہ تھے، جب بھی کوئی آجاتا اس کی ضیافت فرماتے تھے، غرضیکہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی دلی خواہش ہوتی کہ ہر مہمان کا پورا پورا اکرام اور اس کی راحت رسانی میں کوئی ادنیٰ فروگذاشت نہ ہو، بعض خاص مہمانوں کے لئے ان کی آمد سے قبل ہی منتظر رہتے، اور مہمان کے پہنچنے پر خود ملاقات کے لئے اپنی قیام گاہ سے باہر تشریف لاکر ملاقات فرماتے، اور انتہائی خوشی کا اظہار فرماتے، فوراً چائے کا انتظام فرماتے، پھر آرام کے لئے فرماتے، قیام گاہ بتاتے یا کسی کو بھیجتے کہ قیام گاہ پر پہنچا کر آؤ، پھر کھانے کو پوچھتے کہ کس وقت کھائیں گے، یا بتاتے کہ فلاں وقت کھانا ہوگا، کس وقت تک قیام ہوگا؟ کونسی ٹرین سے واپسی ہوگی، سب دریافت فرماتے، مقصد سفر کو دریافت فرماتے، اور اس کے لئے وقت تجویز فرماتے کہ فلاں وقت ملاقات ہوگی، بار بار مہمان کی قیام گاہ پر تشریف لاتے، اور ضروریات کو دریافت فرماتے اور ارشادات سے محظوظ فرماتے۔

عالم مہمان کا مزید اکرام

مہمانوں میں کوئی اہم عالم ہوتے تو خود اپنی مسجد میں ان کے بیان کا اہتمام کراتے، اپنی مجلس میں بھی نصیحت کرنے کا حکم دیتے، تمام اساتذہ اور طلباء سے مصافحہ بھی کراتے، غرضیکہ مہمان کے اعزاز و اکرام کی کوئی صورت ایسی نہ ہوگی جس کو اختیار نہ کیا جاتا ہو۔

مہمان کیلئے اہتمام و تکلف

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں مہمان نوازی بہت تھی، بلکہ حضرت کی مہمان نوازی کا شہرہ اہل علم حضرات میں کافی تھا، گویا یہ تو آپ کا وصف خاص تھا جس کا مشاہدہ چھوٹے سے چھوٹا آدمی کرتا، اگر آپ کے ہم عصر اہل علم یا اکابرین میں سے کسی کی تشریف

آوری ہو جاتی تو عجیب منظر ہوتا، ان کے ادب واکرام میں ان کی تواضع میں آپ بچھ جاتے، ناشتہ کا وقت ہوتا تو اتنا سامان آپ دسترخوان پر چنوا دیتے گویا کھانا کھانا ہے، اور اگر کھانے کا وقت ہوتا تو اتنے قسم کے سالن پھل فروٹ وغیرہ سے دسترخوان کو ایسے سجواتے جیسا کہ کئی محفلیں کھانا کھائیں گی۔

چونکہ مہمان کے لئے تکلف باعث اجر ہے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں ''التکلف للضیف'' کا باب قائم فرمایا، اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ مہمان کے لئے کھانے میں تکلف واہتمام باعث ثواب ہے، چنانچہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مہمان کے واسطے عسرت وتنگی کے باوجود فکر فرما کر کچھ نہ کچھ فرماتے تھے۔(خصائل:۶۰)

اسی وجہ سے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے کھانے میں تو کوئی خاص چیز کا اہتمام نہ تھا لیکن مہمان کے کھانے کا نہایت ہی پرتکلف اہتمام فرماتے تھے۔کئی کئی قسم کے کھانے تیار کرا کر دسترخوان پر چنواتے۔

کسی وقت بھی کوئی آئے اطلاع کر کے آئے یا بغیر اطلاع کے آپ ان کی ضیافت میں کوئی کمی باقی نہیں چھوڑتے، آپ کی اس محبت اور اس ادب واکرام کو دیکھ کر تمام اکابر جامعہ میں تشریف لاتے۔

آنے والے حضرات سے ملاقات

ملاقات کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں تھا حتی کہ عین مجلس کے دوران بھی بعض حضرات سے ملاقات فرما لیتے، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت میں چونکہ غلبہ بہت تھا، اس لئے کوئی وقت مقرر کرنا مشکل ہوتا، بسا اوقات ایسا کیا بھی گیا جس وقت ''الرفیق الفصیح لمشکوٰۃ المصابیح'' پر کام کرنا شروع کیا تو صبح آٹھ بجے دروازہ بند کر لیتے اور پھر سوا بارہ بجے دروازہ کھولتے، یہ معمول بھی کچھ دنوں تک رہا مگر ہمیشہ حضرت کے ضابطہ پر آپ کا

رابطہ غالب رہا اور مستقل کوئی اس قسم کا ضابطہ نہ چل سکا۔

مصافحہ اور معانقہ

ملاقات کے وقت مصافحہ اور معانقہ سنت ہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خاص طور سے اس کا اہتمام فرماتے کہ ہر آنے والے شخص سے چہرے کی مسکراہٹ کے ساتھ مصافحہ اور معانقہ فرماتے، آپ کی اس مسکراہٹ کے ذریعہ اپنے تو اپنے ایک نووارد شخص کے دل میں آپ کی محبت گھر کرجاتی تھی، جس سے وہ اپنا پن محسوس کرتا۔

جو شخص بھی ملاقات کے لئے حاضر ہوتا اکثر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی خود معلوم کرتے کیسے آنا ہوا؟ کیسے تشریف لائے؟ جس قسم کا مخاطب ہوتا اسی قسم کے الفاظ استعمال فرماتے، اور اگر وہ کہتا کہ صرف ملاقات کے لئے یا کچھ امداد کی ضرورت ہے یا کسی کا پرچہ یا پیغام لے کر آیا ہو، کوئی مسئلہ دریافت کرنا ہے، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کی پوری بات سنتے، جو بھی حاضری کا مقصد ہوتا اسی مجلس میں فارغ کردیتے، اگر کوئی صاحب جلدی جانے کی کوشش کرتا حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس سے زیادہ جلدی اسے فارغ کرنے کی کوشش فرماتے، اور بعض مرتبہ فرماتے کہ مہمان کو آتے ہی فارغ کرنے کی کوشش کرتا ہوں، جتنی جلدی اسے ہوتی ہے، اس سے زیادہ مجھے جلدی ہوتی ہے، بسا اوقات عین مجلس کے دوران بعض حضرات آجاتے، اور حضرت کو اس کا علم ہوجاتا اور آنے والا شخص نووارد ہوتا تو اس کو خود بلا کر ملاقات کرکے فارغ کردیتے۔

ملاقات کو آنے والے حضرات پڑھے لکھے، بے پڑھے لکھے، عام غریب مسلمان، جدید تعلیم یافتہ، رؤساء، مسلم، غیر مسلم، بچے، جوان، بوڑھے، پابند شرع، متقی یا بالکل آزاد طبع کے سبھی قسم کے حضرات ہوتے، ہر آنے والے شخص کے مرتبے کا لحاظ کرتے ہوئے ملاقات فرماتے، اسی اعتبار سے گفتگو فرماتے۔

جو کوئی شخص نوجوان آتا اور لباس اس کا آج کل کا ہوتا یعنی کرتا پائجامہ نہ ہوتا، تو اس کو احسن انداز سے تنبیہ فرماتے کہ آنے والے شخص کو کوئی ناگواری نہ ہوتی۔ مثلاً اس کے ساتھی سے کہتے: کہ" بھائی تم نے ان کو کپڑے بدلنے کا بھی موقع نہیں دیا اور ایسے ہی ساتھ لے کر آ گئے، اگر یہ کرتا پائجامہ پہن کر آتے تو ایسا لگتا کہ کوئی شہزادہ آ رہا ہے، یا فرماتے کہ بھائی راہل گاندھی کو دیکھو اکھلیش کو دیکھو مودی کو دیکھو جتنے بھی لیڈران ہیں سب کو دیکھو سب کرتا پائجامہ پہنتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اسلامی لباس کے اندر ایک شان رکھی ہے، تم سعودی والوں کو دیکھو اگر کہیں اجلاس ہوتا ہے ان کا تو وہ جبے قبے کے اندر آتے ہیں اور دوسرے حضرات ان کے سامنے بچے سے لگتے ہیں، اس لئے بھائی ان کا خیال رکھو، اور ان کو کوئی کرتہ پائجامہ دلوا دو، ایسی بھی کیا دوستی کہ خود کرتہ پائجامہ اور اپنا دوست غیروں کے لباس میں۔" اس انداز سے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نصیحت فرماتے تھے، اور اگر کوئی خاص تعلق والا ہوتا اور کرتے پائجامے کے بغیر آ جاتا تو اس کو اپنے پاس سے بھی کرتہ اور پائجامہ عنایت فرما دیتے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس عمل سے آنے والوں کو تنبیہ بھی ہو جاتی اور کوئی ناگواری بھی نہ ہوتی۔

اگر کوئی شخص دور سے سفر کر کے حاضر ہوتا تو پہلے کھانا کھایا کہ نہیں؟ اگر وہ اثبات میں جواب دیتا تو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ چائے وغیرہ پلانے کا حکم دیتے، یا مزاج پرسی کے بعد فرما دیتے کہ اچھا آپ دور سے آئے ہیں تھکے ہوئے ہوں گے آپ آرام فرما لیں۔ اور اگر نفی میں جواب دیتا تو فوراً خادموں کو بلا کر حکم دیتے کہ مہمان کے کھانے کا انتظام جلدی کرو۔

رخصت کرنے کا طریقہ

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ واپس جانے والے حضرات سے بھی واپسی کا اس طرح مصافحہ فرماتے جس طرح آمد کے وقت فرماتے، بالعموم رخصت کے وقت مصافحے کے

ساتھ ساتھ نصیحت بھی فرماتے، نوجوان حضرات کو اپنی تندرستی کی حفاظت کرو، اور ورزش وغیرہ بھی کرو، اور ہر غلط چیز سے اپنے آپ کو بچاؤ، جو چیز تندرستی کے راستہ میں مضر ہوں اس سے اپنی حفاظت کرو کسی کو غصہ نہ کرنا کسی کو نماز کی پابندی کا حکم دیتے۔

جو حضرات دور دراز کا سفر فرما کر دوسرے ممالک سے یا دوسرے علاقہ سے آتے یا کوئی اہم مہمان ہوتا تو کھڑے ہونے کے ساتھ ساتھ معانقہ بھی فرماتے اور کمرے سے باہر تک رخصت کرتے، اور اگر اکابرین حضرات میں سے کوئی ہوتا تو نیچے تک تشریف لے جاتے، جب تک رخصت ہونے والے کی سواری روانہ نہ ہو جاتی تو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سامنے ہی کھڑے رہتے، جب سواری چل پڑے تو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے دست مبارک بلند کر کے رخصتی اور خدا حافظ کا اشارہ فرماتے۔

کتابوں کا تحفہ

مہمانوں کی رخصتی کے وقت ان کو حسب حیثیت کتابیں مرحمت فرماتے، اگر کوئی عالم ہوتا تو اس کے اعتبار سے متعدد کتب و رسائل کے مجموعے ان کی خدمت میں پیش کرتے اور اگر غیر عالم ہوتا اور اردو پڑھنا بھی جانتا تو اس مہینہ کا شمارہ مرحمت فرماتے، اگر کوئی غیر مسلم ہوتا تو بھی اس کو ہندی میں چھپنے والی کتابیں عنایت فرماتے، اس طرح کتابوں کی تقسیم کا سلسلہ برابر جاری رہتا، کوئی مہمان ہی شاذ و نادر اس سے محروم ہوتا ہو، کوئی نئی کتاب آنے پر اساتذہ حضرات کو بھی کتابیں مرحمت فرماتے۔

کمالِ تقویٰ

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہر قول و فعل تقویٰ و کمال احتیاط کے ساتھ ہوتا، ہر حال میں متبع سنت رہتے، مدرسہ کے مالیات کے سلسلہ میں ہمیشہ بے حد احتیاط فرماتے،

اپنے گھر کا سامان الگ سے منگواتے، مدرسہ کے سامان کے ساتھ نہ منگواتے۔

فکر آخرت

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کسی بزرگ کے انتقال کی خبر ملتی، عجیب سی قسم کی فکر سوار ہوتی، ارشاد فرماتے کہ فلاں صاحب کا انتقال ہوگیا اور یہ شعر پڑھتے:

خیرے کن اے فلاں وغنیمت شمار عمر
زاں پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نماند

آج تو دوسرے حضرات کے لئے اعلان ہو رہا ہے، کل ہمارے بارے میں بھی اعلان ہوگا کہ فلاں نہیں رہا۔ سبھی حضرات آہستہ آہستہ چلے جارہے ہیں، دیکھو اپنا نمبر کب آنے والا ہے۔ اب تو عمر بھی عمر نبوی سے بھی زیادہ ہوگئی، کبھی دوسرے اشعار پڑھتے:

مکن تکیہ بر ملک دنیا و پشت
کہ بسیار کس چوں تو پرورد وکشت

ملک دنیا پر بھروسہ اور سہارا مت کر، اسلئے کہ تجھ جیسے بہت سوں کو پالا اور مار ڈالا۔

خدا نے خود ہی مٹا دیئے ہیں ہزاروں نقشے بنا بنا کر

بسے نامور بزیر زمین دفن کردہ اند
کز ہستیش بروئے زمین برنشاں نماند

کتنے نامور اور مشہور لوگوں کو لوگوں نے زمین کے نیچے دفن کر دیا کہ ان کی ہستی کا کوئی نشان زمین پر باقی نہیں رہا۔

اسی فکر آخرت کا نتیجہ تھا کہ حج میں جانے سے قبل آپ سب چیزیں لکھ کر تشریف لے گئے، جس کا ظہور آپ کے حادثہ فاجعہ کے بعد ہوا۔ جامعہ کے انتظامی امور کے سلسلہ میں

اکابرین کی آمد ہوئی، حضرت مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کشمیری رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند حضرت مفتی احمد صاحب دیولہ دامت برکاتہم العالیہ، مولانا محمود صاحب کھروہ وغیرہ بحکم حضرت مولانا ابراہیم صاحب پانڈور خادم خاص حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حاضر ہوئے۔حضرت کا کمرہ کھولا گیا ڈیکس کو کھولا گیا، اس میں دو تھیلی تھیں، ایک میں مدرسہ کے پیسے، ایک میں ذاتی پیسے تھے۔اسی طرح یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ یہ بینکوں کی کاپی ہے۔فلاں فلاں میرے نام سے ہیں، لیکن مدرسہ کی ہیں، انتہاء یہ ہے کہ اوپر تیسری منزل پر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اہل خانہ اس میں رہتے، مہمانوں کی خاطر ایک دو سنگل بیڈ تھے، اس کو بھی ڈائری میں لکھا کہ تیسری منزل پر جو بیڈ ہیں وہ مدرسہ کے ہیں۔

تمام عمر اسی احتیاط میں گذری
کہ آشیانہ کسی شاخ گل پہ بار نہ ہو

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا اصغر حسین صاحب کورانوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ سنایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ تقریباً پچاس سال کورانہ مدرسہ کے مہتمم رہے، گاؤں والوں سے کسی بات کو لے کر مدرسہ سے الگ ہوئے تو پانچ منٹ کے اندر مدرسہ کا حساب وکتاب دیدیا کہ یہ آمد ہے، یہ خرچ ہے، اور ایک تھیلا اٹھایا اور لنگی کو کندھے پر رکھا اور آ گئے، حالانکہ اتنے برس مہتمم رہے۔اور صرف ایک تھیلا اور ایک تہبند۔یہ حضرات تھے آخرت کی فکر کرنے والے، بالکل یہی صورت حال ہمارے حضرت اقدس مفتی محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رہی، مشکل سے پندرہ بیس منٹ لگے ہوں گے حساب کے سمجھنے میں۔سب چیزیں، ڈائری کے اندر لکھی ہوئی تھی، اتنے بڑے مدرسہ کے بانی اور مہتمم ہونے کے باوجود نہ کوئی پلاٹ نہ کوئی گاڑی، نہ کوئی مالیت، اپنی ذات کے لئے لی ہو یا ورثہ

کے لئے چھوڑی ہو، حقیقی طور پر یہی حضرات آخرت کی فکر کرنے والے تھے، دنیا میں رہ کر دنیا کے ساز وسامان سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، اللہ والوں کی شان یہ ہوتی ہے۔

رہیں دنیا میں اور دنیاء سے بالکل بے تعلق ہوں
پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی

توکل واستغناء

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی ہمیشہ متوکلانہ گذری، ظاہری سامان واسباب پر اعتماد اور اس کے نہ ہونے پر پریشانی وگھبراہٹ بفضلہ تعالیٰ کبھی نہیں دیکھی گئی، جامعہ محمودیہ کا ابتدائی دور نہایت تنگی میں گذرا، توکل استغناء کا یہ عالم جس وقت صاجزادہ محترم مولانا محمود حسن کو چوٹ لگی تقریباً چالیس دن بعد ہوش آیا، جس ہوسپٹل میں موصوف زیر علاج تھے اس کا خرچ بہت زیادہ، مگر کسی صاحب تمول کے سامنے تذکرہ بھی نہیں کرتے کہ فلاں ہاسپٹل میں اور اتنا خرچ ہو رہا ہے، البتہ کوئی صاحب تعزیت کے لئے حاضر ہوتے ان کے سوال کرنے پر ہی حالات بتاتے ورنہ خاموش رہتے۔ اس درمیان میں کوئی غیر ملکی سفر بھی نہیں فرمایا، حالانکہ برابر تقاضے آتے رہے، مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت کے توکل واستغناء کی برکت سے سارے کام پورے کرائے۔

زہد وورع کی تصویر مجسم

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حقیقی معنی میں زاہد تھے، یہی وجہ تھی کہ اسباب تعیش مہیا ہونے کے باوجود دنیا سے بالکل الگ سے رہتے تھے، اس مرد مجاہد نے جس نے انجمنوں جتنا کام کیا، ہر چیز اس کے ایک اشارہ پر مہیا ہو سکتی تھی، مگر اپنے آرام کے واسطے الگ سے کسی کمرہ کا بھی انتظام نہیں کیا، بلکہ جو کمرہ دفتر اہتمام کے لئے تھا وہی حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی قیام گاہ تھی، وہی نشست گاہ، اسی میں تصنیفی وتالیفی کام انجام دیتے تھے، اسی میں مہمانوں کی آمد ورفت، اسی مسند پر بیٹھ کر آنے والے مریدین حضرات کو پند ونصائح فرماتے تھے، اہل تمول کے آنے پر ان کی خاطر تواضع سے دریغ نہ فرماتے لیکن ان کی چاپلوسی اور خوشامد کے کبھی روادار نہ تھے، اہل ثروت کے کرم کی ریزہ چینی کو آپ کی غیور اور مستغنی طبیعت نے کبھی گوارہ نہ کیا، حالانکہ بارہا اس کے مواقع آئیے۔

دل فقر کی دولت سے مرا اتنا غنی ہے
دنیا کے زر ومال پہ میں تف نہیں کرتا

انابت

انابت الی اللہ ہمیشہ اپ کا شیوہ رہا، اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان کا اظہار ہر حال وقول سے ہوتا رہتا، کوئی بھی بڑا کام ہوتا فرماتے اللہ کے فضل وکرم سے ہوا، اللہ کا فضل اس کا کرم ہے، بعض مرتبہ کئی کئی بار اس جملہ کو ارشاد فرماتے۔

اور بعض مرتبہ ارشاد فرماتے کہ جو کام بھی ہو رہا ہے سب ہمارے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعاء اور توجہ کی برکت سے ہو رہا ہے۔ ورنہ کہاں میں ایک چھوٹے سے گاؤں کا رہنے والا، یہ سب اساتذہ حضرات کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔

ایک دانش مند مشیر

حضرت مفتی صاحب کا ایک خاص وصف یہ تھا کہ وہ بہت جلد معاملہ کی تہ تک پہنچ جاتے تھے، اور الجھے ہوئے معاملات میں بہت عمدہ مشورہ دیتے تھے، حضرت کا خاص انداز تھا کہ جب کوئی صاحب حضرت سے مشورہ کرتا معاملہ کی تفصیل سننے کے بعد تقریباً ایک منٹ یا اس سے کم وقت کے لئے گردن جھکا لیتے تھے، یا بعض مرتبہ شہادت کی انگلی اپنے

دونوں ہونٹوں کے درمیان رکھتے، جیسے کسی کو چپ رہنے کا اشارہ کر رہے ہوں، پھر اس کے بعد ایسی بات آپ ارشاد فرماتے وہ بات ایسی نپی تلی گویا تجربات کی بھٹی میں تپ کر نکلی ہوئی ہوتی کہ دل اس کو فوراً قبول کرتا، بعض حضرات بڑی بڑی کمپنیوں کے مالک، بڑے بڑے تجار حضرات، مدرسہ کے مہتمم اپنے ذاتی یا اپنے کام کے بارے میں آ کر کے مشورہ کرتے اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جواب بھی ایسے ہوتے کہ شاید وہ اسی منزل کے شہسوار ہیں۔

تصوف سے طبعی مناسبت

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تصوف اور سلوک و احسان سے طبعی مناسبت تھی، حضرت کی بود و باش شب و روز کے معمولات متصوفانہ تھے، درس میں بھی حضرت کا یہی رنگ غالب تھا حل کتاب علمی گفتگو کے ساتھ سلوک کے نکات بھی خاص انداز میں بیان فرماتے تھے۔

انسان سازی میں خاص ملکہ

اللہ تعالیٰ نے آپ کے اندر ایسی صفت بھی رکھی تھی جس سے انسانوں کو صحیح انسان بناتے، بار بار کی روک ٹوک، معاشرت کی تعلیم، ہر غلط قول و فعل پر تنبیہ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو آسان نہیں، بعض ایسے حضرات کو جن کا دین سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا، بعد میں پابند صوم و صلوۃ کے ساتھ اخلاق حسنہ سے متصف ہوئے، ایسے طلبہ جن کا لاابالی پن مدرسہ کے اندر مشہور ہوتا، حضرت ان کو بہت قریب کرتے تھے، یہ بات بعض حضرات کو بری لگتی، لیکن حضرت نرمی کے ساتھ قریب کر کے ان کو تنبیہ بھی فرماتے اور اپنی محبت کا اظہار بھی، جس کی وجہ سے اکثر حضرات ان برائیوں سے دور ہو جاتے، جس میں وہ مشغول ہوتے تھے۔

سادات کاادب

سادات کا بے حد اکرام فرماتے تھے، اگر سادات میں سے کوئی صاحب آتے تو ان کی خاطر تواضع فرماتے، رخصت کرنے کے لئے دروازہ سے باہر تک تشریف لاتے۔

دین کیلئے پوری زندگی وقف

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری زندگی خدمت کیلئے وقف فرمارکھی تھی، صبح سے شام تک ہمہ تن تعلیم وتربیت دعاء ونصیحت تالیف وتصنیف اسکےعلاوہ کوئی دوسرا کام نہیں تھا۔

عفوودرگذر

آپ کے ساتھ خواہ کوئی کیسا بھی برتاؤ کرتا، ذراسی معافی مانگنے پرفوراً معاف فرمادیتے، کسی طالب علم کسی خدام سے یاکسی استاذ سے کوئی غلطی ہوگئی اوران صاحب نے معافی مانگ لی، آپ فوراً معاف فرمادیتے، بلکہ خوش بھی ہوتے۔ اوراس کے ساتھ حسن سلوک کامعاملہ کرتے۔

دل جوئی اوردلداری

دوسروں کی دل جوئی اور دلداری کا حضرت مفتی صاحب قدس سرہ بے حد خیال فرماتے۔ بعض مرتبہ چند حضرات ایک ساتھ ملاقات کے لئے آتے، اگر پہلے شخص کے ساتھ مصافحہ اورمعانقہ کیا تو دوسرے ساتھیوں کی دل داری کے لئے ان سب سے بھی اسی طرح مصافحہ اورمعانقہ فرماتے، بسااوقات کسی جگہ سے متعدد حضرات آتے اور ہرایک اپنی بات کہنا چاہتا تو حضرت ہرشخص کی بات الگ الگ سن کر ہرایک کو تسلی بخش جواب سے مطمئن فرماتے اوراس کوخوش کردیتے۔

آنے والے مہمانوں سے بیویوں کی دل داری اور دل جوئی کی نہایت اہتمام

کے ساتھ تعلیم فرماتے، بلکہ بعض مرتبہ خوش کرنے کا طریقہ بھی بتلاتے کہ بھائی بیویوں کا بھی کوئی خوش کرنا ہے، یوں کہدو آج تم بہت اچھی لگ رہی ہو، آج کھانا بہت اچھا بنایا، بس اتنی سی باتیں بیویوں کو خوش کرنے کے لئے کافی ہیں، نا کہ منہ چڑھا کر گھر کے اندر داخل ہو جیسے کوئی جنگلی جانور گھر کے اندر آ گیا۔

اساتذہ کے ساتھ شفقت

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اساتذہ کے ساتھ معاملہ بھی بڑی شفقت کا تھا، حالانکہ ادارہ میں پہلے ہی سے قلیل تنخواہوں کا معمول رہا، جس کی وجہ غالباً سرمایہ کی فراہمی اور تعمیرات کا بوجھ رہا ہوگا، لیکن حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حسن سلوک انہیں اس کی جازت نہ دیتا کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تنخواہوں کے مسئلہ پر گفت وشنید کی ہمت جٹا سکیں۔

وسعت ظرف

آپ کا دل نہایت کشادہ اپنے پرائے، دوست و دشمن سب کے لئے دروازہ کھلے ہوئے تھے۔ کوئی کسی بھی تنظیم سے وابستہ ہوتا یا کسی کا تعلق کسی دوسرے بزرگ کے ساتھ ہوتا، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آتے ہی آپ اس کے ساتھ حسن سلوک خندہ پیشانی حسن اخلاق اور حسن کلام کے ساتھ پیش آتے۔

زرّیں کارنامہ

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک زریں کارنامہ بہت ہی اہم ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کے بعد غالباً اس علاقہ یا اپنے خاندان میں میراث کو شرعی طریقہ پر ورثاء میں تقسیم فرمانا بھی ہے، جس کو عوام تو کجا خواص بھی شرعی طریقہ پر تقسیم کرنے سے کتراتے ہیں۔ اور عمومی طور پر ہر خاندان

اس میں ملوث ہے۔حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میراث کو شرعی طریقہ پر ورثاء میں تقسیم فرما کر معاشرہ میں ایک عظیم فریضہ کی ادائیگی کی طرف توجہ فرمائی۔آج ہمیں بھی ان کے دکھائے ہوئے نقوش پر بصدق دل گامزن رہ کر کام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

کیا لوگ تھے راہ وفا سے گذر گئے
جی چاہتا ہے ان کے نقش قدم چومتے چلیں

بے ضرورت چیزوں کے استعمال پر تنبیہ

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بے ضرورت چیزوں کے استعمال پر سخت ناراض ہوتے تھے،کمرہ کی لائٹ کا بند نہ کرنا،بلا ضرورت پنکھوں کا چلنا،حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اشراق کی نماز کے بعد تشریف لاتے اور کہیں دیکھتے کہ لائٹ جل رہی ہے تو اس پر تنبیہ فرماتے،خادم حضرات میں سے کوئی ہوتا تو ارشاد فرماتے اگر آپ کو کسی مدرسہ کا ناظم بنا دیا جائے تو وہاں بھی یہی حال کروگے۔اسی طرح کھانے وغیرہ میں تیل زیادہ دیکھتے تو قارعابد صاحب کو بلا کر تنبیہ فرماتے اور اگر گھر کے سالن کے اندر روغن زیادہ دیکھتے تو کسی چیز میں روغن نکال کر فرماتے کہ ان کو دکھادینا اتنا روغن زائد ڈالا ہے۔

مکاتب کا قیام

حضرت مفتی صاحب کو امت کی دینی تعلیم کی بڑی فکر تھی۔مدرسہ کے اطراف میں پلاسٹک اور پولیتھین چننے والے جو مسلمان جھگیوں میں رہتے ہیں ان کے غلیظ پیشے اختیار کرنے اور ظاہری رہن سہن گندہ ہونے کے باعث اطراف کے مسلمان ان کو مسلمان سمجھنے کو بھی تیار نہیں تھے،ان کے واسطے دینی مکاتب کا قیام ان کی دینی اصلاح کی کوشش فرمائی،ان کی تعلیم کے واسطے پڑھانے والوں کا انتظام فرمایا۔ماشاء اللہ وہاں کام جاری

ہے۔اور جامعہ ہی کی نگرانی میں کام چل رہا ہے۔اسی طرح ایسے گاؤں جن میں مسلم آبادی کم ہے، نہ وہاں مسجد، نہ مدرسہ، ایسی جگہوں کا بھی سروے کرایا اور بعض جگہ خود سے کسی کو تیار کر کے ان کی تعلیم کے واسطے مقرر کیا، ماشاء اللہ مدرسہ کے اطراف میں ۹/اور مودی نگر کے قریب ۱۴/مکاتب جامعہ ہی کی زیرنگرانی کام انجام دے رہے ہیں۔اسی طرح صوبہ پنجاب ضلع پٹیالہ کے اطراف میں جہاں خاندان کے خاندان مرتد اور اسلام سے برگشتہ ہو گئے تھے، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چند عزیز شاگرد مولانا محمد نعمان صاحب وقاری محمد فرحت صاحب جنہوں نے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آغوش شفقت میں تربیت پائی وہاں جا کر ان لوگوں پر محنت کی، اس سلسلہ میں انہوں نے صعوبتیں بھی برداشت کیں، پریشانیاں بھی اٹھائیں، بعض مرتبہ بھوکا بھی رہنا پڑا، مگر ان حضرات نے صبر وہمت سے کام لیا۔ چنانچہ ان حضرات کی محنت اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعاء اور توجہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے رشد و ہدایت اور اصلاح وتربیت کا بڑا کام کرایا۔صیل نام گاؤں کے اندر دارالعلوم محمودیہ نام سے ایک مدرسہ ہے جو کہ اس علاقہ میں مرکز کی حیثیت رکھتا ہے، اس مدرسہ کی ماتحتی میں تقریباً ۱۴/مکاتب کا قیام عمل میں آچکا ہے، جو کہ ان حضرات کی محنت اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ کی برکت ہے۔اللہ تعالیٰ ان مکاتب کو تا قیامت جاری رکھے۔آمین! اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے۔

عاداتِ شریفہ

اتباعِ سنت کا خاص اہتمام

وہ نہ پہنچے گا کبھی اللہ تک
راہِ سنت پر نہ ہو جس کا قدم

ہر کام میں اتباعِ سنت کا لحاظ فرماتے، کرتا پہنتے تو ہمیشہ پہلے سر میں داخل کرتے، پھر داہنی آستین، پھر بائیں آستین میں پہنتے، جوتا بھی اوّل دائیں پیر میں پھر بائیں میں پہنتے، اسی طرح موزے وغیرہ کا استعمال فرماتے، ایک دفعہ خادم نے پیروں سے موزے اتارتے ہوئے بائیں پیر سے پہلے موزہ نکالنا شروع کر دیا، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً پیر کھینچ لیا اور دائیں پیر کی طرف اشارہ فرمایا، کوئی چیز تقسیم فرماتے تو دائیں طرف سے ابتداء فرماتے، کوئی اس کے خلاف کرتا تو اس کو ٹوک دیا کرتے اور فرماتے: "الایمن فالایمن"

ہر چیز میں دائیں سے ابتدا کرنے کو پسند فرمایا کرتے، حتیٰ کہ مولانا پرویز صاحب کے بچے "امین و آمنہ" ان کو کوئی چیز دیتے، اگر وہ بائیں ہاتھ سے پکڑتے تو فوراً تنبیہ فرماتے کہ نہیں دائیں ہاتھ سے پکڑو۔

ٹھنڈے پانی کا اہتمام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دربار میں کھانے کا اہتمام کچھ خاص نہ تھا لیکن میٹھے اور ٹھنڈے پانی کا خاص اہتمام تھا۔

اسی طرح ہمارے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی ٹھنڈے پانی کا خاص اہتمام تھا۔ عموماً سال کے سال ٹھنڈے پانی کا استعمال فرماتے، بعض مرتبہ کسی پریشانی کے

سبب گرم پانی بھی استعمال فرماتے، مگر عموماً ٹھنڈا پانی ہی استعمال کرتے۔

کٹورے سے پانی پینا

کٹورے سے پانی پینا سنت ہے۔حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کٹورے سے پانی نوش فرماتے تھے،اس لئے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمیشہ کٹورے میں ہی پانی پیتے تھے، اور مہمانوں کے واسطے بھی اسی کا انتظام فرماتے تھے،حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دسترخوان پر اور مجلسوں میں عام طور پر کٹورے ہی استعمال ہوتے تھے۔

دودھ کے استعمال کے بعد کلی کرنا مسنون ہے

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اس پر اہتمام سے عمل کرتے،رات کو دودھ نوش فرمانے کے بعد کلی فرماتے تھے،بعض مرتبہ رات کو سفر سے واپسی پر تکان انتہائی درجہ کی ہوتی،حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آرام کے لئے لیٹ جاتے اور خادم حضرات میں سے کوئی تھوڑی تاخیر سے دودھ لاتا تو حضرت مفتی صاحبؒ دودھ نوش فرمانے کے بعد کھڑے ہو کر جا کر کلی فرماتے،اس کے بعد واپس آ کر آرام فرماتے۔

لنگی باندھنے کا مسنون طریقہ

ابوداؤد شریف میں حضرت نبی کریم صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لنگی باندھنے کا طریقہ نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تہبند کو سامنے کی جانب لٹکاتے اور پیچھے کی جانب کو اونچا کرتے تھے۔

(ابوداؤد شریف:۵۶۶/۱،باب قدر موضع الازار)

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس پر بھی پابندی سے عمل فرماتے تھے۔

باوضو سونا مسنون ہے

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمیشہ باوضو سوتے تھے،اس کا بھی خاص اہتمام

فرماتے کہ وضو کرکے سویا جائے۔

سونے سے قبل سرمہ لگانا

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ سونے سے قبل سرمہ کا بھی استعمال فرماتے تھے، جس وقت حضرت مفتی صاحب کی آنکھ کا آپریشن ہوا، رات کو جب سونے کے واسطے بستر پر تشریف لائے تو بڑے افسوس والے انداز میں ارشاد فرمایا: کہ بھائی اب تو ہم سرمہ کی سنت سے محروم ہو گئے، لیکن آنکھ کے آپریشن کے چند ماہ بعد جب ڈاکٹر نے اجازت دی تو چہرہ پر خوشی کے آثار نمایاں تھے۔ اور پھر آخر تک رات کو سرمہ لگا کر سوتے تھے۔

سونے سے قبل بستر جھاڑنا

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمیشہ اپنے بستر کو جھاڑ کر آرام فرماتے تھے۔

مسنون ہیئت پر سونا

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب بھی بستر پر تشریف لاتے تو دائیں کروٹ پر آرام فرماتے۔

دائیں ہاتھ کو دائیں رخسار کے نیچے رکھنا

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس وقت آرام فرماتے تو اپنا دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ لیتے تھے۔

ذکر کرتا ہوا سو جانا مسنون ہے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ تھی کہ ذکر کرتے رہتے یہاں تک کہ نیند آ جاتی۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمیشہ سوتے وقت تسبیح ہاتھ میں لے کر پڑھتے رہتے، یہاں تک کہ آپ کو نیند آ جاتی تھی۔

سونے کے وقت استعمال ہونے والے تہبند سے نماز نہ پڑھنا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کپڑے میں نماز نہیں پڑھتے تھے جسے پہن کر اہل کے پاس آرام فرماتے تھے۔ (طحاوی: ۳۰)

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود بھی اس پر عمل کرتے اور طلباء کو بھی سختی کے ساتھ عمل کراتے، بعض حضرات کو اس پر اشکال بھی ہوتا کہ لنگی پہننا مسنون ہے، حالانکہ احتیاط کی وجہ سے اس پر سختی فرماتے، چونکہ عموماً سونے کے کپڑے میں نجاست کا احتمال اور اشتباہ رہتا ہے۔ خصوصاً نئی عمر یا اہل وعیال میں رہنے والوں کو، اس سے احتیاط کرنی چاہئے۔

والدین کی وفات کے بعد قبر کی زیارت

صاحب شمائل کبریٰ نے جامع صغیر کے حوالہ سے نقل کیا ہے جو اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی ہر جمعہ کو زیارت کرتا ہے اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ اور فرماں برداروں میں لکھ دیا جاتا ہے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر جمعہ کو اشراق کی نماز کے بعد والد کی قبر پر تشریف لیجاتے تھے۔ مدرسہ میں ہوتے ہوئے اتفاق ایسا ہوا ہو کہ آپ تشریف نہیں لے گئے ہوں ورنہ اہتمام کے ساتھ خود بھی اور جو حضرات مہمان آئے ہوئے ہوتے وہ بھی ساتھ میں تشریف لے جاتے۔

جمعہ کے بعد قیلولہ کرنا مسنون ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے بعد قیلولہ فرماتے تھے۔ (بخاری: ۱/۱۳۸)

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی جمعہ کی نماز کے بعد کھانا کھا کر قیلولہ فرماتے تھے۔

کثرت سے تیل لگانا مسنون ہے

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی کثرت سے تیل استعمال فرماتے، عموماً سوتے وقت تیل استعمال فرماتے، کبھی کبھار اس کی ناغہ ہوئی ہوگی۔ کثرت تیل کے استعمال کی وجہ سے تکیہ کے اوپر ایک کپڑا رکھواتے تھے۔ وہ بھی تیل کے کپڑے کی طرح ہو جاتا۔ اہل علم وفکر حضرات کے لئے ویسے بھی تیل کا استعمال بہت مفید ہے۔

بالوں کا دفن کرنا

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بال اور ناخن کو دفن کرنے کا حکم دیتے تھے۔ (شعب الایمان: ۲۳۲/۵)

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب سر منڈاتے تو خدام حضرات سے فرماتے جاؤ ان بالوں کو دفن کر کے آؤ۔

جمعہ سے قبل لب اور ناخن تراشنا مسنون ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جمعہ کی نماز سے قبل لب تراشتے اور ناخن کاٹتے تھے۔ (کنز: ۶۷/۷)

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمیشہ حجامت اور ناخن تراشنے وغیرہ کا کام جمعہ کی نماز سے قبل فرماتے تھے۔ اس پر پابندی کے ساتھ عمل فرماتے تھے۔

بغل کے بال اکھاڑنا

بغل کے بالوں میں اصل سنت نتف ہی ہے۔ گو کاٹنے کی بھی اجازت ہے۔ (الدر المنضود)

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمیشہ بغل کے بال اکھاڑتے تھے۔

خوشبو کا استعمال

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی کثرت سے خوشبو کا استعمال فرماتے تھے۔ چنانچہ جمعہ کے روز خود بھی خوشبو استعمال کرتے اور اپنے قریب بیٹھے ہوئے حضرات کو بھی خوشبو لگاتے تھے۔ رمضان المبارک کے مہینہ میں اپنی طرف سے سبھی حضرات کے خوشبو لگواتے تھے۔ اسی طرح جب سبق وغیرہ پڑھانے تشریف لیجاتے اس وقت بھی خوشبو کا استعمال فرماتے تھے۔ جو طالب علم یا کوئی مہمان ساتھ ہوتا اس کو بھی خوشبو لگاتے۔ اسی طرح جلسہ وغیرہ میں جب تقریر کرنے کے لئے بیٹھتے تو بھی کرسی پر بیٹھنے سے قبل خوشبو کا استعمال فرماتے تھے۔

عصر کے بعد اہل خانہ کے پاس جانا

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے پاس عصر کے بعد تشریف لیجاتے۔ (بخاری ومسلم، بحوالہ سبیل الہدیٰ والرشاد: ۹/۶۶)

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر کے واسطے گھر پر تشریف لے جاتے۔

اٹھتے وقت ایک ہاتھ کا سہارا لینا

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مجلس سے اٹھتے تو ایک ہاتھ کا سہارا لے کر اٹھتے تھے۔ (فیض القدیر: ۵/۱۵۴)

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس پر عمل کے جذبہ سے ڈیسک کا سہارا لے کر اٹھتے تھے، اس کے اندر مسکنت کا اظہار بھی ہے، جو تواضع سے پیدا ہوتی ہے۔

ابتداء بالسلام

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سلام میں ہمیشہ پہل فرماتے۔ ہر شخص کو سلام کرتے۔

بڑے ہوں یا جوان یا بچے ہوں سب کو سلام کرتے اور پہل بھی فرماتے تھے۔ موبائل پر بھی فون اٹھاتے ہی السلام علیکم ہی کہتے۔ کبھی آپ کو ہیلو وغیرہ الفاظ استعمال کرتے نہیں سنا گیا، بلکہ آپ ”السلام قبل الکلام“ پر عمل فرماتے تھے۔ اور فون پر سلام کرنے میں آپ سے کوئی سبقت نہیں کرسکتا تھا۔ اس کی اتنی پختہ عادت گئی تھی۔

نیز تیامن کی عادت بھی حضرت مفتی صاحب پر غالب تھی۔ یہاں تک کہ جب کسی کا فون آتا، تو حضرت داہنے ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے ہی ریسیو والا بٹن دباتے تھے۔

مسجد میں تشریف لیجانے کا اہتمام

نماز باجماعت ہمیشہ مسجد میں ادا فرماتے، چاہے کیسی ہی تکلیف ہو۔ جب حضرت کی آنکھ کا آپریشن ہوا، عصر کی نماز مسجد میں باجماعت پڑھی اور آپریشن کے بعد فوراً مسجد میں تشریف لائے اور مغرب کی نماز بھی مسجد میں جماعت سے ادا فرمائی، معذوری کا بھی خیال نہیں فرمایا۔

قراءت مسنونہ کا اہتمام

نماز کے اندر ہمیشہ قرأت مسنونہ کو پسند فرماتے، خاص طور پر جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۂ سجدہ اور سورۂ دہر کا خاص اہتمام فرماتے، اس کے خلاف ہونے پر بعض مرتبہ تنبیہ بھی فرماتے۔

ہمیشہ باوضو رہتے

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عادت شریفہ ہمیشہ باوضو رہنے کی تھی، بعض مرتبہ اگر وضو فرمانے میں دشواری ہوتی تو تیمم فرمالیتے، سردیوں کے زمانہ میں حضرت کی آنکھ کا آپریشن ہوا، رات کو تقریباً ڈیڑھ بجے پیشاب کی حاجت ہوئی، تو پیشاب کے بعد تیمم فرما کر

ارشاد فرمایا: اس کی بھی تو اجازت ہے۔

ایصال ثواب کا اہتمام

کوئی شخص اپنے متعلقین میں سے کسی کے انتقال کی خبر دیتا یا کسی شخصیت کے انتقال کی خبر معلوم ہوتی، مسجد میں فرض نماز کے بعد تمام طلباء واساتذہ کو "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد" دس مرتبہ اوّل آخر درود شریف تین تین مرتبہ پڑھنے کا حکم دیتے، اگر کسی اکابر کی وفات کی خبر آتی تو یہ بھی ارشاد فرماتے کہ اپنے اپنے طور پر بھی ایصال ثواب کا اہتمام کریں۔

موجودہ تعزیتی جلسے

تعزیت کی رسمی کارروائیوں اور تعزیتی جلسوں کا جو آج کل رواج چل پڑا ہے ان رسمی کارروائیوں کو کچھ ایسی حیثیت دے دی گئی ہے کہ اگر ان تعزیتی جلسوں کو نہ کیا جائے تو گویا اہل میت کی حق تلفی ہوئی۔ اور اس سے بھی آگے بڑھ کر اظہار رنج وغم کے لئے مدارس میں تعطیل تک کی جانے لگے جو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بالکل بھی پسند نہیں تھا۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو بس ایصال ثواب اور قرآن کریم کی تلاوت کا اہتمام فرماتے تھے اور بعض حضرات تو اس سے بھی آگے بڑھ کر بڑے فخریہ انداز میں اپنے اس کمال کا اظہار فرماتے ہوئے اخبار کے ذریعہ اس کی تشہیر کراتے ہیں کہ فلاں مدرسہ میں حادثہ کی اطلاع ہوتے ہیں فوراً تعلیم بند کر دی گئی اور قرآن خوانی اور تعزیتی جلسہ کیا گیا۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان حضرات کے اس طرز عمل کو نہایت ناپسند فرماتے کہ محض جلسے کرنا کافی نہیں ہے، بلکہ تلاوت کلام پاک اور ان کے طرز عمل کو اپنی زندگی میں لانے کی ضرورت ہے۔

مزارات پر تشریف لے جانے کا معمول

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکابر اہل اللہ کے مزارات پر حسب موقع تشریف لے

جاتے، عید الفطر کے ایک دو روز بعد مزار قاسمی، گنگوہ شریف، تھانہ بھون، جلال آباد، جھنجھانہ، سرہند شریف، کلیر شریف، اجمیر شریف اور براس وغیرہ تشریف لے جاتے۔

خادموں کے ساتھ حسن سلوک

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ کو منہ بولا بیٹا بنا رکھا تھا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا حضور اکرم سے کوئی نسبی اور خونی رشتہ نہیں تھا، لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی پرورش فرمائی اور بیٹے جیسا سلوک فرمایا۔ اخیر تک زندگی کے ہر موڑ پر دستگیری فرمائی حتی کہ شادی بھی کرائی، اس قصہ سے معلوم ہوا کہ کسی خادم کے ساتھ جو اسی کا ہو کر رہ گیا ہو احسان کرے اور اخیر تک کرتا رہے۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کرکے دکھایا۔ ہمارے اکابر حضرات کا بھی اسی سنت کے مطابق عمل تھا۔ چنانچہ اسی جذبہ شفقت کی وجہ سے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اولاً حافظ صغیر عالم صاحب دامت برکاتہم جو دار العلوم میرٹھ کے قیام کے زمانہ میں حضرت کے سفر و حضر میں ساتھ رہتے تھے۔ حضرت کی شب و روز خدمت کرتے تھے، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے محض فرط شفقت کی وجہ سے اپنی بہن سے نکاح کرایا۔ آخر میں مولانا پرویز صاحب دامت برکاتہم جو کم عمری کے زمانہ سے ہی مدرسہ میں داخل ہو گئے تھے اور حضرت سے تعلق ہو گیا تھا۔ رسماً فضیلت کے بعد حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نکاح بھی کرایا، اور اخیر تک برابر شفقت کا معاملہ فرماتے رہے۔ اور دیگر خدام حضرات کی ضرورت کا بھی خاص خیال فرماتے اور حسن سلوک کا معاملہ فرماتے تھے۔

جلسہ میں کھانا

عموماً حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جلسہ وغیرہ میں کھانا نہیں کھاتے، بلکہ اگر جلسہ وغیرہ اتنے فاصلہ پر ہوتا کہ وقت پر بھی پہنچ جائیں گے اور کھانا بھی مدرسہ میں کھالیں گے تو

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ میں ہی کھانا کھا کر تشریف لے جاتے، اگر دور زیادہ ہوتا یا کوئی مخصوص حضرات میں سے ہوتے اور وہ حضرت کے مزاج کی رعایت کرتے تو حضرت قریب کے جلسوں میں بھی کھانا تناول فرماتے۔

کھانے میں عیب نہ نکالنا

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ عادت کبھی بھی کھانے میں عیب نکالنے کی نہیں رہی، بعض دفعہ کھانے میں مرچیں تیز ہوتیں، بعض دفعہ بڑے کا گوشت ہوتا اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کا اس کا پرہیز ہوتا، میزبان کے یہاں صرف اس کا انتظام ہوتا، مرچیں اپنے ذوق کے مطابق خوب ڈالی ہوتیں، مگر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کبھی زبان پر نہ لاتے، بعض دفعہ چند لقمے ہی تناول فرماتے، مگر میزبان حضرات پر کبھی ظاہر نہ ہونے دیتے، کھانے کے بعد میزبان سے ملاقات فرماتے، ان کا شکریہ ادا کرتے، اوران کو دعا دیتے، اور کھانے کی کچھ تعریف بھی فرماتے کہ کھانا بہت عمدہ ہے تا کہ ان کی دل شکنی نہ ہو۔

گھر میں کھانا بنانے والیوں کا شکریہ بھی ادا کرتے، ان کے محرم لوگوں سے فرماتے کہ بھائی ان کا بھی شکریہ ادا کرنا اصل تو ان ہی کی محنت ہے، تمہارا ہمارا کیا۔

غیر مدعو حضرات کی کھانے میں شرکت

میزبان جتنے حضرات کی دعوت کرتا اس سے زائد لوگوں کا میزبان کے یہاں پہنچنا حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سخت ناپسند ہوتا، جیسا کہ عموماً جلسہ وغیرہ کے موقع پر ہوتا ہے، میزبان نے دس آدمیوں کا انتظام کیا اور وہاں بیس پہنچ گئے، جس سے میزبان کو سخت تکلیف ہوتی ہے، بروقت انتظام کرنا بھی دشوار ہوتا ہے، ان چیزوں کی بدنظمی و بے ضابطگی کی وجہ سے حضرت نے اپنا معمول مدرسہ میں کھانا کھا کر جانے کا بنایا تھا، جو علماء حضرات آتے یا جلسہ وغیرہ کی

تاریخ لینے کیلئے آنے والے حضرات کو عموماً اس کی طرف بہت توجہ دلاتے تھے۔

منکرات پر نکیر

خلاف سنت اور خلاف شرع چیزوں سے آپ انتہائی درجہ ناراض ہوتے تھے، شادی بیاہ کے موقع پر جن میں غیر شرعی چیزیں ہوتیں، لمبی لمبی باراتیں گانا بجانا فلمیں بنانا اور عورتوں کا مردوں کے ساتھ اختلاط ہونا حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس میں شرکت نہیں فرماتے، شہر میرٹھ کے اندر ایک صاحب جو کہ صاحب تمول تھے، حضرت کے پاس آئے اور نکاح پڑھانے کی درخواست کی۔حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی درخواست اس شرط کے ساتھ قبول فرمائی کہ وہاں کوئی غیر شرعی چیزیں نہیں ہونی ہوگی۔انہوں نے کہا: ٹھیک ہے،کوئی خلاف شروع چیز نہیں ہوگی، اتفاق سے حضرت اقدس مفتی احمد خانپوری شیخ الحدیث تعلیم الدین ڈابھیل بھی آئے ہوئے تھے۔حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو بھی ساتھ لیا اور مدرسہ سے روانہ ہو گئے۔وہاں جا کر دیکھا عالیشان گیٹ سجا ہوا ہے اور دیگر خرافات ہو رہی ہیں، بس حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بھائی گاڑی واپس لے لو۔ چنانچہ واپس آ گئے اور اس میں شرکت نہیں فرمائی۔

اسی طرح کا ایک واقعہ اور پیش آیا تھا، نکاح سے متعلق وہ صاحب حضرت سے بہت دیرینہ تعلق بھی رکھتے تھے اور ذمہ دار حضرات میں سے تھے،لیکن جب معلوم ہوا کہ وہاں غیر شرعی چیزیں ہو رہی ہیں تو آپ تشریف نہیں لے گئے، وہ صاحب کافی ناراض بھی ہوئے۔مگر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی، اور اس موقع پر ارشاد فرمایا: کہ کوئی ناراض ہو یا خوش ہو اگر غیر شرعی چیزیں ہوں گی تو ہم شرکت نہیں کریں گے، وہ ناراض ہوں تو ہوں۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر بہت زور دیتے تھے کہ شادی بیاہ سادگی

اور سنت کے مطابق ہوں۔

موبائل کی گھنٹی سادہ ہونی چاہئے

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اگر کسی کے موبائل میں میوزک والی گھنٹی سنتے، اس پر بھی بروقت تنبیہ فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک صاحب آئے ہوئے تھے، ان کے موبائل پر جو فون آیا تو میوزک والی گھنٹی بجی۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ بھائی! سادہ گھنٹی لگاؤ۔ ان صاحب نے کہا: کہ حضرت اس موبائل میں سادہ گھنٹی نہیں ہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پھر کیا ضرورت ہے ایسے موبائل کی جس میں صرف میوزک ہی میوزک ہو۔ اور غصہ بھرے انداز میں ارشاد فرمایا: کہ ایسے موبائل کو تو توڑ دینا چاہئے۔ اور پھر ارشاد فرمایا: ساؤتھ افریقہ میں ایک صاحب تھے، ان کو میوزک سے اتنی نفرت تھی کہ گاڑی کے اندر کوئی مشین ہوتی ہے جو راستہ بتاتی ہے، وہ اس کو استعمال نہیں کرتے تھے، ان سے معلوم کیا گیا تو بتایا: چونکہ اس میں آواز آتی ہے، اور وہ آواز عورت کی آواز ہوتی ہے۔ اس لئے میں اس کو استعمال نہیں کرتا۔ اور ہم مولانا، علماء، اور صلحاء ہو کر میوزک والی گھنٹی استعمال کرتے ہیں۔ اس لئے ہمیشہ سادہ گھنٹی استعمال کرنی چاہئے۔ ایسا موبائل ہو جس میں سادہ گھنٹی ہو۔

ٹخنوں سے نیچے پائجامہ رکھنے پر تنبیہ

جس کا پائجامہ یا لنگی ٹخنوں سے نیچے دیکھتے، حضرت مفتی مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس پر سخت تنبیہ فرماتے۔ ایک مرتبہ خدام میں سے ایک کا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے دیکھا تو سخت تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا: کہ آپ نے پائجامہ کو ٹخنوں سے نیچا کر رکھا ہے۔ تو ان صاحب نے کہا: کہ حضرت یہ بڑا سل گیا، اس لئے نیچے ہو جاتا ہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: کہ جو زائد ہے اس کو کاٹ دو۔ ہمارے حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک

مرتبہ کپڑے سلوائے، حضرت نے دیکھا تو پائجامہ ٹخنوں سے نیچے تک آ رہا تھا۔ جتنا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے آ رہا تھا، اس کو کاٹ کر اپنی اہلیہ کے سامنے ڈال دیا کہ اس کو تم پہن لینا۔ اور باہر جانے لگے، تو حضرت کی اہلیہ نے روک کر فرمایا: لاؤ میں گوٹ لگا دوں، کوئی کیا کہے گا؟

اس لئے جن حضرات کو فکر ہوتی ہے تو وہ ایک منٹ بھی غیر شرعی چیز کو پسند نہیں کرتے اور ہم ہیں کہ برابر اس کو استعمال کر رہے ہیں۔ اور کوئی فکر بھی نہیں۔

کتاب کا کاغذ عمدہ ہو

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بات پسند تھی کہ کوئی بھی کتاب ہو اس کا کاغذ عمدہ ہونا چاہئے۔ اسلئے اپنی کتابوں کے اندر عمدہ کاغذ لگوانے کا خاص خیال فرماتے تھے۔ اور کسی کتاب کے اندر ردی کاغذ دیکھتے تو اس پر اظہار ناراضگی فرماتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک صاحب حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا سفر نامۂ ہند لے کر حاضر ہوئے، اس کے اندر کاغذ بڑا ردّی قسم کا تھا۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: کہ کم سے کم حضرت کی شخصیت کا ہی خیال فرمالیا ہوتا۔ مطلب یہ تھا کہ اسی وجہ سے عمدہ کاغذ لگوا لیتے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اکثر تصانیف عمدہ کاغذ کے ساتھ منظر عام پر آتی تھیں۔

حیاء و پاکدامنی

ایک بار سفر کر رہے تھے، غالباً سر دھنہ سے دورالہ کیلئے۔ حضرت ایک سیٹ پر بیٹھے تھے، اسی پر ایک عورت برابر میں آ کر بیٹھ گئی، حضرت وہاں سے اٹھ کر دوسری سیٹ پر جا کر بیٹھ گئے، بس پھر کیا تھا، اس عورت نے شور مچا دیا کہ مولانا تو ایسے ہوتے ہیں، ایسے ہوتے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ میں نے اپنے دل کے اندر سوچا کہ تو شور مچا کچھ بھی کر اسی طرح پاکدامنی کی زندگی گذاری۔

اسی موقع پر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مزاحیہ واقعہ اور سنایا: کہ حضرت مولانا سید حفظ الکبیر رحمۃ اللہ علیہ جو مفتاح العلوم کے مبلغ تھے، سفر کر رہے تھے۔ پردہ پر بحث چل رہی تھی، اور خوب نکتہ چینی ہو رہی تھی، اس میں ایک عورت بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی تھی۔ اور اس کی ہاں میں ہاں ملا رہے تھے، اور وہ کہہ رہی تھی کہ کوئی میری بات کا جواب بھی نہیں دے سکتا۔ کسی کے پاس کوئی دلیل ہو تو بیان کریں۔ مولانا خاموشی سے سنتے رہے، جب بہت دیر ہوگئی اور دیکھا کہ وہ خاموش ہی نہیں ہوتی تو مولانا نے فرمایا: محترمہ اگر آپ اجازت دیں تو میں بھی کچھ کہوں؟ اس عورت نے کہا: ضرور کہیئے۔ اگر آپ معقول دلیل بیان کریں تو میں ضرور مان لوں گی، مولانا نے فرمایا: کہ دیکھو! مرد کی شرمگاہ قدرت نے باہر رکھی ہے اور عورت کی اندر، یہ اس کی دلیل ہے کہ مرد کو باہر رہنا چاہیئے، اور عورت کو اندر۔ یہ سن کر وہ بالکل خاموش ہوگئی۔

میزبان کی رعایت

بعض علماء حضرات بیان کے بعد کھانے کو فرماتے، یہ طریقہ بھی حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو انتہائی ناپسند تھا، اس سے میزبان کو پریشانی ہوتی، اس کے بعض مفاسد بھی شمار کراتے کہ بیان رات کو ۱۲ ربجے ختم ہوا، بیچارے گھر والے اس وقت تک انتظار کریں، کھانا ٹھنڈا ہو جائے دوبارہ اس کو گرم کریں، اور بیچاری تمام مستورات جب تک مہمان کھانا نہیں کھالیتے وہ کھانے سے فارغ نہیں ہوتیں، اور اسی چکر میں مرد حضرات بھی اور مستورات بھی جلسہ سننے سے محروم رہتے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ جس وقت میزبان کو سہولت ہوتی اسی وقت کھانا تناول فرمالیتے۔

اچھے کام پر تعریف

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کوئی اچھا کام کرتا یا کسی کی اچھی عادت

کے بارے میں معلوم ہوتا تو اس کی تعریف بھی کرتے اور کچھ انعام بھی مرحمت فرماتے، تاکہ اس کی حوصلہ افزائی ہو۔

تعویذات

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر تعویذ نہیں دیتے تھے، بلکہ اس کے حالات کے مطابق پڑھنے کو بتادیتے، مثلاً اگر کوئی بیماری کی شکایت کرتا تو صبح شام سات مرتبہ سورۃ فاتحہ پانی پر پڑھ کر دم کرلے اور اس کو پی لے، اگر کوئی اثرات کی شکایت کرتا تو فرماتے ہر فرض نماز کے بعد چاروں قل آیۃ الکرسی تین تین بار پڑھ کر اپنے او پر دم کرلو۔ اور اگر کوئی غیر مسلم آتا اس کو تعویذ دیتے اور صبح کے وقت نہا دھو کر ۱۰۰؍مرتبہ "یا رحمن یا ھادی" پڑھنے کی تاکید فرماتے، جو حضرات پرانے تعلقات والے ہوتے تو تعویذ بھی مرحمت فرمادیتے، اکثر دیہاتی لوگوں کو تعویذ دیتے، حفاظت حمل کے لئے روزانہ چھوٹا درود شریف "صلی اللہ علیہ وسلم" ایک ہزار بار پڑھنے کے لئے بتادیتے۔ ان کے علاوہ اور دوسرے وظائف بھی بتاتے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

برائے امراض قلب

"یَا قَوِیُّ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ قَوِّنِیْ قَلْبِیْ" ۷؍مرتبہ ہر نماز کے بعد داہنا ہاتھ قلب پر رکھ کر پڑھیں۔

شروراور اعداء سے حفاظت کے لئے

سورۃ اخلاص، سورۃ فلق، سورۃ ناس، تین تین بار بعد فجر اور بعد مغرب پڑھنا بہت نافع ہے۔

مخالفین کے شر سے حفاظت

"اَللّٰھُمَّ اکْفِنَاہُ بِمَا شِئْتَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَاَعُوْذُبِكَ

مِنۡ شُرُوۡرِهِمۡ" ہرنماز کے بعد ۱۱ر مرتبہ پڑھا کریں۔

شفاء و برائے حفاظت از شرور وفتن و دفع اثرات خارجی

درود شریف تین بار، سورۂ فاتحہ تین بار، آیت الکرسی تین بار، سورۂ اخلاص تین بار، سورۂ فلق تین بار، سورۂ ناس تین بار پڑھ کر دم کرنا اور جو نہ پڑھ سکے ان پر دوسرا دم کرے اور پانی پر دم کرکے پلانا ہر نماز کے بعد، ورنہ صبح وشام روزانہ ۱۱ر مرتبہ پڑھنا بہتر ہے۔

برائے تسہیل وتعجیل نکاح ومناسب رشتہ

(۱)...... والدین یا سرپرست میں سے کوئی پڑھے: "یَا لَطِیۡفُ یَا وَدُوۡدُ" تعداد گیارہ سو گیارہ مرتبہ، بعد عشاء اوّل آخر درود شریف گیارہ گیارہ مرتبہ۔

(۲)......لڑکا یا لڑکی پڑھے: "یَا جَامِعُ" گیارہ سو گیارہ مرتبہ اوّل آخر درود شریف گیارہ گیارہ مرتبہ۔

ہر بیماری سے شفا کے لئے

"الحمد شریف" گیار بار روزانہ پانی پر دم کرکے پلاتے رہیں۔ اس کے بتانے کے بعد کوئی عرض کرتا کتنے دن پڑھیں تو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک چلہ کرنے کا حکم فرماتے۔

حفاظت حمل کے لئے

حاملہ عورت کی لمبائی کے بقدر دھاگا لے کر چالیس عدد کرلیں، اور پھر اس پر چالیس گانٹھیں لگائیں اور ہر گانٹھ پر "الحمد شریف" پڑھے، اور اس کو حاملہ کے پیٹ پر باندھ دے، ان شاء اللہ حمل کی حفاظت ہوگی، جب وضع حمل ہوجائے تو اس دھاگے کو دہرا کر کے بچے کے پیٹ پر باندھ دے۔

وظیفہ "یامغنی"

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خواص حضرات کو "یامغنی" کا وظیفہ بھی کراتے تھے، گذشتہ رمضان میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خدام حضرات کو بھی اس کی ترغیب دی، اس کو عموماً رمضان المبارک میں کراتے تھے، چونکہ یہ پچیس یوم میں سوالاکھ پڑھا جاتا ہے، اور ہر روز پانچ ہزار مرتبہ جس کا طریقہ یہ ہے کہ اوّل غسل کرے، غسل کا موقع نہ ہوتو وضو کرے، پھر دو رکعت نماز پڑھ کر ایک ہزار مرتبہ یامغنی پڑھے، پھر دو رکعت پڑھ کر ایک ہزار مرتبہ اس طرح دو رکعت کے بعد ایک ایک ہزار مرتبے پڑھتے رہیں، دس رکعات پر پانچ ہزار ہوجائے گا، اس کے بعد مزید دو رکعت پڑھ کر دعاء کرے، شروع آخیر میں درود شریف بھی گیارہ مرتبہ پڑھے، یہ وظیفہ پڑھتے ہوئے تصور کرے کہ میرے منہ سے ایک نور نکل رہا ہے، جو پورے بدن کا احاطہ کئے ہوئے ہیں، آہستہ آہستہ وہ نور پھیل کر پورے عالم کا احاطہ کر رہا ہے، اس وظیفہ کو سوالاکھ پورا کرنے کے بعد پھر ہر روز گیارہ سو مرتبہ اوّل آخر درود شریف ۱۱/۱۱ مرتبہ پڑھا جائے گا۔

سوالاکھ پڑھنے کا وقت بھی مقرر ہے، یا تو رات کو مغرب بعد سے صبح صادق سے پہلے پہلے، یا صبح کو اشراق کے بعد سے زوال سے قبل تک، پڑھنے کے بعد دعا کریں، اللہ غناء ظاہری وغناء باطنی نصیب فرمائے۔ اس کو بتانے کے بعد حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے ارشاد فرمایا: ہمارے حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہ نے مجھے جب سے بتایا تب ہی سے اس پر عمل کرتا آ رہا ہوں، گویا پوری زندگی ہی ہوگئی پڑھتے پڑھتے۔

برائے برکت رزق وغنائے ظاہری و باطنی

"یَا مُغْنِيْ" ۱۱۱۱/مرتبہ کسی بھی وقت قبل و بعد درود شریف ۱۱/۱۱/مرتبہ پابندی سے پڑھیں۔

گم شدہ کے لوٹنے کے لئے

اگر کسی شخص کا بچہ یا بڑا ناراض ہو کر گھر سے چلا جاتا تو اس کے لئے ''یامعید'' اس کے نام کے عدد نکال کر ان عدد کے برابر پڑھے۔ یا ''وَاِنَّهٗ عَلٰی رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ'' اس کے نام کے عدد کے برابر پڑھے۔

بواسیر کا چھلا

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بواسیر کے مرض کے لئے ایک چاندی کا چھلا بھی عنایت فرماتے تھے۔

عیدین کے موقع پر عیدی

عید کے روز گھر کے بچوں کو بھی عیدی عنایت فرماتے، مدرسہ کے اساتذہ اور تلامذہ، ملازمین سبھی حضرات کو عیدی تقسیم فرماتے، اساتذہ اور ملازمین کو ۱۰۰؍روپئے طلبہ کرام کو کبھی پچاس کبھی ۲۰؍اور چھوٹے بچوں کو ۱۰؍روپئے عنایت فرماتے۔

تعزیت اور تیمارداری

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کسی کی بیماری کی خبر ملتی یا تو اس کے کسی ساتھی سے اس کی طبیعت معلوم کرتے، اس کو بلا کر دوائی وغیرہ کے لئے کچھ پیسے عنایت فرماتے، عہدہ منصب کے حساب سے معاملہ فرماتے، کسی کے انتقال کی خبر پر اس کے گھر تعزیت کے لئے جاتے، اس کے اہل وعیال کو نصیحت اور تسلی آمیز باتیں ارشاد فرماتے اور کوئی دور جگہ ہوتی تو فون کے ذریعہ تعزیت فرماتے، متعلقین سے صبر وتسلی والے کلمات اور مرحوم کے لئے دعائے ومغفرت فرماتے۔

اکابر کے ساتھ تعلقات

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حسب موقع اپنے اکابر مثلاً: حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب

دامت برکاتہم، حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا پیر جی طلحہ صاحب زیدمجدہم، حضرت شیخ یونس صاحب دامت برکاتہم حضرت مولانا سالم صاحب مدظلہ العالی وغیرہ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے، اور دیگر اہل علم مشائخ کرام سے بھی موقع بہ موقع ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے رہتے تھے۔

القاب وآداب

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے لئے لمبے چوڑے القاب کو پسند نہیں فرماتے، جلسہ وغیرہ کے موقع پر اناؤنسر حضرات جب مدعو کرتے تو وہ برے بڑے القاب استعمال کرتے، حضرت فوراً کرسی پر بیٹھ جاتے اور فرماتے بس کرو، بعض مرتبہ سخت لہجہ میں تنبیہ بھی فرمادیتے۔

اساتذہ حضرات اکابر حضرات جو گذر چکے ان کے لئے نوراللہ مرقدہٗ، رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ لکھنے کی کاتب کو خاص ہدایت فرماتے، اور جو اکابر موجود ہوتے ان کے نام کے ساتھ حضرت اقدس یا حضرت مفتی صاحب یا حضرت مولانا جیسے القاب استعمال فرماتے اور اگر کوئی شخص کسی بزرگ کا نام لیتا حضرت وغیرہ نہ لگاتا تو حضرت سخت تنبیہ فرماتے، اور ارشاد فرماتے ہاں آپ کے تو چھوٹے بھائی ہیں۔

ماکولات ومشروبات

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ پانی نہایت ٹھنڈا نوش فرماتے تھے، گرمیوں کے موسم میں فرج کا ٹھنڈا پانی استعمال فرماتے، گرمیوں کے موسم میں کبھی ٹھنڈے پانی کے اندر نیبو استعمال فرماتے، کسی بھی حلال جانور کا گوشت گلا ہوا تناول فرمالیتے، انڈے، مغز، ساگ، گھیا آپ کے مرغوب سالن تھے، آپ ان کو رغبت سے کھاتے تھے۔

صبح ناشتہ میں اکثر ایک انڈا، اس میں سے بھی خادم کو بچا کر دیتے تھے، یا دودھ میں خاص قسم کی کوئی چیز ملا کر کھاتے، دوپہر کو دو چپاتی یا ڈیڑھ چپاتی، جس کی گولائی آٹھ انگل کے برابر ہوگی، عصر کے بعد چائے، بعض مرتبہ مغرب بعد بھی چائے نوش فرمالیتے۔ عشاء کی اذان پر شام کا کھانا اس میں دو یا ڈیڑھ چپاتی تناول فرماتے۔شب وروز میں بس یہ قلیل غذا تھی، اتنی غذا کے باوجود اتنی ہمت سے اور ہمہ وقت کام کرتے، سوتے وقت ہمیشہ دودھ نوش فرمانے کا معمول تھا۔

کھانے کے آداب کی تعلیم

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے خدام حضرات کو جو کھانے میں شریک ہوتے تھے، بعض مرتبہ کھانے کے دوران کھانے کے آداب بھی بتلاتے رہتے تھے، لقمہ لیکر سالن لینے کا طریقہ بتلاتے، اسی طرح بتلاتے کہ پلیٹ کے تمام حصہ ملوث نہ ہو، چھوٹے چھوٹے لقمے لینے کی تعلیم دیتے، دسترخوان پر کوئی چیز گرجاتی اس کو اٹھا کر کھانے کی تعلیم کرتے، بعض دفعہ خود بھی اٹھا کر کھالیتے، نعمت کی قدر دانی کی تعلیم فرماتے، بعض مرتبہ کوئی صاحب اپنی پلیٹ کو صاف نہ کرتا تو حضرت خود اس کو اٹھا کر صاف فرماتے، اس انداز سے موصوف کی اصلاح بھی ہوجاتی۔

علاج کے بارے میں معمول

بطریق سنت بیماری میں دوا بھی استعمال فرماتے، شوگر کی وجہ سے دوائی کھانا تو ضروری سا ہوگیا تھا، انگریزی یونانی دونوں دوائیں استعمال فرماتے۔

علاج کے سلسلہ میں ہمیشہ معالج کی رائے پر عمل فرماتے تھے۔کھانے پینے میں پرہیز گویا آپ کی عادت مستمرہ تھی، آپ بڑے کا گوشت بہت ہی معمولی کبھی کبھی اور چکنائی اور بادی چیزوں سے ہمیشہ پرہیز فرماتے تھے۔

بعض مقویات دوائیں استعمال فرماتے، خصوصاً خمیرہ آبریشم، جوارش جالینوس، یا

آپ سے محبت وعقیدت رکھنے والے اطباء حضرات گولیاں وغیرہ تیار کر کے پیش کرتے تو گاہے گاہے ان کو بھی استعمال فرمالیتے تھے۔

ملبوسات

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا لباس ہمیشہ سنت کے مطابق اپنے اسلاف کرام کے طرز پر ہوتا۔ آپ کا لباس اکثر متوسط ہوتا تھا اور سفید رنگ استعمال فرماتے، اور طلباء کرام کو بھی تاکید کے ساتھ سفید لباس کی ہدایت جاری فرماتے تھے۔

ہفتہ میں تین لباس تبدیل فرماتے، جمعہ کے روز، اتوار کے روز، بدھ کے روز۔

موسموں کی تبدیلی کے اعتبار سے لباس بھی موسم کے مطابق بدلتا رہتا، سردیوں میں سردیوں کا لباس اور گرمیوں میں گرمیوں کا لباس زیب تن فرماتے۔

ٹوپی

ٹوپی ہمیشہ دو پلی استعمال فرماتے، آنے والے حضرت کو بھی اگر ٹوپی عنایت فرماتے تو دو پلی ٹوپی مرحمت فرماتے۔

کرتا

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کرتہ کلی دار ہوتا، گھٹنوں سے عموماً تین چار انگل نیچا ہوتا تھا، کرتے کے نیچے ہمیشہ بنیان پہنتے تھے۔

پائجامہ

آپ کا پائجامہ نصف ساق سے ذرا نیچا ہوتا تھا، جس طرز کا پائجامہ جیسا کہ اکابر حضرات پہنتے ہیں۔

چادر

سردیوں کے زمانہ میں آپ اونی چادر اوڑھتے تھے، جو زیادہ بھاری اور وزنی

نہیں ہوتی، چادر اکثر بادامی رنگ کی ہوتی تھی۔

موزے

سردیوں کے موسم میں اونی موزے پہنتے تھے، جب سردی تیز ہوتی تو چمڑے کے موزے بھی استعمال فرماتے تھے۔

جوتیاں وچپل

آپ کو جے پوری جوتیاں بہت پسند تھیں، اور اس کو زیادہ تر پہنتے تھے، ایک جوڑی چپل بیت الخلاء کے دروازے کے پاس ہوتی، جنہیں بوقت ضرورت استعمال فرماتے تھے۔

مدرسہ جامعہ محمودیہ

حضرت اقدس فقیہ الامت قدس سرہٗ کے مبارک ہاتھوں سے ۱۴۰۶ھ میں اس کی بنیاد رکھی گئی، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت سے اس جامعہ کیلئے سعی فرمانی شروع کردی اور اپنی پوری زندگی اس جامعہ کی خدمت میں گذاری، حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص اور مساعی حسنہ کی برکت سے جو مدرسہ چند طلبہ اور بعض مدرسین کی محدود تعداد سے شروع ہوا تھا، لیکن تعلیم وتربیت کے قابل رشک انتظام نے ادارہ کو بہت جلد مرجعیت اور محبوبیت دیدی۔ یہاں تک کہ یہ مدرسہ ایک اہم مرکزی علمی جامعہ اور مانا ہوا ادارہ بن گیا۔ اور الحمدللہ وقت اور ضرورت کے عین مطابق اس کی لو اور بڑھ رہی ہے۔

بجھنے سے پہلے میں نے جلائے کئی چراغ
جاری ہے روشنی کا سفر میرے بعد بھی

علی پور کا انتخاب

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دارالعلوم کے قیام کے زمانہ میں یہ فکر تھی کہ میرٹھ کے پاس کوئی بڑا دینی ادارہ ہونا چاہئے، جو شہر کے ماحول سے بالکل الگ ہو، چنانچہ آپ نے اپنی خواہش کا اظہار اپنے شیخ ومرشد حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ سے کیا، حضرت اقدس فقیہ الامت قدس سرہٗ میرٹھ آئے ہوئے تھے، دیوبند واپسی کے لئے اسٹیشن پر تشریف فرما تھے، حضرت نے تھوڑی دیر گردن جھکائی اور فرمایا: مناسب جگہ کی تلاش کرو،

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود ارشاد فرمایا۔ ہم جگہ تلاش کرنے لگے، بہت ساری جگہوں پر جانا ہوا، چنانچہ جگہ کی تلاش میں ہم گھوسی پور پہنچے، وہاں ہماری ملاقات پرمکھ صاحب سے ہوئی، ہم نے ان کے سامنے اپنی بات رکھی، ان سے ہماری پہلی ملاقات تھی، چنانچہ وہ اپنی کافی زمین دینے کو تیار ہو گئے، حالانکہ ہماری پہلی ملاقات تھی، ہم نے وہ جگہ دیکھی، مگر وہ مجھے مناسب معلوم نہیں ہوئی، چنانچہ جگہ کی تلاش میں لگے رہے تاکہ کوئی ایسی جگہ ملے جو بستی سے دور ہو اور روڈ کے کنارے پر واقع ہو۔ جناب پرمکھ انوار صاحب (گھوسی پور) کی یہ علی پور والی جگہ دیکھی ہوئی تھی۔ تو پرمکھ صاحب نے اس جگہ کا ذکر کیا اور معائنہ کرایا۔ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کو یہ جگہ پسند آ گئی۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عبد الغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ استاذ دار العلوم میرٹھ پرمکھ صاحب کے ہمراہ علی پور تشریف لائے، گاؤں کے باثر شخصیت جناب پردھان شکیل صاحب سے ملاقات فرمائی۔ چونکہ پرمکھ صاحب اور پردھان شکیل صاحب کا باہم دیرینہ تعلق تھا۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پردھان شکیل صاحب کے سامنے مدرسہ کے تعلق سے اپنی بات پیش کی۔ مدرسہ کے قیام کی بات سن کر پردھان جی شکیل صاحب نے بڑی مسرت کا اظہار کیا۔ اور عرض کیا: کہ میں مدرسہ کی بات سے بہت خوش ہوں۔ آپ حضرات گاؤں کے دیگر حضرات سے بھی مشورہ فرمالیں۔

بعدہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور پرمکھ صاحب نے گاؤں کے دیگر حضرات سے ملاقات کی اور مشورہ کیا۔ وہ حضرات بھی بخوشی تیار ہو گئے۔ چنانچہ کچھ روز کے بعد حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور شہر کے کچھ ذمہ دار حضرات کی موجودگی میں علی پور کے حضرات نے تقریباً اس وقت ۲۲؍ بیگھہ زمین مدرسہ کو دی۔

یہ جگہ کھنڈرات، گھنا جنگل، چور ڈکیتوں کی آماجگاہ تھی، ہر جرم یہاں ہوتا تھا،

دن میں بھی گاڑی والا یہاں گاڑی نہیں روکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کو اس جگہ میں علمی مرکز بنانا تھا، اس لئے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تلاش بسیار کے بعد یہ جگہ پسند آ گئی۔

اب سے تقریباً تیس سال پہلے اس غیر آباد خطۂ وحشت ناک پر جب ایک مدرسہ کے قیام کا خیال حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذہن میں آیا ہوگا تو قطعاً یہ اندازہ نہ ہوگا کہ چند برسوں میں یہ مدرسہ جامعہ محمودیہ کی شکل میں ڈھل جائے گا، جو اس وقت آپ کے سامنے ہے، لیکن حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دل کے نہاں خانوں میں اعتماد و یقین کی ایک قوت، ضرور موجود تھی۔ اور یہ احساس بھی ہوگا کہ مدرسہ کی تحریک اور قیام میں اس ذات گرامی کا ایماء شامل ہے۔ جس کی دعاؤں اور توجہات کی برکت زمانہ طالب علمی سے ہر منزل پر ابر کرم کی طرح ساتھ رہی یہ ذات گرامی حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت تھی۔ چنانچہ سنہ ۱۴۰۶ھ میں حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک ہاتھوں اس جامعہ کی سنگ بنیاد رکھی گئی۔

جامعہ محمودیہ شہر سے سات کلومیٹر دور قائم کیا گیا، تاکہ کھلی فضاء میسر ہو اور تعلیم وتربیت میں کوئی الجھن و پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے، طلباء کی صحت بھی خوشگوار اور بہتر رہے، اور شہر کی تمام خرافات سے دور رہے اور ہمہ وقت تعلیم میں مشغول رہکر اچھی تربیت واستعداد بنا سکیں۔

حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی

حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ اس مدرسہ کی ابتداء سے زندگی کے آخیر تک سرپرست رہے، آپ کی عقیدت ومحبت کی وجہ سے اس مدرسہ کا نام بھی حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ”جامعہ محمودیہ“ رکھا۔ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہم سب اور پوری امت کی طرف سے بہترین بدلہ عطا فرمائے، جنت الفردوس میں درجات عالیہ نصیب فرمائے۔ آمین!

مدرسہ کا آغاز

حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک ہاتھوں سے سنگ بنیاد رکھنے کے بعد حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا اقبال صاحب مدظلہ کلچھینہ والوں کو جامعہ کا مدرس منتخب فرمایا، چونکہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم میرٹھ میں بھی تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے۔ اور آپ کا قیام وہیں پر رہتا تھا، اس لئے اس وقت مستقل سکونت حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ذرا مشکل مسئلہ تھا۔ حسب فرصت آپ تشریف آوری فرماتے، بنابریں نگرانی کی حیثیت سے حضرت مولانا اقبال صاحب مدظلہ کو منتخب فرمایا، اور برابر خبر گیری فرماتے رہے۔

علی پور والوں کی قربانیاں

جامعہ کے قیام اور اس کی بقاء کے سلسلہ میں علی پور والوں نے جس فراخ دلی اور فیاضی کا ثبوت دیا اس کی مثال نایاب تو نہیں مگر کمیاب ضرور ہے۔ علی پور کے اہل خیر حضرات نے بیرونی طلبہ کے قیام وطعام کے سلسلہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اس طور پر کہ طلباء عظام صبح کا ناشتہ کر کے مدرسہ میں آتے اور دوپہر کا کھانا گاؤں کے لوگ اپنے سروں پر یا بھینسا بگی میں رکھ کر لاتے۔ اور شام کو گاؤں میں جا کر کھانا تناول فرماتے۔ اور وہیں قیام ہوتا۔ چونکہ اس وقت رہائش یہاں کوئی آسان کام نہیں تھا۔ اس طرح یہ سلسلہ کم وبیش تقریبا ایک سال رہا۔ علی پور والوں کا چالیس پچاس طلبہ کے خورد ونوش کا انتظام کرنا اس وقت کے حالات کے پیش نظر یہ بہت بڑی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات جزائے خیر عطا فرمائے۔

لیکن جب طلبہ کی تعداد میں اضافہ ہوا اور رہائشی سہولتیں بھی میسر آ گئیں، نیز قیام وطعام پر اطمینان ہوگیا تو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے طلبہ کے کھانے اور قیام کا انتظام

مدرسہ کے اندر ہی شروع کرادیا۔

جنگل کی صفائی کا اہتمام

مدرسہ کا قیام ایسی جگہ عمل میں آیا تھا جہاں موذی جانوروں کی کافی تعداد تھی۔ خاص طور سے سانپ وغیرہ کافی تعداد میں تھے۔ اس لئے گاؤں والے دس پندرہ ساتھی روزانہ باری باری آتے اور صفائی کا اہتمام کرتے۔ یہاں جنگل کے جانور اتنے زہریلے تھے جس کو ڈس لیتے مشکل سے کوئی بچتا۔ ورنہ جس کو ڈس لیتے مرجاتا لیکن حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کی دعاء کی برکت سے جب سے مدرسہ کا قیام عمل میں آیا کسی طالب علم کو اب تک کوئی گزند نہیں پہنچی۔

علی پور والوں کا پہرہ دینا

۱۹۸۷ء میں شہر میرٹھ کے اندر فرقہ وارانہ فساد ہوا۔ کافی مسلمان جس کی زد میں آئے۔ کافی دن شہر کے اندر کرفیو لگا رہا۔ اسی فساد کی وجہ سے یہ خدشہ پیدا ہوا کہ کہیں غیر مسلم حضرات جامعہ کو کوئی گزند نہ پہنچادیں، یا اساتذہ اور طلباء کو خوفزدہ نہ کردیں۔ ان حالات کو سامنے رکھ کر مشورہ ہوا کہ روزانہ پانچ چھ ساتھی رات کو مدرسہ جاکر پہرا دیں گے، جب تک حالات پر امن اور معمولات پر نہ آجائیں اس کی ذمہ داری کئی حضرات کے سپرد ہوئی۔ ان حضرات نے بحسن خوبی اپنی ذمہ داری کو انجام دیا۔ جب تک حالات پر امن نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کی قربانی کو قبول فرمائے۔

تعمیر دارالحدیث میں پردھان شکیل صاحب کی مخلصانہ کاوش

جامعہ میں کئی سالوں سے دارالحدیث کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔ اس کے لئے زمین کی ضرورت تھی۔ جہاں فی الحال دارالحدیث موجود ہے۔ اس وقت دیوار ٹیڑھی

تھی۔حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوار سیدھی کرنا چاہتے تھے۔اس کے لئے زمین کی ضرورت تھی۔گاؤں کے حضرات بضد تھے کہ دیوار سیدھی نہیں ہوگی،لیکن پردھان شکیل صاحب جو مدرسہ کے ابتدائی زمانہ سے بڑے خیر خواہ تھے۔اور منشی جی نے اس موقع پر بڑی ہمت کا ثبوت دیا،مسلسل کوشش کی،گاؤں والوں کو راضی کیا،اور خود بھی وہی کھڑے ہوکر دیوار سیدھی کرائی،دارالحدیث کی بنیاد تعمیر کرنے میں مدرسین وطلباء کی محنت وجانفشانی کا منظر بھی قابل دید تھا۔پردھان شکیل صاحب اور منشی جی کی سعی اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعاء اور توجہ اور اساتذہ اور طلباء نے جس مخلصانہ ہمت ومحبت اور جوش عمل کا مظاہرہ کیا،اسی کا نتیجہ ہے جو دارالحدیث خوبصورت دیدہ زیب شکل میں موجود ہے۔

اساتذہ کرام اور کل عملہ

اس وقت اساتذہ اور دیگر ملازمین کی کل تعداد تقریباً ۴۱/افراد پر مشتمل عملہ شب وروز خدمت میں مصروف ہے،کل تعداد اساتذہ ۲۷/جو قرآن پاک حفظ وناظرہ وقرأت ودرجات عربی وغیرہ میں مشغول رہتے ہیں۔

جامعہ ہذا کے شعبہ جات

شعبۂ تعلیم:... تمام شعبہ جات میں تعلیم کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے، اس شعبہ کے تحت مندرجہ ذیل شعبہ قائم ہیں:

شعبہ قرآن پاک

اس شعبہ میں نورانی قاعدہ اور قرآن پاک صحت الفاظ اور تجوید کے ضروری قواعد کے ساتھ حفظ وناظرہ اور قران پاک پڑھانے کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے،اس شعبہ میں قابل اساتذہ کرام کی خدمات حاصل ہیں۔

شعبۂ تجوید وقراءت

اس شعبہ میں مفتاح التجوید، جواہر القرآن، فوائد مکیہ اور جامع الوقف وغیرہ اہم کتاب تعلیم کے ساتھ ساتھ بروایت حفص پورے قرآن کا اجرا کرایا جاتا ہے، اس شعبہ میں ۲/ماہرفن اساتذۂ کرام کی خدمات حاصل ہیں۔

شعبۂ فارسی وعربی

اس شعبہ میں مکمل نصاب دورۂ حدیث شریف تک پڑھایا جاتا ہے، اس شعبہ کو ۸/درجات پر تقسیم کر دیا گیا ہے، جن میں تیسر المبتدی سے لے کر دورۂ حدیث شریف تک درس نظامی مطابق دارالعلوم دیوبند نہایت حسن اسلوبی کے ساتھ مکمل کرنے کا نظم ہے۔

دورۂ حدیث شریف

احباب کے اصرار وضرورت کے پیش نظر دورۂ حدیث شریف کا آغاز ۱۴۲۰ھ سے کر دیا گیا، اور ہر سال کافی طلباء دورۂ حدیث شریف سے فارغ ہورہے ہیں، اور ہر سال دورۂ حدیث شریف کے طلباء میں اضافہ ہورہا ہے۔

شعبۂ افتاء

۱۴۲۱ھ میں بعض طلباء کے سخت اصرار پر جو جامعہ ہی میں افتاء کرنے پر مصر تھے، شعبۂ افتاء کا آغاز کر دیا گیا تھا، جو الحمدللہ جاری ہے۔ اس شعبہ میں قابل مفتیوں کی نگرانی میں فتویٰ نویسی کی مشق کرائی جاتی ہے اور دور دراز علاقوں سے طلبہ آکر فتاویٰ نویسی کی مشق کرکے افتاء کی تکمیل کرتے ہیں۔

شعبۂ ہندی وانگلش

اس شعبہ میں بقدر ضرورت ہر جماعت کو ہندی، حساب، تاریخ، جغرافیہ، انگلش کی

تعلیم کا نظم ہے، اس شعبہ میں دو قابل استاذ تعلیم خدمات میں مصروف رہتے ہیں۔

شعبۂ پرائمری

اس شعبہ میں اساتذہ قاعدہ و ناظرہ کے بچوں کو ہندی، انگلش، گنتی پہاڑے اور حساب وغیرہ کی تعلیم دیتے ہیں، تاکہ قواعد کے ساتھ ساتھ انہیں ہندی انگلش اور حساب سے بھی خاطر خواہ فائدہ حاصل ہو۔

نصابِ فاضل دینیات اردو

یہ نصاب ان طلباء کے لئے تیار کیا تھا جو طلباء وقت کی قلت کی وجہ سے تعلیم کو خیر آباد کہہ دیتے ہیں یا جن طلباء کے گھریلو حالات ساز گار نہیں ہوتے، تو وہ حفظ کرنے کے بعد یا حفظ کرنے سے پہلے ہی تعلیم کو چھوڑ دیتے ہیں۔ حضرت اقدس مولانا محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم العالیہ خادم خاص حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فکر اور کڑھن کا اظہار حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا۔ اور دیگر احباب نے بھی اس کی طرف توجہ دلائی۔ کافی غور و خوض کے بعد علماء کی جماعت کے ساتھ مل کر دو سالہ نصاب فاضل دینیات کے نام سے تجویز کیا گیا جو مندرجہ زیل ہے:

سال اوّل برائے درس

تجوید:...... ''معین التجوید'' از قاری سید رضا حسنؒ۔ ''جمال القرآن'' از حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانویؒ مع مشق پارۂ عم مکمل۔

حدیث:...... ''اسبابِ لعنت'' از حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ۔ ''اسبابِ رحمت'' از حضرت اقدس فقیہ الامتؒ۔ ''روضۃ الصالحین جلد اوّل'' از حضرت مولانا محفوظ الحسن صاحب سنبھلیؒ۔

سیرت:......''سیرت طیبہ مکمل'' از قاضی زین العابدین صاحب سجاد میرٹھیؒ۔ ''حقوق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم'' از حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ۔

فقہ:......''تعلیم الاسلام مکمل'' از حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ۔''مسائل وضو، مسائل نماز، مسائل امامت، مسائل سجدۂ سہو'' از مولانا قاری رفعت علی صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند۔''احکام میت'' از مولانا ڈاکٹر عبدالحی صاحبؒ۔

عقائد:......''عقائد علماء دیوبند'' از حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند۔

تاریخ:......''حیاۃ الصحابہ اردو جلد اوّل'' ترجمہ حضرت مولانا محمد عثمان خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔''علماء ہند کا شاندار ماضی جلد اوّل'' از حضرت مولانا محمد میاں صاحب دہلویؒ۔

اخلاقیات:......''حیوۃ المسلمین'' از حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی (۔ ''آداب المعاشرت'' از حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی (۔

شریعت وتصوف مکمل:......از حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب (۔

برائے فرق باطلہ:......ماسٹر امین الدین صاحب پاکستانی کی کتاب جلد اوّل۔

دینی تعلیم کے رسائل: اوّل، دوم، سوم، چہارم مع املاء نویسی۔ از حضرت مولانا محمد میاں صاحب دہلویؒ۔

ادعیہ ماثورہ مکمل۔

سالِ دوم برائے درس

تجوید:......''معرفۃ الوقوف'' از قاری محب الدین صاحبؒ۔''ضیاء القرأت'' از قاری ضیاء الدین صاحبؒ۔ مع مشق پارۂ تبارک الذی واجراء پارۂ عم مکمل۔

حدیث:......''اسبابِ غضب'' از حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ۔

''روضۃ الصالحین جلد ثانی''از حضرت مولانا محفوظ الحسن صاحب سنبھلی۔

سیرت:......''خصائل نبوی''از حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

فقہ:......''مسائل زکوۃ، مسائل جمعہ، مسائل روزہ، مسائل تراویح، مسائل سفر''از مولانا قاری رفعت علی صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند۔''اصلاح الرسوم''از مولانا اشرف علی تھانوی۔

عقائد:......حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب برنی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب''برائے عقائد''

تاریخ:......''حیاۃ الصحابہ اردو جلد ثانی''ترجمہ حضرت مولانا محمد عثمان خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔''علماء ہند کا شاندار ماضی جلد ثانی''از حضرت مولانا محمد میاں صاحب دہلوی۔

اخلاقیات:......''مسدس حالی''از علامہ الطاف حسین حالی۔''تبلیغ دین''ترجمہ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی۔''حدود اختلاف''از حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی قدس سرہٗ۔''ترجمہ عمل الیوم واللیلۃ''مترجم حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب نور اللہ مرقدہٗ میرٹھی۔

برائے فرق باطلہ:......ماسٹر امین الدین صاحب پاکستانی کی کتاب جلد ثانی۔''الجنۃ لاھل السنۃ''از مفتی عبد الغنی صاحب مدرسہ امینیہ دہلی۔''دینی تعلیم کے رسائل: ہفتم، ہشتم، نہم۔از حضرت مولانا محمد میاں صاحب دہلوی۔

کتب برائے مطالعہ

سالِ اوّل

سیرت:......''وصف محبوب''از مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ۔

فقہ:......''بہشتی زیور مکمل''از حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی۔''مسائل

شب برأت‘‘’’مسائل قربانی‘‘ازمولانارفعت علی صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند۔

عقائد:......’’عقائد اسلام ادریسی‘‘ازحضرت مولانامحمدادریس صاحب کاندھلویؒ۔

تاریخ:......’’حیاۃ الصحابہ اردو جلد ثالث‘‘ترجمہ حضرت مولانامحمدعثمان خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

اخلاقیات:......’’الاعتدال فی مراتب الرجال (اسلامی سیاست)‘‘ از حضرت شیخ الحدیث مولانامحمدزکریاصاحبؒ۔’’اخلاقِ نبوی ﷺ‘‘از قاضی زین العابدین صاحب سجادمیرٹھیؒ۔

برائے فرق باطلہ:......’’آئینہ مودودیت از حضرت مولاناحسین احمدمدنیؒ‘‘ ’’مکتوبات ثلٰثہ‘‘ازحضرت مولانارشیداحمدصاحب گنگوہیؒ۔’’چراغ السنۃ‘‘ازحضرت مولانامناظر احسن صاحب گیلانیؒ۔’’مقامع الحدید‘‘ازمولانامحمدحنیف صاحب مبارکپوریؒ۔’’دینی تعلیم کے رسالے پنجم، ششم‘‘ازحضرت مولانامحمدمیاں صاحب دہلویؒ۔

کتب برائے مطالعہ سالِ دوم

حدیث:......’’روضۃ الصالحین‘‘ازحضرت مولانامحفوظ الحسن صاحب سنبھلیؒ۔

سیرت:......’’تاریخ اسلام مکمل‘‘ازحضرت مولاناعاشق الٰہی صاحب میرٹھیؒ۔

فقہ:......’’مسائل خفین‘‘’’آدابِ تلاوت‘‘ازمولانارفعت صاحبؒ استاذ دارالعلوم دیوبند۔

تاریخ:......’’تاریخ اسلام مکمل‘‘ازمولانامحمداکبرخانصاحبؒ نجیب آبادی۔

برائے فرق باطلہ:......’’فتنۂ مودودیت‘‘حضرت شیخ الحدیث مولانامحمدزکریا صاحبؒ۔’’فرق باطلہ کی سرکوبی‘‘ازحضرت مولانامفتی محمودحسن صاحب گنگوہی قدس سرہٗ۔ ’’ردِّ مودودیت‘‘ازمفتی عبدالقدوس صاحب رومیؒ۔’’غیرمقلدیت سے متعلق دارالعلوم دیوبند کے رسائل‘‘

اصلاحِ معاشرہ:...... ''اصلاحی نصاب'' از حضرت تھانویؒ ۔''دینی تعلیم کے رسالے دہم، یازدہم، دوازدہم'' از حضرت مولانا محمد میاں صاحب دہلویؒ ۔(بحوالہ: ماہنامہ المحمود، ذی قعدہ ۱۴۱۸ھ)

شعبۂ دعوت وتبلیغ

یہ شعبہ احکامات اسلام کی تعلیم وتبلیغ کے لئے قائم ہے، جس میں قرب وجوار میں تعلیم سے فارغ ہوکر اساتذہ مشغول رہتے ہیں، اور علاقے میں جاکر اللہ کے بندوں کو اللہ کے احکام کی تبلیغ کرتے ہیں اور ہر ہفتہ جامعہ سے ایک یوم کی جماعتیں روانہ کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے، اور سالانہ امتحان کے بعد چلہ، عشرہ وغیرہ کی جماعتیں نکلتی ہیں۔

جامعہ ہذا کے انتظامی شعبے

دفتر اہتمام، دفتر محاسبی، دارالاقامہ، مطبخ، نشرواشاعت، تعمیرات، تنظیم وترقی۔

دفتر اہتمام

تمام شعبہ جات وجامعہ کی نگرانی وتمام ضروریات جامعہ کی فراہمی کا نظم وغیرہ اس کے فرائض اختیار میں ہیں، اور تمام شعبہ جات کو وقتاً فوقتاً ہدایت جاری کرنا۔

دفتر محاسبی

جامعہ کے جملہ حسابات آمد وصرف کو باقاعدگی سے ضبط کرنا اور محفوظ رکھنا اس کے فرائض میں ہے۔

دفتر تعلیمات

جامعہ کے جملہ شعبہ جات تعلیم کی نگرانی اور ہر شعبہ کے لئے نصاب کی تیاری اور

اس کی تکمیل کی نگرانی نیز امتحانات مدرسہ کی تکمیل کرانا اس سے وابستہ ہے۔

دارالاقامہ

جامعہ ہذا میں مقیم طلباء کی رہائش کرنا اور ان کی نگہداشت کرنا اور باہمی نزاعات کا حکمت عملی اور حسن اسلوبی سے تصفیہ کرانا اس شعبہ سے متعلق ہے۔

مطبخ

جس میں اشیاء خوردنوش کا انتظام اور ان کی حفاظت اور ان کا باقاعدہ حساب اور طلباء کیلئے ناشتہ و دو وقتہ کھانے کا انتظام وغیرہ کا نظم بھی یہی شعبہ انجام دیتا ہے۔

نشرواشاعت

اس شعبہ کے اختیار میں ان لٹریچر اور کتابوں کی اشاعت آتی ہے جو مدرسہ کے مقاصد سے ہم آہنگ قومی وملی مفاد کے مطابق ہوں، اور ان کے ذریعہ فرقِ باطلہ کا رد اور ملت کا دفاع مقصود ہو یا قومی ضروریات اس کی داعی ہوں۔

شعبہ طباعت

مکتبہ محمودیہ بھی جامعہ ہذا کے ماتحت ہی قائم ہے، جس سے فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند الہند کی تصانیف کو شائع کر کے زیادہ سے زیادہ عام کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔

چنانچہ فتاوی محمودیہ کی ۳۱؍جلدیں ترتیب جدید کے ساتھ مع حوالجات شائع ہو چکی ہیں۔

اس کے علاوہ کثیر تعداد میں کتابیں یہاں سے شائع ہو چکی ہیں۔ جنکی فہرست حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کے تحت درج ہے۔

ماہنامہ المحمود

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب قدس سرہٗ جنہوں نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اشاعت دین واحیاء سنت کیلئے قربان کر رکھا تھا۔ دین کے ہر شعبہ کی ترقی کے دل سے خواہاں ہوتے تھے۔ خواہ وہ مدرسہ ہو یا دعوت وتبلیغ یا خانقاہ یا تصنیف وتالیف۔ ان شعبوں کی پوری سرپرستی فرماتے تھے۔ اسی جذبہ کے تحت حضرت فقیہ الامتؒ کی خواہش تھی کہ جامعہ محمودیہ میرٹھ سے بھی ایک خالص علمی، دینی، اصلاحی، اخلاقی ماہانہ رسالہ نکالا جائے۔ اس وقت سے منظوری کی کوشش کی جارہی تھی۔ حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ سے ہی کئی نام دئے گئے تھے۔ حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ نے "الاعتصام" نام کے لئے فرمایا تھا۔ حضرت مفتی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "المحمود"، "الکوثر" نام عرض کئے تھے، اس پر حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ الفاروق بھی دیدیا جائے۔ پھر جو بھی منظور ہو چنانچہ یہ سب نام لکھ کر سرکاری دفتر میں دیدئے گئے تھے۔ بحکم خداوندی "المحمود" نام منظور ہوگیا۔ چنانچہ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ مطابق اکتوبر ۱۹۹۷ء کو ماہنامہ المحمود کے نام سے شروع ہوا۔

(ماہنامہ المحمود: جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ)

الحمدللہ یہ ماہانہ رسالہ اب تک پوری کامیابی وکامرانی کے ساتھ نکل رہا ہے، اور ہر ماہ وقتی ضرورت سے متعلق اصلاحی مضامین اس میں شائع کئے جاتے ہیں، اور الحمدللہ عوام وخواص کی نظروں میں بے حد مقبول ہورہا ہے، اور اس کے ذریعہ بڑی خدمت انجام پارہی ہے، جس کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں آپ سے اپیل ہے کہ خود بھی ممبر بنیں، اپنے دوست احباب کو بھی اس کی ترغیب دیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

شرح خریداری سالانہ 250/-

شعبہ تعمیرات

جامعہ کی تعمیری ضروریات اوران کی نگرانی اس سے متعلق ہے۔

شعبہ تنظیم وترقی

جامعہ ہذا کے لئے مالیات کی فراہمی اورعوام کا جامعہ سے ربط وتعلق پیدا کرنااور اس میں ترقی کی راہیں تلاش کرنااس کی ذمہ داری میں شامل ہے۔

کتب خانہ

کتب خانہ جوقیمتی کتابوں کی ایک معتد بہ مقدار سے معمور ہے، جس میں کئی ہزار کتابیں موجود ہیں اورطلبہ واساتذہ کو درسی کتابیں اوران کی معاون شروحات عاریۃ مفت سال بھر کے لئے دی جاتی ہیں۔

محمودیہ لائبریری

جس میں درسی وغیر درسی مختلف علوم وفنون کی خصوصاً تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، تاریخ، سیرت، عقائد ولغت وغیرہ کتابیں طلباء کی تقریری وتحریری صلاحیت کو اجاگر کرنے کے لئے موجود ہیں۔اور وہیں لائبریری میں بیٹھ کر وقتاً فوقتاً استفادہ کرتے ہیں اوراس مقصد کے لئے کتابوں کا ایک ذخیرہ الحمدللہ موجود ہے۔

جامعہ کی عمارت

یہ بھی کئی حصوں پر مشتمل ہے۔

(۱)......عربی درسگاہیں: جن میں ۹ رکمرے ہیں۔

(۲)......حفظ وشعبۂ قرأت: اس کے لئے دس بڑے کمرے ہیں۔

(۳)...... دارالاقامہ: اس کی کئی عمارتیں ہیں۔جس میں تقریباً اکیاسی کمرے طلباء کی رہائش کے لئے ہیں۔

(۴)...... دارالاساتذہ: جس میں ۱۷رمکان اساتذہ کرام کی رہائش کے لئے ہیں۔جوکہ مع برآمدہ، باورچی خانہ، غسل خانہ وبیت الخلاء کے ہیں، جس میں اساتذہ مع اہل وعیال قیام کرتے ہیں۔

(۵)...... دارالقرآن: فوقانی منزل پر درسگاہیں اور برآمدہ پر ایک بڑا حال کچھ حصہ میں طلبہ قیام کرتے ہیں، اور کچھ حصہ میں درسگاہیں ہیں۔اجلاس وغیرہ کے موقع پر مہمانوں کو کھانا کھلانے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

(۶)...... دارالحدیث: ایک خوشنما ہال ہے، تین طرف بہترین برآمدے ہیں۔

(۷)...... مطبخ: ۲رکمرے اور ایک چھوٹا ہال مطبخ سے متعلق ہیں۔

(۸)...... گودام: ۲رکمرے غلہ کے گودام کے لئے، ۳رکمرے سیمنٹ اور لوہے وغیرہ کے گودام کے لئے۔ایک کمرہ چکی کے لئے ہے۔

(۹)...... دیگر عمارات: تقریباً ۲۶رغسل خانہ اور ۴۵ربیت الخلاء ہیں۔

(۱۰)...... محمود لائبریری: ایک بہت بڑا حال اس کے لئے مستقل ہے، جس میں کثیر تعداد کتب مطالعہ کے لئے دستیاب ہیں۔

(۱۱)...... مہمان خانہ: جس کے لئے چند چھوٹے چھوٹے کمرے اور ایک بڑا مہمان خانہ ہے، ان میں مدرسہ کے آنے والے مہمان حسب مرتبہ قیام فرماتے ہیں۔

(۱۲)...... مسجد: جامعہ کے اندر ایک وسیع وعریض مسجد ایوبی ہے، مسجد کا اندرونی مسقّف دو منزلہ حصہ جس میں تقریباً ۵۰۰رنمازی نماز ادا کرسکتے ہیں، تین منزلہ برآمدہ، جس میں ۵۰۰ نمازی نماز ادا کرسکتے ہیں، اور بیرونی صحن میں تقریباً ۱۰۰۰رنمازیوں کی

گنجائش ہے۔

دارالافتاء

مدرسہ کے دارالافتاء میں ملک بیرون ملک سے اہم دینی سوالات آتے رہتے ہیں، ان کے جواب نہایت تحقیق کے ساتھ لکھے جاتے ہیں، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات وصفات پر اعتماد کے بنا پر اہم دینی مسائل تحقیق میں مدرسہ کے دارالافتاء کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

دارالافتاء میں شعبہ افتاء کے طلبہ ہوتے ہیں، جن کی تعلیم وتمرین کا بھی نظم ہے، ہر سال ہونہار طلبہ اس شعبہ میں تعلیم حاصل کر کے مفتی ہوتے ہیں۔

دارالحدیث

دورۂ حدیث شریف کے طلبہ کے لئے خوبصورت انداز میں دارالحدیث کو بنایا گیا، جب سے دورۂ حدیث شریف کا قیام ۲۴؍شوال المکرم ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۰؍جنوری ۲۰۰۱ء بروز ہفتہ ۹؍بجے عمل میں آیا، جامعہ میں اکابرین حضرات کی تشریف آوری ہوئی، حضرت مفتی ابوالقاسم صاحب دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم دیوبند نے بخاری شریف کا افتتاح کرایا تھا، اور اپنی سند بھی مرحمت فرمائی تھی، اور دوسرے حضرات علماء کرام بھی تشریف لائے تھے، تب سے وفات تک حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی یہاں کے شیخ الحدیث رہے۔

طلبہ کی تیمارداری اور علاج ومعالجہ

طلباء کے لئے دوادارو کا بھی انتظام کیا جاتا، بعض طالب علم کو فی الفور علاج کی ضرورت ہوتی، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ کی گاڑی سے علاج کے لئے روانہ فرماتے، اور اگر خرچ کی ضرورت بھی پڑتی بے دریغ خرچ کرتے اور علاج کا صحیح انتظام کراتے۔

گرم پانی کا انتظام

سردی کے زمانہ میں چوبیس گھنٹہ گرم پانی کا انتظام رہتا، اور یہ انتظام اساتذہ، طلباء سب کے لئے ہوتا، سردی کے زمانہ میں کوئی وقت بھی ایسا نہ ہوتا کہ اس وقت گرم پانی کا انتظام نہیں ہے، اور طلباء کو ادنیٰ درجہ کی بھی تکلیف ہو، یہ گوارا نہیں تھا۔

جنریٹر کا انتظام

طلباء کی سہولت کی وجہ سے ہی مدرسہ میں جنریٹر کا معقول انتظام کیا گیا تھا، اور ایک جنریٹر کے بجائے، تین جنریٹروں کا انتظام رہتا کہ خدانہ خواستہ ایک خراب ہو جائے تو دوسرا موجود رہے، بروقت اس کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جنریٹر کی مزید ضرورت کو دیکھتے ہوئے حضرت نے اپنے سفر حج پر جانے سے پہلے ایک مزید خوب بڑا جنریٹر منگوایا تھا، جو آ تو گیا تھا، مگر حضرت کے نہ رہنے سے تادم تحریر اس کی ابتداء نہیں ہو پائی ہے۔

جنریٹر چلانے کے لئے مستقل ایک ملازم رکھا گیا، جس کی رہائش کا انتظام جنریٹر روم کے متصل کیا گیا، تاکہ جنریٹر چلانے میں معمولی تاخیر بھی نہ ہو، بجلی کسی وقت بھی غائب ہو، دن میں یا رات میں فوراً جنریٹر چلا دیا جاتا ہے، تاکہ اساتذہ، طلباء کو بجلی نہ ہونے کی وجہ سے ادنیٰ درجہ کی بھی تکلیف نہ ہو۔

دارالطلبہ میں بجلی کا معقول انتظام

مدارس میں عموماً درسگاہوں میں بجلی کا اہتمام رہا ہے، دارالطلبہ کی طرف زیادہ توجہ نہیں ہوتی، اور اگر بجلی کا انتظام ہو بھی مگر جنریٹر کی روشنی کا دارالطلبہ میں اہتمام نہیں کیا جاتا، مگر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں دارالطلبہ میں روشنی کا خاص اہتمام تھا کہ جنریٹر کی روشنی جس طرح مسجد و درسگاہوں میں پہنچتی، اسی طرح دارالطلبہ

میں بھی یہ سہولت برابر میسر ہیں۔

فلٹر پانی کا نظم

طلباء کے لئے مدرسہ کے اندر پانی کے فلٹر ہونے کا بھی نظم کیا گیا ہے، تاکہ صحت بھی ٹھیک رہے۔ اس کام کے لئے جامعہ میں کئی مشینوں کا نظم ہے۔

ٹھنڈے پانی کا انتظام

گرمی کے زمانہ میں ٹھنڈے پانی کا بھی معقول انتظام رہتا، اس کے لئے ٹھنڈے پانی کی مشین کا انتظام کیا گیا تھا، جن میں چوبیس گھنٹے ٹھنڈے پانی کی سہولت میسر رہتی، اور مشینیں اس طرح رکھی گئی ہیں کہ دارالطلبہ میں رہنے والے اور درسگاہوں میں پڑھنے والے برابر بسہولت ٹھنڈا پانی استعمال کرسکیں۔

دیگر مدارس میں کوشش

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فکر تھی کہ دیگر تمام مدارس میں بھی طلباء کے لئے یہ سب سہولیات میسر ہوں، تاکہ طلباء عزیز مہمانان کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سہولت کے ساتھ تحصیل علم میں مشغول رہیں، چنانچہ بعض ارباب مدارس کو اس کی طرف توجہ بھی دلاتے تھے۔

تربیت طلباء کا خاص اہتمام

جامعہ ہذا میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم کے ساتھ ساتھ طلباء کرام کی تربیت کا خاص اہتمام فرمایا تھا، اور اس کے لئے ایسے جامع اصول تجویز فرمائے تھے کہ تربیت خود بخود ہو کر رہتی تھی۔ معمولات ملاحظہ ہوں۔

معمولات یومیہ برائے طلباء کرام

(۱)...... بعد فجر شرکت ذکر و تلاوت۔

(۲)......مسجد سے نکلنے پر سلام وسنن کی رعایت کرنا۔

(۳)......صلوۃ اشراق کا اہتمام۔

(۴)......بعدۂ ناشتہ۔

(۵)......مشغولی تعلیم بمدرسہ حسب نظام۔

(۶)......ختم تعلم پر طعام۔

(۷)......بعدہ استراحت و مشغول مطالعہ

(۸)......تیاری نماز ظہر بعداذان۔

(۹)......مشغول تعلیم بمدرسہ حسب نظام۔

(۱۰)......بعد عصر شرکت معمول مسجد۔

(۱۱)......بعدہ طعام کی تقسیم، تفریح و تکمیل ضروریات۔

(۱۲)......بعدہ نماز مغرب کی تیاری۔

(۱۳)......بعد مغرب اوابین میں تلاوت کلام پاک۔

(۱۴)......مشغولی تعلیم تقریباً ایک گھنٹہ۔

(۱۵)......طعام کی تیاری وفراغت۔

(۱۶)......تیاری نماز عشاء بعداذان۔

(۱۷)......بعد عشاء سنن قیام لیل۔

(۱۸)......بعد وظیفہ آیت کریمہ اور درود شریف ودعاء۔

(۱۹)......بعدہ الم سجدہ، سورۂ ملک کی تلاوت۔

(۲۰)......مشغولی تعلیم تقریباً ۴۵ منٹ۔

(۲۱)......تیاری نوم۔

(۲۲)......قبل اذان فجر بیداری حسب نظام۔

فرقۂ باطلہ کی تردید کے لئے طلباء کو متوجہ کرنا

فرقہ باطلہ کی تردید و بیخ کنی کے لئے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ طلباء کرام کو بھی متوجہ فرماتے اور ان کی ذہن سازی کرتے۔ خاص کر افتاء اور دورۂ حدیث شریف جماعت والے طلباء کو اس کی طرف متوجہ فرماتے۔ خاص طور سے موجود دور کا فتنہ ''فتنۂ غیر مقلدیت'' کی طرف ارشاد فرماتے کہ ایک کاپی بناؤ۔ اور اس میں کوئی رفع یدین کے اوپر اور کوئی قرأت خلف الامام سے متعلق کوئی تراویح سے متعلق مضمون لکھ کر مجھ کو دکھائے۔

فتنۂ غیر مقلدیت کی بیخ کنی

چونکہ فی الحال فتنۂ غیر مقلدیت ایک عظیم فتنہ ہے جو کہ اسلام کی بیخ کنی اور امت مسلمہ کے درمیان تفریق آوری و تخریب کاری اور غیر اسلامی ذہن و فکر رکھنے والے بلکہ اسلام سے بغض رکھنے والے حضرات کی فکری یلغار پر منتج ہے۔ بلکہ اس تحریک کا مقصد امت مسلمہ کو صراط مستقیم سے منحرف کرنا ہے۔ جب اس کی سرگرمیاں شہر میرٹھ کے اندر حد سے آگے بڑھیں تو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بروقت ان کا تعاقب کرتے ہوئے ''انجمن تحفظ سنت'' کے نام سے ایک تنظیم قائم فرمائی۔ اس انجمن کے قیام کے عمل میں آنے سے انجمن کے افراد نے محنت کی۔ بہت حد تک یہ فتنہ دب گیا مختلف میدانوں میں انہیں شکست فاش ہوئی۔ اور منہ کی کھانی پڑی۔ انجمن نے اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے شہر کے مختلف علاقوں اور محلوں اور مساجدوں میں اجلاس منعقد کئے۔ اور ماشاء اللہ اس سے کافی فائدہ ہوا۔ ان کے عظائم کمزور ہوئے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی بڑی فکر تھی کہ اس فتنہ کی سرکوبی کی جائے۔ چنانچہ مورخہ ۱۵/۱۶/ ذیقعدہ مطابق ۳/ ۴/ اکتوبر ۲۰۱۲ء بمقام جامعہ محمودیہ غیر مقلدیت کے سلسلہ میں انجمن تحفظ سنت ضلع میرٹھ کے زیر اہتمام دو روزہ

تربیتی اجتماع منعقد ہوا۔ جس میں تقریباً ۴۰۰۰ رمندوبین حضرات نے شرکت کی۔ تاکہ نام نہاد اہل حدیث کی ریشہ دوانیوں سے، ان کی چالبازیوں سے واقف ہوکر ان کے دامِ فریب سے خود بھی محفوظ ہوں۔ اور عوام حضرات کو بھی محفوظ رکھیں۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فتنۂ غیر مقلدیت سے متعلق کئی رسالے بھی تحریر فرمائے جو مندرجہ زیل ہیں:

(۱)......غیر مقلدین کا اصلی چہرہ۔

(۲)......غیر مقلدیت

(۳)......غیر مقلدین ایک تعارف

(۴)......تقلید کی شرعی حیثیت۔

(۵)......رفع یدین اور قرأت خلف الامام

(۶)......غیر مقلدین کی جماعت کے لئے ایک لمحۂ فکریہ

(۷)......تین تلاق سے متعلق تین فتاویٰ۔

آپ نے اس انجمن کی سرپرستی فرما کر اپنے فرض منصبی کو مکمل طور پر انجام دیا۔ گویا کہ اس سلسلہ میں کسی بھی طرح کی قربانی سے دریغ نہیں فرمایا۔

گو نالہ ہو نارسا ہو، نہ ہو آہ میں اثر
میں نے تو در گذر نہ کی جو مجھ سے ہوسکا

اعتکاف فارغین

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى لِلّٰهِ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فِيْ جَمَاعَةٍ يُدْرِكُ التَّكْبِيْرَةَ الْاُوْلٰى كُتِبَ لَهٗ بَرَائَتَانِ بَرَاءَةٌ

مِّنَ النَّارِ وَبَرَاءَةٌ مِنَ النِّفَاقِ (رواہ الترمذی)

[حضرت نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص چالیس دن اخلاص کے ساتھ اس طرح نماز پڑھے کہ تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو، تو اس کو دو پروانے ملتے ہیں، ایک پروانہ جہنم سے چھٹکارے کا، دوسرا نفاق سے بری ہونے کا۔

اس فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے جامعہ میں بالعموم تکبیر اولیٰ کی پابندی کرائی جاتی ہے، لیکن بالخصوص دورۂ حدیث شریف سے فارغ ہونے والے طلباء کو ہر سال اخیر سال میں ایک چلہ کے لئے اعتکاف کرایا جاتا ہے، ادنیٰ سے ادنیٰ غفلت کے ذریعہ اس ثواب سے محروم نہ رہیں، اور گناہوں سے بچنے کی عادت اور نماز کی پابندی کی عادت پڑ جائے۔

طلبہ کی تربیت اور آپ کے عادات

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سفید کپڑے پسند فرماتے اور طلباء کرام کو بھی اس کی پابندی کی تاکید فرماتے۔ داخلہ کے وقت سے ہی جن کے کپڑے رنگین ہوتے ان کو سفید کپڑے پہننے کی تاکید فرماتے۔ مسجد میں جس طالب علم کو بھی رنگین لباس میں دیکھتے اس طالب علم کے استاذ کا نام معلوم کر کے استاذ کو تنبیہ کرنے کا حکم دیتے۔ اسی طرح سروں پر غیر مناسب بال ہوتے اس پر بھی تنبیہ فرماتے۔ کوئی طالب علم داخلہ کے واسطے آتا اور اس کے سر پر غیر مناسب بال ہوتے تو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے: پہلے بال کٹوا کر آؤ۔ پھر داخلہ ہوگا۔ بعض مرتبہ ارشاد فرماتے کہ کیا ان بالوں میں سے دودھ نکلتا ہے؟

اسی طرح کسی طالب علم کا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے دیکھتے اس پر تو سخت ناراض ہو جاتے۔

طلباء کرام کو صبح کے وقت جلدی اٹھانا پسند فرماتے اور اس کی ذمہ داری بھی بعض اساتذہ کے ذمہ فرما رکھی تھی۔

نماز اور درسگاہ کی حاضری لینے کی سخت تاکید فرماتے اور غیر حاضری کو ناپسند فرماتے اور غیر حاضری متعلق حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ کا ملفوظ بھی نقل فرماتے: کہ ایک دن کی غیر حاضری سے چالیس دن کی برکت چلی جاتی ہے۔ اس لئے ہمیشہ سبق کی پابندی کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔

طلباء عظام کو درسگاہ اور کمروں کی صفائی کرنے کا حکم فرماتے اور کبھی کبھی خود بھی جا کر دیکھ کر آتے۔

اسی طرح اشراق، اوابین، تہجد ان تینوں نمازوں کی پابندی کا حکم فرماتے۔ بار بار ان نمازوں کی طرف متوجہ فرماتے رہتے۔

بعض طالب علم روٹی کو مطبخ سے کپڑے کے بغیر لاتے تو اس پر تنبیہ فرماتے اور اگر کسی طالب علم کو دیکھتے کہ روٹی کے اوپر سالن کا برتن کھلا رکھا ہے تو اس پر تنبیہ فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ ہمارے حضرت علامہ رفیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اگر کسی طالب علم کو اس طرح دیکھتے کہ روٹی سالن کے برتن کے نیچے رکھ رکھی تو فرماتے روٹی کا درجہ سالن سے بڑھا ہوا ہے۔ اس لئے روٹی کو سالن کے اوپر رکھنا چاہئے۔ نا کہ اس کے برعکس کرے۔

وقتاً فوقتاً طلبہ کو نصیحت بھی فرماتے، کوئی بھی خاص کمی طلبہ کے اندر آپ محسوس فرماتے تو اس پر طلبہ کو متنبہ فرماتے، جو بیانات حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے طلباء عظام کی تربیت کی غرض سے فرمائے ان کے کچھ اقتباسات پیش خدمت ہیں۔

ادب کی اہمیت

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ!

"یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ"

(سورہ حجرات:۲)

[نبی کے سامنے تمہاری آواز بھی بلند نہیں ہونی چاہئے۔]

یہ ادب حضرت نبی کریم ﷺ کا بیان کیا گیا ہے، اور یہی ادب اپنے والدین، اپنے اساتذہ، مشائخ، علماء کرام کا بھی ہے۔

"وَلاَ تَجۡهَرُوۡا لَهٗ بِالۡقَوۡلِ كَجَهۡرِ بَعۡضِكُمۡ لِبَعۡضٍ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُكُمۡ"

(ایضًا)

اس آیت کریمہ میں یہ اندیشہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اپنے بڑوں کی بے ادبی یہ ذریعہ بن سکتی ہے اعمال کے برباد ہونے کا۔ یہ جو آداب ہیں انہی کے ذریعہ پوری شریعت کی حفاظت ہوتی ہے، اس لئے کہ اگر ادب کو ختم کیا، پھر کل سنتوں کا نمبر آئے گا، پھر واجبات کا، پھر فرائض کا، پھر عقائد کا اور عقائد ختم ہونے سے ایمان ختم ہو جائے گا۔ بے ادبی کو معمولی سی چیز جاننا بہت زیادہ خطرناک ہے۔

"اِنَّ الَّذِيۡنَ يَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَهُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ لِلتَّقۡوٰى لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّاَجۡرٌ عَظِيۡمٌ"

(سورہ حجرات:۳)

اس آیت میں ان لوگوں کی تعریف فرمائی ہے، جو اپنے بڑوں کے ساتھ ادب سے پیش آتے ہیں۔

ترجمہ:...... جو لوگ اللہ کے رسول کے سامنے اپنی آواز کو پست کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو تقویٰ کے لئے آزمالیا ہے۔ ان کے لئے مغفرت کا اعلان ہے۔ اور اجر عظیم کا وعدہ ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

ادب ہی سے انسان انسان ہے
ادب جو نہ سیکھے وہ حیوان ہے

ادب اللہ کے فضل کا ایک تاج ہے، اسے سر پر رکھو، ادب کا تاج اپنے سر پر سجاؤ، پھر جہاں جاؤ گے عزت پاؤ گے۔

اس لئے ہمیں روزانہ اپنا محاسبہ کرنا چاہئے کہ آج کتنی گندی عادتیں ہم سے دور ہوئیں؟ کوئی لفظ ہماری زبان سے تو غلط نہیں نکلا؟ کوئی بے ادبی تو ہم سے نہیں ہوئی؟ اپنے ساتھیوں سے کہہ دیں کہ اگر ہماری زبان سے کوئی غلط لفظ نکلے تو ہمیں متنبہ کر دیا کریں۔ ہمیں بتادیا کریں۔ اور جو ہماری غلطی بتائے ہم اس کا احسان مانیں گے، نہ یہ کہ ہم اس پر الٹے ناراض ہوں گے۔ اگر ہمارے کپڑے پر گندگی یا نجاست لگی ہو اور کوئی ہمیں بتادے تو اس کا شکریہ ادا کرنا چاہئے؟ یا لڑنا چاہئے؟ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!

سنت کی اہمیت

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ!

تمام طلباء کو ہر نماز تکبیر اولیٰ کے ساتھ پڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور ابھی سے ان چیزوں کی عادت ہونی چاہئے۔ نماز سے پہلے نماز کے بعد کی سنتیں، نفلیں، یہ معمولی چیزیں نہیں ہیں۔ آج ہمارے ذہنوں سے ان چیزوں کی وقعت نکل گئی ہے۔ حالانکہ نماز سے پہلے اور بعد کی سنتیں اور نفلیں یہ بہت اہم ہیں۔ اور انہیں کے پڑھنے سے نماز کے اندر قوت پیدا ہوتی ہے، جمال پیدا ہوتا ہے، کمال پیدا ہوتا ہے، سنتیں نفلیں ختم کر دی جائیں، تو فرائض بھی بے نور ہو جاتے ہیں۔ بے وقت ہو جاتے ہیں، ان کا حسن و جمال ختم ہو جاتا ہے، اس لئے نماز سے پہلے نماز کے بعد کی سنتیں اور نوافل کا بہت اہتمام ہونا چاہئے۔ اور جو

مسنون نمازیں ہیں خاص طور پر اشراق، اوابین اور تہجد یہاں پڑھنے کے زمانے سے ان سب چیزوں کی عادت ہوجانی چاہئے۔ بعض طالب علم سوچتے رہتے ہیں کہ ابھی تو ہم طالب علم ہیں، فارغ ہونے کے بعد سب کچھ کرلیں گے، یہ شیطان کا دھوکہ ہوتا ہے، جو طالب علم پڑھنے کے زمانہ میں ان چیزوں کا عادی ہوگیا، تو ہوگیا، پھر فارغ ہونے کے بعد ان سب چیزوں کا عادی ہوجانا آسان کام نہیں ہے، بہت مشکل ہے۔ اس لئے پڑھنے کے زمانہ میں ان تمام سنن ونوافل کا ہم کو عادی ہوجانا چاہئے۔ اسی طرح اور جو دوسرے کام ہیں مثلاً کھانا ہے، پینا ہے، سونا ہے، ان سب چیزوں کے اندر اتباع سنت کی کوشش کرنی چاہئے۔ ابھی سے ان چیزوں کی عادت ڈالنی چاہئے۔ کھانا کھانے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ اور مسجد کے داخل ہونے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ نکلنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ استنجاء کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ سونے کے وقت سونے کا مسنون طریقہ کیا ہے۔ ہر ہر چیز میں اس کی کوشش ہونی چاہئے کہ ہمارے کام سنت کے مطابق ہوں، جو کام جتنا سنت کے مطابق ہوگا اتنا بارونق ہوگا، اس میں حسن و جمال ہوگا، اس لئے ہر ہر کام میں اتباع سنت کی پوری پوری کوشش کرنی چاہئے۔ کوئی بھی کام کریں تو پہلے سوچ لیں کہ اس کا سنت طریقہ کیا ہے؟ مسنون طریقہ کیا ہے؟ جو چیزیں مباح ہیں، اتباع سنت کی نیت سے کریں، اگر ہم ان میں اتباع سنت کی نیت کرلیں تو وہ چیزیں بھی عبادت بن جاتی ہیں، جیسے کھانا کھانا ایک مباح چیز ہے، اگر ہم اس میں سنت کی نیت کر لیں کہ سنت طریقہ کیا ہے؟ تو اب یہ کھانا عبادت بن جاتا ہے۔ سونا یہ بھی ایک ضروری چیز ہے، اور ایک مباح چیز ہے، اب اگر ہم سنت کے مطابق سوئیں گے تو یہ سونا بھی عبادت بن جاتا ہے۔ اسی طرح استنجاء جانا، بیت الخلاء جانا، بیت الخلاء سے نکلنا ایک ضروری چیز ہے۔ ہم روزانہ کرتے ہیں، اگر ہم اس میں سنت کی نیت کرلیں اور اس کا استحضار کرلیں کہ سنت طریقہ کیا ہے؟ تو اتباع سنت کی برکت سے ہمارا یہ عمل بھی عبادت بن جائے گا۔

طالب علمی کا زمانہ! یہ چیزیں سیکھنے کا زمانہ ہوتا ہے، علم سیکھنے کا زمانہ بھی ہوتا ہے، عمل سیکھنے کا زمانہ بھی ہوتا ہے، یہی زمانہ اتباع سنت کا بھی ہوتا ہے، اتباع سنت کی پابندی کا زمانہ بھی یہی ہے، کوئی زمانہ الگ سے نہیں آئے گا کہ اس میں ہم عمل کی محنت کریں گے، کوشش کریں گے، سنتوں کا اہتمام کریں گے، سنتوں پر عمل کرنا سیکھیں گے، کوئی الگ سے زمانہ نہیں آئے گا، یہی زمانہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات کو بخشا ہے، اور جو اس زمانہ کی قدر کرتے ہیں وہ کامیاب ہوتے ہیں، طالب علم پڑھنے کے زمانے میں ان چیزوں کی مشق کرتے ہیں، اور پھر اس کے ساتھ ساتھ عمل کی کوشش بھی کرتے ہیں، تو جب آپ حضرات مدرسہ سے فارغ ہو کر جارہے ہوں گے تو علم کے ساتھ ساتھ عمل کے زیور سے بھی آراستہ ہوں گے، اتباع سنت کے نور سے منور ہوں گے، اور آپ کا ہر کام اتباع سنت کے لئے ہوگا، تو یقیناً آپ حضرات جہاں جائیں گے اللہ تعالیٰ آپ کو عزت عطا فرمائیں گے۔ آپ کے فیض کو جاری فرمائیں گے۔ اور جہاں بھی جائیں گے اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں فرمائیں گے۔ آپ کے فیض کو جاری اور ساری فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت شامل ہوگی، اللہ تعالیٰ ہم صحیح سمجھ کی توفیق نصیب فرمائے اور عمل کرنے حبا جذبہ عطا فرمائے۔ آمین!

صفائی ستھرائی کی اہمیت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ!

"یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ" (سورہ مائدہ:۶)

قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ میں اللہ پاک نے اپنے دربار کی حاضری کے

آداب کو بیان فرمایا ہے۔ "یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا" یہ ایمان والوں ہی کے ساتھ خاص ہے۔ایمان والوں ہی کے لئے غالباً صفائی ستھرائی کا اہتمام پایا جاتا ہے، یہ ان ہی کی خصوصیت ہے، اس لئے ایمان والوں کو فرمایا: "یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا" اور فرمایا: "اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ" جب تم نماز کے لئے کھڑے ہونے کا ارادہ کرو اور تمہارا وضو نہ ہو تو اس صورت میں حکم فرمایا: "فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ" آگے پورے وضو کا طریقہ بیان فرمایا: کہ اپنے چہروں کو دھوؤ، اپنے ہاتھوں کو کہنی سمیت دھوؤ، اپنے سروں کا مسح کرو، اپنے پیروں کو ٹخنوں سمیت۔ یہ وضو کرنے کا حکم فرمایا، آدمی چونکہ اللہ کے دربار میں پانچ وقت حاضری دیتا ہے، اس لئے پانچ وقت کی صفائی ستھرائی کا حکم دیا گیا۔

ناک کو صاف کرنے کا حکم دیا، چہرے پر گرد وغبار لگ جاتا ہے، اس لئے چہرے دھونے کا حکم دیا، ہاتھوں کو استعمال کیا جاتا ہے، ہاتھوں کو دھونے کا حکم دیا گیا، پیروں پر گرد وغبار لگ جاتا ہے، پیروں کو دھونے کا حکم دیا۔

مسواک کرنے کی تو کتنی تاکید کی گئی ہے، حضرت نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مسواک کی اتنی تاکید کی کہ مجھ کو یہ اندیشہ ہوا کہ مجھ پر مسواک کو فرض کر دیا جائے گا۔اور حضرت نبی کریم ﷺ کتنی کثرت سے مسواک فرماتے تھے۔

جمعہ کے دن غسل کرنے کو مستقل سنت قرار دیا، اور سنت ہی نہیں بلکہ اتنی بڑی عبادت قرار دیا گیا کہ جو آدمی جمعہ کے دن صبح سویرے اٹھتا ہے، غسل کرتا ہے، اہتمام کے ساتھ مسواک کرتا ہے، اچھے کپڑے پہنتا ہے، خوشبو لگاتا ہے، اور مسجد میں سویرے آتا ہے، فرمایا: کہ ہر ہر قدم پر سال بھر کی نفلی عبادت اور سال بھر کے نفلی روزوں کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے۔

اسی طرح خوشبو لگانے کو بھی انبیاء علیہم السلام کی سنت قرار دیا گیا ہے۔

حضرت نبی کریم ﷺ خاص طور سے خوشبو استعمال کرتے تھے، گندی چیز جس سے بدبو ہوتی ہے اسے منع قرار دیا گیا، جیسے آدمی کچا لہسن یا پیاز کھائے، فرمایا حضرت نبی کریم ﷺ نے کہ: جو شخص لہسن یا پیاز کھائے تو جب تک بدبو دور نہ ہو جائے ہماری مسجدوں میں نہ آئے، ہماری مسجدوں کے قریب نہ آئے، مسجد میں تو آنا ہی ہے۔ چونکہ لہسن پیاز کھانے والوں سے فرشتوں کو اذیت ہوتی تو بیڑی سگریٹ پینے والوں سے بدرجہ اولیٰ تکالیف ہوگی۔

تو اسلام میں جتنی صفائی ستھرائی کی تاکید ہے کسی اور مذہب میں نہیں ہے، اسی لئے آپ نے دیکھا کہ باقاعدہ ناخنوں کو کاٹنا ہفتہ میں ان کو عبادت قرار دے دیا، کیونکہ ناخن بڑے ہوتے ہیں، ان میں میل کچیل جمع ہوتا ہے، اس لئے ناخنوں کے کاٹنے کو عبادت قرار دیا، مونچھ بڑی ہوتی ہے، اور برتن میں داخل ہوتی ہیں اور وہ نظافت کے خلاف ہے، اس لئے اس کو کاٹنے کا حکم دے دیا کہ مونچوں کو کاٹو، اسی طرح جو صفائی ستھرائی کے عمل ہوتے ہیں ان کو خاص طور پر دھونے کا حکم دیا۔

اس لئے طالب علم کی ایک ایک چیز سے سلیقہ مندی ظاہر ہونی چاہئے، کیونکہ یہ طالب علم ہے، یہ حضرت نبی اکرم ﷺ کا نائب ہے، یہ سید المرسلین ﷺ کا وارث ہے، دیکھو اس کے اندر کس طرح صفائی ستھرائی ہے۔ یہ نہیں کہ لنگی اسی طرح پڑی ہوئی ہے، اور کپڑے یونہی پڑے ہوئے ہیں، برتن بھی یونہی پڑے ہوئے ہیں، برتنوں کو صاف ستھرا کر کے ان کو قاعدے سے سلیقہ سے رکھنا چاہئے۔ کپڑے بالکل صاف ستھرے کر کے صحیح طریقے پر رکھنے چاہئیں اور گندے کپڑے ہوں تو ان کو لپیٹ کر الگ رکھنا چاہئے کہ ان پر کسی کی نظر نہ پڑے، اگر کوئی آدمی کمرے کے اندر آئے تو وہ سلیقہ مندی محسوس کرے کہ یہ کسی طالب علم کا کمرہ ہے، ایسا نہیں کہ یہ کسی بے ہودہ آدمی کا کمرہ ہے۔

اسی طرح بیت الخلاء میں بیٹھے ہیں اور اسی طرح اٹھ کر چل دیئے، اسے صاف

بھی نہیں کیا اور اب اس میں دوسرے آنے والے کو اس سے تکلیف ہوگی، اور بعد میں آنے والا کہے گا کہ کون بے ہودہ آدمی تھا کہ بیت الخلا کو گندہ کر کے گیا ہے، صاف کر کے بھی نہیں گیا اور اگر صاف ستھرا کر کے جائے گا تو یقیناً بعد میں آنے والے کا دل خوش ہوگا کہ یہ جو گیا ہے یہ اچھا طالب علم ہے، صفائی ستھرائی اس کی طبیعت میں ہے کہ بیت الخلاء کو صاف کر کے گیا ہے اور وہ بہترین آدمی ہے، اس کے دل میں اس کی عظمت پیدا ہوگی۔

اس لئے ہمیں اس کا عہد کرنا چاہئے کہ ان شاء اللہ ہم صفائی ستھرائی کا اہتمام کریں گے، صفائی ستھرائی کے ہم عادی بنیں گے، صفائی ستھرائی اپنی زندگی میں لائیں گے، دوسری جگہ پھیلائیں گے، اپنے آپ کو اس کی ترغیب دیں گے، اور کوئی چیز بھی گندی ہم برداشت نہیں کریں گے۔ خوبصورتی کے ساتھ صفائی ستھرائی کا اہتمام کریں گے۔

ختم بخاری شریف اور مسلسلات

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول ختم بخاری شریف کے سلسلہ میں کسی کو خصوصی طور پر مدعو کرنے کا نہیں تھا، اس لئے عموماً خود ہی بخاری شریف کا افتتاح کرتے اور خود ہی ختم کراتے اور مسلسلات کا بھی خاص اہتمام فرماتے تھے، البتہ کسی اکابر کی تشریف آوری اس موقع پر ہو جاتی تو ان سے بھی ختم کرا دیتے تھے، بعض مرتبہ اس طرح کا موقع بھی پیش آ جاتا تھا۔ تمام اساتذہ تمام طلبہ اس میں شرکت کرتے تھے۔ اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پوری شرح و بسط کے ساتھ تقریر فرماتے تھے، اور اپنی سند بھی حاضرین کو عنایت فرماتے، چنانچہ اپنی سند عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے:

کہ حدیث شریف کی خصوصیات میں ایک خصوصیت تسلسل ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ سے جو چیز جس طرح ثابت ہو اس کو اسی طرح حفظ رکھنا، اس کی مختلف صورتیں ہیں۔ منجملہ ان کے مسلسل بالاولیت ہے، یعنی ہر محدث نے اپنے استاذ سے سب سے پہلے یہ حدیث سنی ہے۔

"الراحمون یرحمھم الرحمن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء"

آپ یہ حدیث شریف سنا کر فرماتے: کہ یہ مسلسل بالاولیت ہے۔ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے مسلسلات کو پڑھا ہے۔ حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے دو درجن سے زیادہ مرتبہ مسلسلات کو پڑھا ہے۔ اور حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا ہے۔ اسی طرح ایک سند اور بھی ہے میں نے پڑھا ہے حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اور ان کو اجازت حاصل ہے، حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ سے اور ان کو اجازت حاصل ہے حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادی نور اللہ مرقدہٗ سے۔ اور ان کو اجازت ہے، حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نور اللہ مرقدہٗ سے۔

اور اسی طرح مجھ کو اجازت ہے حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی دامت برکاتہم سے، اور ان کو اجازت ہے حضرت شیخ علاءالدین پھلتی رحمۃ اللہ علیہ سے اور ان کو اجازت ہے حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے۔

اسی طرح مجھ کو اجازت ہے رفیق الامت حضرت علامہ رفیق احمد بھیسانوی اور فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہما سے۔ یہ دونوں شاگرد ہیں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے۔

اسی طرح مجھ کو اجازت ہے، حضرت شیخ احمد سورتی رحمۃ اللہ علیہ سے اور ان کو اجازت ہے شیخ عبدالرحمن امروہوی سے اور وہ شاگرد ہیں حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کے۔

تمام آداب کی رعایت کرتے ہوئے ان تمام سندوں کے ساتھ آپ حضرات کو میری طرف سے حدیث نقل کرنے کی اجازت ہے۔اس کے بعد حضرت اس کی تشریح فرماتے جوکہ کافی طویل ہوتی،اختصار کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

اللہ تعالیٰ کی بے شمار صفات ہیں،لیکن تمام صفات پر غالب صفت رحمت ہے۔

"الرحمن علی العرش استوی" یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت پورے عرش کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔اللہ کی رحمت پورے عرش پر چھائی ہوئی ہے۔یعنی ساری مخلوق پر چھائی ہوئی ہے۔اس کی رحمت سے ساری کائنات کا نظام قائم ہے۔اگر ایک لمحہ کے لئے اس کی رحمت ہٹ جائے تو سارا نظام درہم برہم ہوجائے۔

مولانا عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی میں حدیث قدسی لکھی ہے،اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:"میں نے مخلوق کو اس لئے پیدا نہیں کیا کہ میں کوئی فائدہ حاصل کروں،میں نے اپنی مخلوق کو رحمت ومہربانی کے لئے پیدا کی ہے۔"

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی رحمت بنا کر بھیجا،جیسا کہ ارشاد ہے:

"لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ" (سورہ توبہ:۱۲)

طائف کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لم ابعث لعانا انما بعث رحمة"

قیامت کے دن بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "یارب امتی یارب امتی" فرمائیں گے۔
ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:"وما ارسلنك الا رحمة للعالمين"

[آپ پوری امت کے لئے سراپا رحمت ہیں۔]

حدیث پاک میں ہے: "انا رحمة مهداة" اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام انبیاء کرام علیہم السلام میں اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ صفت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں آئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت کی برکت سے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے: "رحماء بينهم"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس رہنے والوں کی دل کی دنیا بدل گئی، اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے زیادہ رحمت کی صفت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں تھی۔ پھر دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اندر بھی صفت رحمت تھی، اور علماء وانبیاء کے وارث ہوتے ہیں، اس لئے خاص طور سے صفت رحمت اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اس لئے کہ جتنی رحمت کی صفت ہوگی اتنا ہی جھکاؤ پیدا ہوگا، اور اتنا ہی فیض جاری ہوگا۔

ہمارے بزرگوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحیح وارث بننے کا ثبوت اپنے عمل سے پیش کر دیا۔

مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب خلیفہ حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہما ایک جگہ مہمان بنے۔ میزبان نے آرام کے لئے چارپائی پر بستر بچھایا، لیکن رات میں دیکھا گیا کہ حضرت تو زمین پر ہیں اور چارپائی پر بلی لیٹی ہوئی ہے۔ معلوم کرنے پر حضرت نے فرمایا: کہ وہ بستر پر آ کر سو گئی تھی، میں نے اس کو جگانا اور اٹھانا مناسب نہ سمجھا، مبادا اس کو تکلیف پہنچے۔

استاذ محترم حضرت علامہ رفیق احمد بھیسانی نور اللہ مرقدہٗ ایک جلسہ میں تشریف لے گئے، حضرت والا کی تقریر دیر میں ختم ہوئی، حضرت کی چارپائی پر اور لوگ سو گئے، حضرت نے ان کو اٹھایا نہیں، بلکہ مسجد میں تشریف لے گئے اور وہاں سوئے۔ آج کے زمانہ میں ہر

آدمی مخدوم بننا چاہتا ہے، نہ کہ خادم، اسی لئے جھگڑا ہے۔

پھر آپ حدیث مسلسل "بقول انا احبك" حدیث مسلسل بالمصافحہ۔ حدیث مسلسل ضیافت بالاسودین پڑھنے کے بعد آخر میں موجود عوام وخواص سبھی سے آپ مصافحہ فرماتے اور زمزم و کھجور کے ذریعہ سب کی ضیافت فرماتے، آپ ہی کی دعاء پر اس مجلس کا اختتام عمل میں آتا۔

اسانید عالیہ

حدیث میں آپ کا سلسلۂ اسناد:

برصغیر ہند میں علم حدیث کے جس قدر سلسلے مروج اور موجود ہیں۔ تقریباً ان سب کا آغاز حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوتا ہے۔ اسی لئے حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کو "مسند الہند" کہا جاتا ہے۔ ہندو پاک میں دینی علوم کا جو کچھ ذوق ہے وہ سب اسی گھرانے کا فیض ہے۔ (تاریخ دارالعلوم دیوبند: ۱/۹۲)

اکابر دارالعلوم دیوبند کے سلسلۂ اسناد میں بھی آپ ہی کی ذات والا صفات مدار و مرجع ہے۔

شاہ صاحب کا خاندان اپنے علم وفضل اور ورع وتقویٰ کے لحاظ سے دہلی میں بہت ممتاز سمجھا جاتا تھا۔ شاہ صاحب کے والد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب "فتاویٰ عالمگیری" کے مصنفین میں سے ہیں۔ شاہ صاحب کا سلسلۂ اسناد اپنے والد ماجد کے واسطے سے علامہ جلال الدین محقق دوانی (متوفی ۱۵۲۱ء) تک پہنچتا ہے۔ اس زمانے میں ہندوستان کے نصاب میں معقولات کا عنصر غالب تھا۔ اسی لئے علم حدیث کی تکمیل اور سند روایت کے لئے شاہ صاحب نے حرمین شریفین کا سفر اختیار فرمایا اور وہاں شیخ ابوطاہر مدنی قدس سرہ اور دیگر

نامور مشائخ سے صحاح کی قرأت وروایت حدیث کی سند حاصل کی اور پھر ہندوستان آ کر اس مبارک فن کی ایسے وقت میں خدمت کی جب کہ یہ مبارک فن عالم اسلام کی درسگاہوں میں انحطاط وزوال کے آخری درجہ پر پہنچ چکا تھا۔ (تاریخ دارالعلوم: ۹۳/۱)

حضرت مفتی فاروق صاحب میرٹھی شیخ الحدیث جامعہ محمودیہ ودارالعلوم میرٹھ کا سلسلۂ حدیث مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ تک کئی طرق سے پہنچتا ہے۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

پہلا سلسلۂ حدیث:

آپ کے استاذ حضرت جی مولانا مسیح اللہ خانصاحبؒ اور حضرت علامہ رفیق صاحبؒ یہ دونوں حضرات شاگرد ہیں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کے، ان کے استاذ شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی، وہ شاگرد ہیں حضرت الامام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے اور وہ شاہ عبدالغنی مجددیؒ کے اور وہ شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے اور شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے اور وہ اپنے والد محترم مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے۔

دوسرا سلسلۂ حدیث:

آپ کو اجازت حدیث حاصل ہے حضرت جی مولانا مسیح اللہ خانصاحب وعلامہ رفیق احمد صاحبؒ سے۔ ان دونوں حضرات کو اجازت ہے حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ سے، ان کو یہ اجازت حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ سے حاصل تھی۔ ان کو حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ سے، ان کو حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ سے، ان کو شاہ ابوسعید دہلویؒ اور ان کو شاہ محمد اسحاق صاحب دہلویؒ سے اور ان دونوں بزرگوں نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے پڑھا اور انہوں نے اپنے والد محترم حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے پڑھا۔

تیسرا سلسلۂ حدیث:

روایت حدیث کی آپ کو اجازت ہے، حضرت جی مولانا مسیح اللہ خانصاحبؒ وعلامہ رفیق احمد صاحبؒ سے، ان دونوں حضرت کو اجازت ہے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہٗ سے ہے، ان کو حضرت شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ سے، ان کو تین مشائخ سے اجازت حاصل ہے۔ حضرت الشیخ المقری عبدالرحمن صاحب پانی پتی، حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوریؒ، اور حضرت مولانا مظہر صاحب نانوتوی قدس سرہٗ سے، ان تینوں حضرات کو حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ سے اور انہیں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے اور وہ اپنے والد محترم حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے شاگرد ہیں۔

چوتھا سلسلۂ حدیث:

حضرت کے استاذ محترم حضرت جی مولانا مسیح اللہ خانصاحبؒ وحضرت علامہ رفیق احمد صاحبؒ، یہ دونوں حضرات شاگرد ہیں حضرت مدنیؒ کے اور ان کے استاذ جلیل حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، ان کو اجازت دی حضرت مولانا مظہر نانوتویؒ نے اور وہ شاگرد ہیں حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ کے اور وہ مولانا رشید الدین صاحبؒ کے اور وہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے۔

پانچواں سلسلۂ حدیث:

آپ نے پڑھا حضرت جی مولانا مسیح اللہ خانصاحبؒ وحضرت علامہ رفیق احمد صاحبؒ، ان دونوں حضرات نے پڑھا ہے حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ سے اور انہوں نے حضرت شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندیؒ سے، انہوں نے اجازت حاصل کی حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوریؒ سے، ان کو اجازت ملی

حضرت مولانا عبدالحیؒ بڑھانویؒ سے، ان کو شاہ عبدالقادر صاحب دہلویؒ سے ان کو شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ سے اور انہوں نے اپنے والد محترم حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ۔

چھٹا سلسلۂ حدیث:

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھا ہے حضرت جی مولانا مسیح اللہ خانصاحبؒ سے اور ان کو اجازت حاصل ہے حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ سے ان کو اجازت ہے حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی سے، اور ان کو اجازت ہے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے۔

ساتواں سلسلۂ حدیث:

آپ کو اجازت حاصل ہے شیخ احمد سورتی رحمۃ اللہ علیہ سے، ان کو حافظ عبدالرحمن صاحب امروہویؒ سے اجازت حدیث حاصل ہوئی، ان کو حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی سے اور ان کو شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ سے اور ان کو اپنے والد محترم شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے۔

آٹھواں سلسلۂ حدیث:

آپ کو شرف تلمذ ہے حضرت جی مولانا مسیح اللہ خانصاحبؒ وحضرت علامہ رفیق احمد صاحبؒ، اور ان دونوں حضرات کو شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے اور ان کو حدیث کی اجازت ہے حضرت مولانا عبدالعلی صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوئی، ان کو حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ سے اور ان کو شاہ عبدالغنی صاحب مجددیؒ سے۔

نواں سلسلۂ حدیث:

آپ نے مسلسلات پڑھی حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور

حضرت فقیہ الامت قدس سرہ سے، اور حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے تین درجن سے زیادہ مرتبہ مسلسلات کو پڑھا ہے۔ (بحوالہ حیات محمود)

اور حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کو اجازت روایت حاصل ہوئی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری ؒ سے۔ ان کو حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی ؒ سے، اور وہ شاگرد رشید ہیں شاہ عبد الغنی مجددی ؒ کے۔ اسی طرح مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپور ؒ کو شیخ عبد القیوم بڈھانوی اور مولانا مظہر نانوتوی ؒ سے شرف تلمذ حاصل ہے اور ان دونوں حضرت کو شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے۔

دسواں سلسلۂ حدیث:

آپ نے حدیث پڑھی حضرت جی مولانا مسیح اللہ خانصاحب ؒ وحضرت علامہ رفیق احمد صاحب ؒ، ان دونوں حضرات نے حدیث پڑھی حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے۔ ان کو روایت حدیث کی اجازت حاصل ہے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری ؒ سے۔ ان کو حضرت مولانا مظہر نانوتوی ؒ سے۔ ان کو حضرت مولانا مملوک علی صاحب ؒ سے۔ ان کو شیخ رشید الدین خان صاحب سے اور ان کو شاہ عبد العزیز صاحب ؒ سے۔

گیارھواں سلسلۂ حدیث:

حدیث میں آپ کے استاذ محترم حضرت جی مولانا مسیح اللہ خانصاحب ؒ وحضرت علامہ رفیق احمد صاحب ؒ، ان دونوں حضرات کے استاذ محترم حضرت مولانا سید حسین احمد احب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو اجازت حدیث حاصل ہے شیخ حسب اللہ الشافعی المکی اور شیخ عبد الجلیل المدنی اور شیخ عثمان عبد السلام ؒ مفتی الحنفیہ اور شیخ سید احمد برزنجی ؒ سے۔ ان سب کو اجازت حاصل ہوئی شاہ عبد الغنی مجددی ؒ سے۔

بارھواں سلسلۂ حدیث:

آپ کو اجازت ہے حضرت مولانا افتخار صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم العالیہ سے ان کو اجازت ہے حضرت شیخ علاء الدین پھلتیؒ سے، اور ان کو اجازت ہے حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی سے، اور ان کو اجازت ہے شاہ عبدالعزیز صاحب دہلویؒ سے اور ان کو اپنے والد محترم حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے۔

یہ سب سلسلہ اسناد منتہی ہوتے ہیں، حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ پر اور شاہ ولی اللہؒ کی سند حدیث مصنف کتاب تک رسالہ شفاء العلیل ترمذی شریف، نسائی شریف اور مؤطا کے شروع میں موجود ہے۔ اورا کابر دارالعلوم ومظاہر علوم کی اسناد کی تفصیل ''العناقیۃ الغالیۃ من الاسناد العالیۃ'' (از مولانا عاشق الٰہی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ) میں ملاحظہ فرمائیں۔ مصنف کتاب سے لے کر سید المرسلین حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کی سند ہر حدیث کے شروع میں ہوتی ہے۔ اس طرح ان واسطوں سے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سند حدیث سید المرسلین حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک متصل ہو جاتی ہے۔

حفظ قرآن پاک پر دعائیہ مجلس کا اہتمام

جن بچوں کا حفظ مکمل ہو جاتا تو اس پر بھی حضرت دعائیہ مجلس کا اہتمام فرماتے تھے اور خصوصاً جمعرات کے دن چونکہ جمعرات کے دن دیگر مہمان کرام بھی تشریف فرما ہوتے، تاکہ ان کے اندر بھی حافظ قرآن بننے یا اپنی اولاد کو بنانے کا شوق پیدا ہو۔

اولاً جو بچے حفظ کر لیتے وہ قرآن شریف کا آخری حصہ اور الم کا پہلا رکوع تلاوت کرتے، پھر اس کے بعد حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کچھ نصیحت فرماتے، مثلاً ارشاد فرماتے: کہ حفظ پورا ہو جانے کے بعد بے فکر نہ ہو جانا چاہئے، بلکہ یاد کرنا چاہئے، اتنا مضبوط یاد

ہوکہ ایک نشست میں سنا سکے، ایک مدرسہ میں جانا ہوا، وہاں لوگوں نے بتلایا: کہ چوبیس دور ہو جانے کے بعد ہی دستار بندی ہوتی ہے، حفظ قرآن بہت بڑی دولت ہے، اس سے غفلت برتنا بہت بڑی کوتاہی ہے، قران کریم کا ایک ایک لفظ دنیا کے سارے خزانوں سے بہتر ہے، دنیا کے لاکھوں خزانے ہوں، قرآن کے مقابلہ میں ان کی کوئی حقیقت نہیں۔

قرآن کریم کے مقابلہ میں دنیوی چیزوں کو دیکھنا ایسا ہے جیسا کہ عرب پتی آدمی مٹھائی کی طرف دیکھے، اور غبّاروں کو دیکھے، قرآن کریم کی دولت کے مقابلہ میں دنیوی سلطنتیں، حکومتیں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے اس لئے کہ حکومتیں، سلطنتیں سب عارضی اور ختم ہونے والی ہیں، لیکن قرآن کریم حافظ قرآن کے ساتھ ہر جگہ موجود حافظ قرآن امریکہ جائے، افریقہ جائے، آسمانوں میں جائے، قبر میں بھی ساتھ، حشر میں بھی ساتھ، حدیث شریف میں آتا ہے کہ قران کریم کفن کو چمٹ جائے گا اور مردہ کو عذاب سے بچائے گا، حافظ قرآن کے ماں باپ کو ایک تاج پہنایا جائے گا اور حافظ قرآن سے کہا جائے گا کہ پڑھتا جا، اور جنت کے درجوں پر چڑھتا جا، حافظ قرآن کا یہ اعزاز و اکرام دیکھ کر وہاں کے لوگ خون کے آنسو روئیں گے کہ ہم نے بھی اپنی اولاد کو قرآن کیوں نہیں سکھایا، حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے سامنے جب اس کا یہ اعزاز ہوگا، وہاں معلوم ہوگا کہ حافظ کا کیا مرتبہ ہے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اهل القرآن اهل الله" [قرآن والے اللہ کے گھر والوں کی طرح ہیں۔]

اور بعض مرتبہ حفظ قرآن سے متعلق کچھ واقعات بھی سناتے، مثلاً:

ایک مرتبہ میرا ڈھاکہ شہر (بنگلہ دیش) جانا ہوا، وہاں کے شیخ الحدیث صاحب سے ملاقات ہوئی، ان کے پچپن بچے تھے، بیٹے، بیٹیاں، پوتے، نواسے وغیرہ سب حافظ قرآن تھے۔ یہ کتنی خوش نصیبی کی بات ہے۔

ایک بار ممبئی شہر میں ایک تقریب میں شرکت کی، وہاں معلوم ہوا کہ بچاس برس کی بوڑھی عورت نے حفظ کیا ہے، اس لئے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ بڑی عمر میں حفظ نہیں کر سکتے۔

جنوبی افریقہ میں حافظ عبدالرحمن میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، ان کو قرآن شریف سے عشق کا تعلق تھا، ساری زندگی قران کے پڑھنے پڑھانے میں گذری، پورا مکان بچوں سے بھرا ہوا رہتا تھا، اخیر میں بیمار ہو گئے، فالج کا اثر ہوگیا، پھر بھی ہر وقت بچوں سے قرآن شریف سنتے رہتے تھے، نورانی چہرہ تھا۔ امام حرم ایک موقع سے جنوبی افریقہ تشریف لائے، وہاں حافظ عبدالرحمن میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کرنی چاہی، کسی نے معلوم کیا تو فرمایا: کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ ہمارے ایک آدمی بھی وہاں ہیں ان سے ملاقات کرنا۔ یہ کتنی بڑی سعادت کی بادت ہے۔

اس لئے اپنے بچوں کو حافظ بنانا چاہئے، اگر کوئی حافظ نہیں بن سکتا مگر حافظ کا باپ تو بن سکتا ہے اور یہ کوئی مشکل نہیں۔

یوم آزادی و یوم جمہوریہ

یوم جمہوریہ اور یوم آزادی کے موقع پر جامعہ میں پرچم بلند کیا جاتا، تقریب کا انعقاد کیا جاتا، جس میں تمام طلبہ اور اساتذہ کرام شرکت کرتے اور حضرت اقدس مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی شرکت فرماتے تھے، اس موقع پر طلباء کو جنگ آزادی کے موقع پر علماء کی کیا قربانیاں ہیں؟ ان سے روشناس کرایا جاتا، تقریب کے اختتام پر وطن کی آزادی کی خوشی میں مٹھائی وغیرہ بھی تقسیم کی جاتی۔

مصارف مدرسہ

مدرسہ کے مصارف کے سلسلہ میں نہایت کفایت شعاری اور احتیاط سے کام لیا جاتا

ہے، اس کے باوجود طلبہ کے طعام وقیام وظائف مدرسہ کے عملہ کی تنخواہوں کی ادائیگی، پانی وبجلی کی فراہمی اور ضروری تعمیرات کے کثیر مصارف اللہ تعالیٰ کے فضل اور اہل خیر حضرات کے تعاون سے پورے ہوتے ہیں۔

مدرسہ میں فراہمی چندہ کے لئے نہ بیرونی سفراء ہیں نہ کسی قسم کا اعلان اخبارات یا اشتہارات کے ذریعہ کیا جاتا ہے، البتہ رمضان کے مہینہ میں مدرسہ کے کچھ اساتذہ کرام اپنے اپنے طور پر چندہ فراہمی کے سلسلہ میں جاتے ہیں بس۔

قیام جامعہ محمودیہ کے لیل ونہار

بعد نماز فجر کے مدرسہ کی مسجد ایوبی میں ذکر کی مجلس ہوتی، عموماً عربی درجات کے طلبہ اور اساتذہ کرام اور جو حضرات بھی مہمان آئے ہوتے وہ سب حضرات مل کر ذکر کرتے، ذکر ۲۰ / یا ۲۵ / منٹ ہوتا، اس کے بعد اشراق کی چار رکعت ادا فرماتے۔

ناشتہ

اشراق کے بعد حضرت کمرہ میں تشریف لیجاتے، خدام حضرات دسترخوان بچھا دیتے، حضرت! حاضرین کو ناشتہ کرنے کا حکم دیتے، اور خود حضرت صرف ایک پیالی چائے کی نوش فرماتے، جو حضرت کی مسند پر ہی پیش کر دی جاتی، البتہ اگر کوئی مہمان خصوصی ہوتے تو حضرت ان کے ساتھ بیٹھ کر تھوڑا بہت کھا لیتے، ناشتہ کے بعد جو مہمان رات سے آئے ہوئے ہوتے اور جانا چاہتے تو ان کو رخصت فرماتے اور اگر ٹھہرنا چاہتے تو فرماتے بھائی آرام کرو اور اندر کمرے کی کنڈی لگا لیتے اور خود بھی تھوڑی دیر آدھ یا ایک گھنٹہ آرام فرماتے۔

تقریباً ساڑھے آٹھ یا نو بجے اٹھ کر استنجاء وغیرہ سے فارغ ہوتے، بعض مرتبہ تکان کی وجہ سے کچھ دیر بھی لگ جاتی، بیدار ہونے کے بعد ایک کپ چائے کوئی رس یا سیب کی دو

تین قاش تناول فرماتے۔

اس کے بعد صبح کو آنے والے مہمان کرام سے ملاقات فرماتے، یا جو حضرات بھی اپنی ضرورت سے ملنا چاہتے تو مل لیتے، بعض مرتبہ بیدار ہونے کے بعد دارالعلوم میرٹھ بھی تشریف لے جاتے، ورنہ مدرسہ اور اپنی تصنیفی کاموں میں مشغول ہو جاتے تھے۔

دوپہر کا کھانا

بارہ ساڑھے بارہ بجے دوپہر کے کھانے کے لئے دسترخوان بچھتا، مہمان کرام کو بلایا جاتا، مہمان حضرات بھی دسترخوان پر شریک رہتے، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سب پر نظر رکھتے، کہاں روٹی کی ضرورت ہے؟ کہاں سالن ختم ہوگیا، خادم سے فرماتے وہاں روٹی رکھو، وہاں سالن لاؤ، فلاں کا ہاتھ نہیں آرہا ہے، رکابی ادھر کو سرکا دو، یا خود مہمان سے فرماتے بھائی آگے کو ہاتھ بڑھاؤ۔ کبھی کوئی لطیفہ بھی سناتے۔

دسترخوان پر ریزے گر جاتے حضرت ان کو اٹھا کر کھا لیتے، کوئی پلیٹ بلا صاف کئے چھوڑ دیتا، حضرت خود اس کو اٹھا کر صاف فرما لیتے۔

کھانے سے فراغت پر شوربا بچ جاتا تو آپ پلیٹ اٹھا کر ایک دو گھونٹ نوش فرماتے، کھانے سے فراغت پر ہاتھ صابن سے دھوتے اور ہاتھوں کو تولئے سے صاف فرماتے، کھانے سے قبل ہاتھ دھوتے وقت صابن بھی استعمال نہ فرماتے اور نہ تولئے سے ہاتھ صاف فرماتے۔ کھانے سے فراغت پر مہمان حضرات کو آرام فرمانے کا حکم دیتے اور اگر کوئی رخصت ہونا چاہتا تو نصیحت کرتے ہوئے اس کو رخصت فرماتے، اس کے بعد قیلولہ فرماتے۔

وضو

اذان کے بعد بیدار ہو جاتے، اگر استنجاء کی ضرورت ہوتی استنجاء فرماتے اور وضو

فرماتے وضو کے بعد تولئے سے چہرہ اور ہاتھ صاف فرماتے اس طرح کہ اول چہرہ صاف فرماتے پھر دایاں ہاتھ پھر بایاں ہاتھ۔

نماز ظہر وعصر اور درمیانی وقت

پھر وضو استنجاء وغیرہ سے فارغ ہو کر کمرے سے مسجد تشریف لاتے، دو رکعت تحیۃ الوضو، دو رکعت تحیۃ المسجد اور چار رکعت سنت ظہر ادا فرماتے، کبھی صرف تحیۃ الوضو اور سنت ظہر اور کبھی صرف سنت ظہر پر اکتفا فرماتے، سنتیں طویل ہوتیں، پھر فرض نماز باجماعت ادا فرماتے، سنن ونوافل سے فارغ ہو کر اوپر اپنے کمرے میں تشریف لے جاتے، کوئی مہمان ہوتا تو اس سے ملاقات کرتے اور چائے کا حکم کرتے، مہمانوں کے ساتھ خود بھی چائے نوش فرماتے، سردیوں میں تین بجے یا سوا تین بجے بخاری شریف پڑھانے کے لئے تشریف لے جاتے، اور گرمیوں میں ساڑھے چار یا پونے پانچ بجے جاتے، عموماً عصر کی اذان دورۂ حدیث شریف میں ہوتی۔ اذان کے بعد تشریف لاتے، اور مسجد میں حاضر ہوتے، چار رکعت سنت العصر ادا فرماتے، کبھی سنتیں پڑھنے کا بھی موقع نہ ملتا کہ نماز کھڑی ہوجاتی، نماز کے بعد پانچ منٹ کا مدرسہ نامی کتاب کی تعلیم ہوتی، حضرت بھی اہتمام کے ساتھ اس میں شرکت فرماتے۔

عصر کے بعد مجلس

نماز سے فراغت کے بعد حضرت اہل خانہ کے پاس تشریف لیجاتے، اہل خانہ کے پاس سے واپسی کے بعد کمرے میں تشریف لاتے، اساتذہ حضرات باذوق طلبہ کرام بھی حاضر ہوتے، تمام حضرات کی خدمت میں سردیوں میں چائے اور گرمی میں شربت روح افزاء پیش کیا جاتا تھا، اساتذہ میں سے کوئی کتاب پڑھتا خصوصاً قاری فیاض صاحب دامت برکاتہم، جس کے مضامین اصلاحی ہوتے، بعض مرتبہ کسی ماہنامہ میں سے کوئی خاص مضمون ہوتا اس کو

سنواتے، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خاموش سنتے رہتے اور بضرورت کوئی جملہ ارشاد فرماتے، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تسبیح ہوتی حسب موقع اس کو بھی پڑھتے رہتے۔

بہت سے حضرات صرف شوق زیارت کیلئے حاضر ہوتے، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجلس میں از خود بہت کم گفتگو فرماتے، کوئی سوال کرتا اس کا جواب مرحمت فرماتے اور پھر تسبیح پڑھنے میں مشغول ہو جاتے۔

بعض مرتبہ کوئی سوال کرنے والا نہ ہوتا تو حضرت سکوت ہی فرماتے، بعض دفعہ سکوت پر ہی مجلس ختم ہو جاتی۔

اذان سے دس منٹ یا پانچ منٹ قبل مجلس ختم ہوتی، اساتذہ سے اگر کوئی بات کہنی ہوتی اس وقت میں فرما دیتے، حضرت مجلس کے اختتام کی دعاء فرماتے اور اساتذہ کو حکم فرماتے کہ طلباء کو مسجد کی طرف متوجہ کرو۔

نماز مغرب وعشاء اور درمیانی وقت

مجلس سے فارغ ہو کر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ صف اولیٰ میں جا کر بیٹھ جاتے، نماز باجماعت کے بعد عموماً چھ رکعات اوابین کی ادا فرماتے، جن میں کم از کم ایک پارہ تلاوت فرماتے، نماز سے فارغ ہو کر کمرہ میں تشریف لے جاتے، اگر کوئی مہمان ہوتا اس کے لئے چائے وغیرہ منگاتے، اس کے بعد کتابوں کے مطالعہ اور اپنے تصنیفی کام میں مشغول ہو جاتے، اذان عشاء سے پانچ منٹ قبل دسترخوان بچھایا جاتا، مہمان حضرات دسترخوان پر حاضر ہو جاتے، اور کھانے سے فارغ ہو کر وضو وغیرہ کر کے مسجد تشریف لے جاتے۔

بعد عشاء

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نماز وسنن ونوافل وغیرہ سے فارغ ہو کر آدھ گھنٹہ

مدرسہ کے صحن میں چہل قدمی فرماتے، ادھر مسجد کے اندر آیت کریمہ، درود شریف کا وظیفہ ہوتا، اور دعاء ہوتی، سورۂ سجدہ اور سورۂ ملک پڑھنے کا اہتمام کیا جاتا، پھر اس کے بعد مہمانوں کے ساتھ چائے نوش فرماتے، اور ان سے ان کے حالات معلوم کر کے تنبیہ فرماتے، اور نصیحت کرتے۔

مہمانوں کا خیال

پھر کسی خادم کو بلا کر مہمانوں کے لئے بستر وغیرہ کرنے کا تقاضہ فرماتے، مہمانوں سے بھی فرماتے کسی چیز کی ضرورت ہو فلاں صاحب سے بتا دینا، خادم سے فرماتے: بھائی اچھی طرح دیکھ لینا چادر وغیرہ سب کے پاس ہے کہ نہیں، سردی کے موسم میں کمبل یا لحاف سب کے پاس ہے کہ نہیں۔

اگر مخصوص مہمان ہوتے ان کی بستر کی جگہ بھی دریافت فرماتے، فلاں مہمان کا کہاں انتظام کیا؟ کون سے کمرہ میں آرام کرایا؟ عموماً ساڑھے بارہ یا پونے ایک بجے اٹھتے، استنجاء وغیرہ فرماتے، اور اس میں تقریباً بیس منٹ لگتی، پھر آٹھ رکعت تہجد ادا فرماتے، ان آٹھ رکعت میں تقریباً آدھ گھنٹہ لگتا۔

جب تک آنکھوں کا آپریشن نہیں ہوا تھا سوتے وقت سرمہ لگانے کا خاص اہتمام تھا، آپریشن کے بعد یہ موقوف کر دیا، اس پر بھی حضرت کو افسوس تھا کہ ایک سنت سے محروم ہو گیا۔ جو حضرات اس وقت خدمت میں جاتے ان کو نصیحت کرتے، نمازوں کی پابندی کی تعلیم دیتے، ان کے گھر کے بارے میں خیر خیریت معلوم کرتے۔

بعد اذان فجر

پھر آپ اذان کے قریب اٹھتے، استنجاء فرماتے، وضو کرتے، سردیوں کے زمانہ

میں اکثر اذان سے پہلے اٹھتے، خدام حضرات میں سے کوئی خادم وہاں سوتا، حضرت اس کا خیال فرماتے، اس کی آنکھ نہ کھلے، اس لئے آہستہ آہستہ قدم رکھتے، آہستہ سے دروازہ کھولتے، بند کرتے اور استنجاء وغیرہ ضروریات سے فارغ ہو کر نوافل میں مشغول ہو جاتے۔ ابتداً بیعت ہونے والوں کو فجر کی اذان کا وقت دیا جاتا، وہ اذان کے بعد حضرت کے کمرے میں حاضر ہو جاتے، آخر میں بعد فجر کا معمول ہو گیا، فجر کی نماز کے فوراً بعد بیعت فرماتے، پھر حضرت مسجد میں تشریف لاتے، صبح کو درجہ حفظ کی پڑھائی مسجد میں ہوتی تھی اس لئے ان کی نگرانی بھی کرتے اور بعض مرتبہ کئی مرتبہ گھوم کر طلباء پر نظر ڈالتے، عربی درجات کے طلبہ بھی تلاوت قرآن پاک میں مشغول رہتے اور حضرت بھی بیٹھ کر تلاوت فرماتے، نماز تک یہ سلسلہ جاری رہتا تھا۔

معمولات یوم الجمعہ

قبرستان میں حاضری

جمعہ کے روز اشراق کے بعد مدرسہ کے قریب قبرستان تشریف لے جاتے، اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر حاضری دیتے، بہت سے طلبہ اور مہمان کرام بھی ساتھ ہوتے، واپسی پر تمام مہمان کرام کو ناشتہ کرایا جاتا، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک کپ چائے نوش فرماتے، ناشتہ کے بعد مہمان کرام حاضر ہوتے، آپ ان کو نصیحت کرتے، کوئی شخص کچھ کہنا چاہتا اس کی بات توجہ سے سنتے، اکثر مہمان واپس جانا چاہتے تو حضرت مفتی صاحب قدس سرہ ان کو رخصت کرتے، پھر کچھ دیر آرام فرماتے، پھر دس بجے بیدار ہو کر استنجاء اور وضو سے فارغ ہو کر اپنی مسند پر تشریف

لاتے، اس وقت میں اگر کوئی مہمان ہوتا اس سے ملاقات فرماتے اور اس کے ساتھ چائے وغیرہ نوش فرماتے۔

غسل وحجامت اور نماز جمعہ

آئینہ، قینچی لے کر مونچھیں کاٹتے، مونچھیں ہمیشہ بالکل صاف فرمایا کرتے کہ دیکھنے سے منڈی ہوئی معلوم ہوتیں۔ داڑھی یکمشت سے زائد ہوتی، اس کو بھی کاٹ دیا کرتے، رخساروں پر یا حلق پر سے کسی جگہ سے کوئی بال کاٹنے کا معمول نہیں تھا۔

ناخن تراش سے ناخن کاٹتے، ہمیشہ دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے شروع فرماتے، دائیں اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر ختم فرماتے تاکہ ابتداء بالیمین اور انتہا بالیمین دونوں ہوجائیں، اور دائیں پیر کی چھوٹی انگلی سے شروع فرما کر بائیں پیر کی چھوٹی انگلی پر ختم فرماتے، اس کے بعد غسل فرماتے، سردیوں میں گرم پانی استعمال فرماتے، صابن، تولیہ بھی استعمال فرماتے، کپڑے عموماً غسل کے بعد کمرہ میں تشریف لاکر تبدیل فرمایا کرتے، عطر خوب استعمال فرماتے اور حاضرین کو بھی عنایت فرماتے۔

عطر میں مشک، عنبر، عود، میں کوئی حسب موسم پسند فرماتے۔ اور زوال کے بعد فوراً مسجد جاکر اولاً دو رکعت تحیۃ الوضو، دو رکعت تحیۃ المسجد، پھر صلوۃ التسبیح چار رکعت جن میں مسبحات (جن سورتوں کے شروع میں سبح یا یسبح وغیرہ آیا ہے) پڑھنے کا معمول تھا، پھر چار رکعت جمعہ کی سنت ادا فرماتے۔

بعد نماز جمعہ

جمعہ کی نماز سے فارغ ہوکر کمرہ میں تشریف لاتے اور بہت سے طلبہ اور دور دراز سے آنے والے زائرین جمع ہوجاتے، چند منٹ اتنے دسترخوان بچھتا، آس پاس سے جمعہ

پڑھنے کے لئے آنے والوں سے ان کے گاؤں کے بارے میں حالات معلوم کرتے، کھانا کھانے کے بعد مہمان کرام جو رخصت ہونے والے ہوتے ایک ایک کو مصافحہ و معانقہ فرما کر رخصت فرماتے۔

مہمانوں سے رخصت ہو کر حضرت آرام فرماتے، اور نماز عصر سے تقریباً آدھ گھنٹہ قبل اٹھ کھڑے ہوتے۔

بعد نماز عصر متصلاً درود شریف

بعد نماز عصر اُٹھنے سے پہلے درود شریف ۸۰؍ مرتبہ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا" پڑھنے کا معمول تھا، نماز کے سلام کے بعد اعلان کر دیا جاتا اور جمعہ کے روز نماز عصر کے بعد اس کے پڑھنے کی فضیلت جو حدیث شریف میں آئی ہے کہ ۸۰؍ برس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور ۸۰؍ برس کی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔ بیان کر دی جاتی ہے، تقریباً تمام نمازی ہی اس کو پڑھتے، اس کے بعد حسب معمول مجلس ہوتی۔

جامعہ میں اعتکاف

رمضان المبارک کے موقع پر جامعہ ہذا میں پورے مہینے کا اعتکاف کا نظم ہوتا، چنانچہ عاشقین الٰہی و قدرداں حضرات رمضان المبارک میں ایک کثیر تعداد میں تشریف لاتے اور رمضان المبارک کی برکتوں سے فیضیاب ہوتے، مسنون اعتکاف کے علاوہ بعض حضرات پورے مہینہ اور بعض حضرات تین دن یا اس سے کم و بیش کا بھی نفلی اعتکاف فرماتے، معتکفین میں عوام الناس کے علاوہ علماء ربانین کی اچھی خاصی تعداد ہوتی، جن کی آمد قرب و جوار کے علاوہ ملک کے مختلف صوبوں اور دور دراز کے علاقوں سے ہوتی۔

نظام الاوقات کی ایک جھلک

سحر میں ڈھائی بجے بیدار کر دیا جاتا، اخیر رمضان میں تقریباً سوا دو بجے بیدار کیا جاتا۔ جو حضرات بیدار کرنے پر مقرر تھے، وہ سونے والوں کا ہلکے سے پیر دباتے، یا پیر پر ہاتھ رکھتے اور سونے والا اٹھ کھڑا ہوتا، چند منٹ میں سب بیدار ہو جاتے، اس سے پہلے سائرن بجایا جاتا۔، بتی روشن کر دی جاتیں، جس کو شب میں تقریباً بارہ بجے حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے بیان کے چند منٹ بعد بند کر دیا جاتا تھا، ہر شخص استنجاء وضو سے فارغ ہو کر نوافل میں تلاوت میں مشغول ہو جاتا۔ ادھر منتظمین کی جانب سے اڑھائی بجے ہی تقریباً دسترخوان بچھا دیا جاتا اور دسترخوان پر برتن لگا دئے جاتے۔ اور اعلان کر دیا جاتا، مہمان حضرات دسترخوان پر تشریف لے آئیں۔ کھانا شروع ہو جاتا جو حضرات کھانا کھلانے اور پانی پلانے پر مقرر تھے سب خوبصورتی اور خاموشی کے ساتھ اس کو انجام دیتے، آواز، شور بالکل نہ ہوتا، کھانے، چائے سے فارغ ہوتے رہتے، اور نوافل، تلاوت، دعاء میں مشغول ہوتے رہتے، ساڑھے تین بجے یا پونے چار بجے، عموماً سب فارغ ہو جاتے اور سب تلاوت و نوافل و دعا میں مشغول ہو جاتے۔ یہ منظر بھی عجیب پرکیف منظر ہوتا، نماز فجر اوّل وقت ہوتی اور اوّل وقت فارغ ہو کر سونے کا وقت ہوتا، اندر کے حصہ کی بتی بند کر دی جاتی اور سب سو جاتے کچھ حضرات اس وقت بھی تلاوت کرتے اور باہر برآمدہ میں بیٹھ کر تلاوت کرتے، تاکہ سونے والوں کی نیند میں خلل نہ ہو، وہاں روشنی جلتی رہتی، سونے کا یہ وقت دس بجے تک ہوتا کہ اصل سونے کا وقت یہی تھا، دس بجے سے قبل کسی کو بیدار نہ کیا جاتا، البتہ بہت سے حضرات ازخود حسب توفیق بیدار ہو کر مشغول ہوتے رہتے، کوئی آٹھ بجے، کوئی نو بجے، کوئی اور آگے پیچھے بیدار ہوتے اور وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر نوافل و تلاوت میں مشغول ہو جاتے، دس بجے سب کو بیدار کر دیا جاتا اور سب استنجاء وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر مشغول نوافل و تلاوت

ہو جاتے۔ ساڑھے دس بجے سے ساڑھے گیارہ بجے تک کتاب پڑھ کر سنائی جاتی ''حدود اختلاف، تربیت الطالبین'' تعلیم کے بعد حلقے لگتے، جس میں نماز وغیرہ درست کرائی جاتی، بعدہ ظہر سے آدھ پون گھنٹہ پہلے تک تلاوت کا سلسلہ رہتا کہ ظہر سے آدھ پون گھنٹہ قبل کچھ حضرات کچھ اور آگے پیچھے استراحت فرماتے اور اذان ظہر سے قبل اٹھ کھڑے ہوتے، اذان پر سب اٹھ جاتے، نماز ظہر سے فارغ ہو کر آیت کریمہ کا ختم ہوتا، بعدہ اجتماعی دعا ہوتی، بعدہ ذکر بالجہر کی مجلس ہوتی، اثناء ذکر میں کسی پر ذوق وشوق میں سرور ومستی کی کیفیت غالب ہوتی اور دنیا ومافیہا سے بے خبر وفارغ ہو کر ذکر میں مشغول ہوتے کسی پر گریہ وبکاء کا غلبہ ہوتا، جس کی وجہ سے ذکر بھی دشوار ہو جاتا، غرض کہ مختلف کیفیت کا حسب حال ظہور ہوتا۔

قبیل عصر یہ مجلس ختم ہوتی، عصر کے بعد تعلیم ہوتی، جس میں ''اکابر کا رمضان، فکر آخرت'' اعتکاف سے متعلق راہنمائی کی جاتی۔ مغرب سے پندرہ منٹ قبل تقریباً کبھی اور کم وبیش یہ مجلس ختم ہوتی، اور سب حضرات دعاء وتلاوت، مراقبہ وغیرہ میں حسب ذوق مشغول ہو جاتے۔ ادھر منتظمین حضرات افطار کے لئے افطاری کا سامان سلیقہ وقرینہ سے لگا دیتے، اور افطار سے ۵ رمنٹ قبل تقریبا اعلان ہوتا مہمان حضرات دسترخوان پر تشریف لے آئیں، سب حضرات دسترخوان پر پہنچ جاتے، افطار کے وقت افطار اطمنان سے ہوتا، اس کے بعد نماز ہوتی، نماز کے بعد دسترخوان بچھ جاتا اور اعلان کر دیا جاتا، بہت سے حضرات مختصر نفلیں پڑھ کر دسترخوان پر آ جاتے اور کھانے سے فارغ ہو کر بقیہ نوافل پوری کرتے، بہت سے حضرات نوافل اطمینان سے پوری کر کے کھانا کھاتے، کھانے کے بعد چائے کا بھی اہتمام ہوتا، ہر ہر مہمان کی دلداری بلکہ ناز برداری کی جاتی، کوئی کسی خاص چیز کی خواہش وفرمائش کرتا، اس کو حتی الامکان پورا کیا جاتا، گو یہ خواہش وفرمائش ان کے منصب (کہ مہمان تھے اور طالب وسالک) کے خلاف تھی اور حصول مقصد میں حائل ومانع۔ مگر خدام کو ہدایت تھی کہ

کسی مہمان کو شکایت نہ ہو، اس کی پوری کوشش کرتے، خدام اس کا بہت خیال رکھتے، اور ہنسی خوشی سب خدمات انجام دیتے۔

پوری کوشش ہوتی کہ ہر وقت سب مہمان کی مرغوبات دسترخوان پر جمع ہوں اور کسی کو کوئی کبیدگی اور ملال نہ ہو، مگر اس سب کے باوجود بعض مہمانوں کو شکایت بھی ہوئی اور ان کے اپنے ذہن میں جو اپنا مرتبہ ومنصب تھا اور اپنے کو جس اکرام کے مستحق سمجھتے تھے، میزبانوں کے برتاؤ کو اس سے کمتر سمجھ کر دل برداشتہ ہو کر درمیان میں ہی واپس ہو جاتے، میزبان حضرات یا ان کے رفقاء سے کسی کے خلاف مزاج بات پیش آنا کوئی بعید نہیں کہ آخر وہ بھی انسان ہیں اور اتنے بڑے مجمع میں مزاجوں کی رعایت بھی دشوار ہے، مگر تعجب تو ان حضرات پر ہے کہ جو اپنے نفس کی اصلاح اور اخلاق کی درستگی کے یا اکتساب فیض اور تحصیل کمالات کے لئے صفاءِ قلب و باطن کے لئے خانقاہ میں حاضر ہوئے ہوں اور پھر اپنے اکرام واحترام کی طلب ہو، اپنے اعزاز کی خواہش ہو اور وہ بھی اپنے مزعوم کے مطابق۔ گو سب مہمان ہی خصوصی تھے اور سب کے لئے ہی خاص اہتمام ہوتا تھا جو اپنے خاص مہمانوں کے لئے بھی کم ہوتا ہے، مگر پھر بھی خواص کے لئے دسترخوان الگ بچھتا تھا، جس پر وہی حضرات شریک ہوتے جن کو میزبان حضرات شریک کرنا چاہتے اور ان سے فرمادیتے یا سمجھتے کہ یہ مخدوم العلماء کی ءاخص الخاص ہیں ان کو فرمادیتے کہ تم کو یہاں کھانا کھانا ہے، گو وہ حضرات اپنے کو اس سے بہت کمتر سمجھتے تھے کہ ان کو خواص کے دسترخوان پر شریک ہونے کی سعادت نصیب ہو، مگر میزبان حضرات کے حکم کی تعمیل میں شریک ہوتے، اس دسترخوان پر کھانا وہی ہوتا جو دوسرے دسترخوان پر ہوتا، مگر بعض حضرات اپنے گھروں سے بعض مخصوص چیزیں بنوا کر لاتے رہتے۔ بعض لوگوں کو اس پر اشکال ہوا کرتا ہے کہ بعض مہمانوں کے ساتھ کھانے میں خصوصیت اور امتیاز کا معاملہ کیا جائے یہ ناواقفیت

کی وجہ سے ہوتا ہے، ورنہ تو میزبان کو اختیار ہوتا ہے کہ جس مہمان کو جو کھانا چاہے کھلائے، جس دسترخوان پر چاہے کھلائے، کسی کو کوئی اعتراض کا حق نہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے یہاں مختلف دسترخوان ہوتے تھے اور ان پر مختلف قسم کے کھانے ہوتے تھے، اور حسب صوابدید مہمانوں کو ان دسترخوانوں پر بٹھایا جاتا تھا۔

معتکف حضرات کے لئے ہاتھ دھلانے کا انتظام تھا، وہ بھی اس طرح کہ پانی صحن میں نہ گرے، بلکہ باہر جائے، ہاتھ دھلانے کے لئے ٹین کی چادر سے خاص طور پر بنایا گیا تھا، جو صحن مسجد میں رکھا جاتا اور اس میں نالی کے ذریعہ مسجد سے باہر پانی بہتا رہتا، اور صحن مسجد بھی ملوث نہ ہوتا۔ ساڑھے آٹھ بجے عشاء کی نماز ہوتی، بعض مصالح اور ضعفاء کی رعایت کرتے ہوئے ایک پارہ تراویح میں پڑھا جاتا۔

تراویح سے فراغت پر یٰسین شریف کا ختم ہوتا۔ بعدہٗ صلوۃ وسلام کی چہل حدیث ہوتی۔ ایک شخص پڑھتا اور پورا مجمع سنتا، پھر اجتماعی دعا ہوتی، اس کے بعد حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا بیان ہوتا، سیدھے سادے الفاظ ہوتے، مگر آبدار موتیوں کی طرح صاف ستھرے، نہ واعظوں جیسا جوش ہوتا نہ آواز سخت اور تیز ہوتی، تاثیر اس درجہ ہوتی:

که از دل خیزد بر دل ریزد

دنیا کی محبت قلب سے نکال کر اللہ پاک کی محبت اور آخرت کی رغبت بھری جارہی ہے، کبھی اخلاص کا بیان ہوتا، کبھی اخلاق حسنہ کے حصول کا طریقہ بتایا جاتا، اخلاق رذیلہ کے مضرات کو بتایا جاتا اور ان کو اعتدال پر لانے کے گر بھی تعلیم کئے جاتے، کبھی نفس وشیطان کے حیل ومکائد سے آگاہ کیا جاتا، اتباع سنت کی اہمیت کبھی سمجھائی جاتی، تو کبھی اشاعت دین کی عظمت کو بتایا جاتا، احسان وتصوف کی حقیقت سے کبھی باخبر کیا جاتا۔

اخیر میں مختصر نظام الاوقات کو بیان کیا جارہا ہے جو ماہنامہ المحمود اگست ۲۰۱۵ء میں

احوال وکوائف کے ذیل میں ذکر کیا گیا ہے۔

نظام الاوقات

سحری:... ۲:۰۰ر بجے شب تا صبح صادق۔

نماز فجر:... اذان کے بعد متصلاً۔

آرام:... بعد نماز فجر تا ۹:۰۰ر بجے دن۔

تعلیم:... ۱۰:۳۰ر بجے کتابی تعلیم۔''الاعتدال فی مراتب الرجال، حدود اختلاف، تربیت الطالبین، گلدستۂ سلام، نعت محمود الملقب بہ وصف محبوب ﷺ، فتاوی محمودیہ سے ابواب السلوک ومحبت وغیرہ۔

نماز ظہر:... ۲:۰۰ر بجے۔

بعد نماز ظہر:... آیت کریمہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ'' اوّل آخر درود شریف کا ختم۔ بعدۂ دعا۔ بعدۂ ذکر جہری۔

نماز عصر:... ۵:۴۵ر بجے۔

بعد نماز عصر:... بعد نماز عصر کتابی تعلیم، حیات محمود، محمود الاعمال، اسباب مصائب اوران کا علاج، اسباب غضب، فضائل رمضان، اکابر کا رمضان، اکابر کا تقویٰ، اکابر کی تواضع، اکابر کا اتباع سنت، اکابر دارالعلوم دیوبند، اکمال الشیم، ارشاد الملوک، ترجمہ امداد السلوک، فکر آخرت۔

بعد نماز مغرب:... کھانا، انفرادی اعمال تا اذان عشاء۔

نماز عشاء:... ۹:۳۰ر بجے۔

بعد نماز تراویح:... تلاوت سورۂ یٰسین شریف، صلوۃ وسلام، دعاء، فضائل درود شریف، فضائل صدقات، مواعظ فقیہ الامت۔ حضرت مفتی صاحبؒ کا بیان۔

آرام:... بعدہ آرام تا ۲:۰۰ ر بجے شب۔

نیز ہر فرض نماز سے قبل حدیث شریف کی کتاب ''ہدایات نبوی'' مؤلفہ حضرت مولانا محمد شوکت علی صاحب بھاگل پوری زید مجدہم سے ایک یا دو حدیثیں سنائی جاتیں۔ فجر کی نماز کے بعد دعاء سے قبل آداب وضوو غسل اور نماز کے ارکان وشرائط سبقاً سبقاً یاد کرائے جاتے، اور دوپہر کو تعلیمی اوقات میں علماء کرام کی زیر نگرانی قرآن کے حلقے لگائے جاتے، جس میں تصحیح قران کریم اور نماز کی عملی مشق کرائی جاتی، علاوہ ازیں باہر سے تشریف لانے والے مہمان اکابر کا بھی حسب موقع اصلاحی خطاب ہوتا تھا، اسی طرح حضرت مہتمم صاحب قدس سرہ بعد نماز تراویح اصلاح معاشرہ کے عنوان سے اکثر راتوں میں تقریباً ایک گھنٹہ وعظ فرماتے تھے، ظہر میں آیت کریمہ کے وظیفہ کے بعد اور عشاء میں صلوۃ وسلام کے بعد اجتماعی دعا کا خوب اہتمام ہوتا رہا اور ہونا بھی چاہئے کیونکہ ''دعا بہر حال عبادت کا مغز اور مؤمن کا ہتھیار ہے۔'' (حدیث)

چنانچہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یا تو خود دعا کراتے، یا اس کے لئے کسی صاحب نسبت بزرگ کا انتخاب فرماتے، دوران دعا پورے مجمع پر رقت طاری ہو جاتی، ہچکیاں لے کر اور سسکیاں بھر کر زار وقطار رونے کی آوازیں سنیں جاتیں، عشاق ان اوقات دعاء کے منتظر رہتے تھے، بالخصوص طاق راتوں میں اس کا خوب اہتمام رہا۔ اسی طرح تہجد کے وقت انفرادی طور پر لوگوں نے اپنے روٹھے ہوئے رب کو منانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

شہر میرٹھ اور قرب وجوار کے عوام کی ایک بڑی تعداد صرف دعا میں شرکت ہی کے لئے آتی تھی۔

ماہِ مبارک میں معمولات حضرت مفتی صاحبؒ

حضرت اقدس مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ صبح اڑھائی بجے یا اس سے بھی قبل بیدار ہوتے، اور نوافل میں مشغول ہو جاتے، طویل نفلیں ہوتیں، اور ''یا مغنی'' کا وظیفہ بھی اسی وقت میں پورا کرتے، سحری اخیر وقت میں فرماتے وہ بھی مختصر، ایک یا ڈیڑھ چپاتی دودھ اور ایک کپ چائے صرف یہ چیزیں سحری میں تناول فرماتے۔ اذان فجر کے بعد سنت الفجر مختصراً پڑھتے، فوراً نماز ہوتی، نماز کے بعد جلدی جانے والے حضرات ملاقات کر لیتے اور اگر انتظامی طور پر کوئی ہدایت جاری کرنی ہوتی تو ذمہ داروں کو بلا کر ہدایت جاری فرماتے، ساڑھے آٹھ نو بجے تقریباً بیدار ہو جاتے، وضو سے فراغت پر نمازِ اشراق میں مشغول ہو جاتے، اس وقت کی نماز میں قرأت کافی طویل ہوتی اور نماز میں استغراق اور انقطاع عن الخلق کی کیفیت ہوتی۔

کمال خشوع وخضوع کے ساتھ ساڑھے نو بجے تقریباً اشراق سے فراغت ہوتی، اس کے بعد قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول ہو جاتے، اسی دوران معتکفین حضرات میں سے کسی کو کچھ پوچھنا ہوتا وہ پوچھ لیتا، ساڑھے دس بجے ''حدود اختلاف تربیت الطالبین'' اس اسکے علاوہ کوئی کتاب پڑھ کر سنائی جاتی، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے معتکف ہی میں کتاب سنتے اور توجہ فرماتے، حاضرین کو باہر کتاب میں شرکت کا حکم فرماتے، ساڑھے گیارہ بجے کتاب ختم ہوتی، اس کے بعد کسی کو کوئی خاص مشورہ کرنا ہوتا وہ مشورہ کرتا، اس کے بعد آس پاس سے آنے والے حضرات ملاقات کرتے، اذان ظہر کے قریب تک یہی سلسلہ رہتا۔

اذان ظہر کے بعد حضرت استنجاء وضو وغیرہ سے فراغت فرماتے اور سنتوں میں مشغول ہو جاتے، ان چار سنتوں میں بھی قرأت کافی طویل ہوتی اور جماعت کے وقت تقریباً سنتوں سے فراغت ہوتی، نماز کے بعد معمولات آیت کریمہ کا ختم، بعدۂ دعا میں

حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ شرکت فرماتے، اس کے بعد ذاکرین ذکر میں مشغول ہوجاتے اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ اپنے معتکف میں ذکر میں مشغول ہوجاتے اور ذاکرین کی طرف توجہ فرماتے، جس کے اثرات حسب حال ذاکرین محسوس فرماتے۔ اس کے بعد بھی بعض نئے آنے والے حضرات ملاقات کرتے، جو نماز اور معمول میں شرکت کرنے کے لئے حاضر ہوتے، بعض مقربین حضرات بھی اسی وقت کسی مشورہ کے لئے تشریف لاتے، اپنے ذکر کے بعد حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کچھ وقفہ کے لئے استراحت فرماتے، جو برائے نام ہی استراحت ہوتی، چونکہ استراحت کا وقت دن بھر میں عموماً فجر بعد ہی ہوتا، پھر استراحت کا موقع نہ ہوتا، کچھ دیر بعد ہی مردانہ وار کھڑے ہوجاتے اور استنجاء وضو سے فارغ ہوکر پھر نفلوں میں مشغول ہوجاتے، اذان عصر کے بعد سنتیں پڑھتے، جن میں قرأت کافی طویل ہوتی اور کبھی یہ سنتیں زیادہ طویل نہ ہوتیں، بلکہ مختصر ہوتیں اور سنتوں سے فارغ ہوکر تلاوت میں مشغول رہتے، نماز ہوتی، نماز عصر کے بعد پھر عمومی مجلس ہوتی۔ حضرت تلاوت قرآن میں مشغول ہوجاتے، اور افطار سے دس پندرہ منٹ پہلے قبلہ رو ہوکر مراقبہ کرتے، اپنے معتکف کے اندر ہی افطار فرماتے، بعض آنے والے مخصوص مہمانوں کو اندر معتکف ہی میں بلالیتے، اور ساتھ ہی افطار کراتے، ایک پیالہ نما کٹورے میں پانی پیتے، ایک آدھ کھجور تناول فرماتے اور دوسری چیزیں بھی چکھتے، گو بظاہر اخیر تک مشغول رہتے، مگر یہ مشغولی مہمانوں کی دلداری کی وجہ سے ہوتی، اس کے بعد نماز مغرب ہوتی، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نماز مغرب بعد اپنے معتکف میں جاتے اور نوافل میں مشغول ہوجاتے اور نہایت اطمینان کے ساتھ مشغول رہتے۔ ایک دو سالوں سے کبھی کبھی شام کھانے میں شرکت فرماتے، ورنہ عام طور سے ایک کپ چائے اور کچھ جامن وغیرہ شوگر کی وجہ سے استعمال فرماتے، اس کے بعد ۱۵/۲۰ منٹ استراحت فرماتے اور اذان عشاء پر وضو اور استنجاء

سے فارغ ہوکر مسجد میں تشریف لاتے،عشاء کی سنتوں میں مشغول ہوجاتے۔پھر فرض وتراویح ادا ہوتی،اس کے بعد یٰسین شریف کا ختم پھر صلوۃ وسلام پڑھا جاتا،اجتماعی دعا ہوتی، جس میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ ہوتا،آدھ پون گھنٹہ،کبھی کم وبیش حسب ذوق جس کی کچھ کیفیت اوپر گذر چکی،بیان کے بعد نئے آنیوالے یا صبح کو جانے والے مہمانوں کا مصافحہ ہوتا کہ عمومی مصافحہ کا یہی ایک وقت ہوتا تھا۔دن میں آئے ہوئے مہمان حضرات اسی وقت مصافحہ کرتے اور جو حضرات کل کسی وقت جانے والے ہیں وہ بھی اسی وقت مصافحہ کرلیتے،خواص حضرات دن میں بھی کسی وقت موقع پاکر جب حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وضو کے لئے تشریف لے جاتے۔آتے جاتے وقت مصافحہ کرلیتے،مصافحہ سے فراغت پر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے معتکف میں تشریف لے جاتے،پھر شہر کے ذمہ دار حضرات یا دورسے کوئی مخصوص مہمان آئے ہوئے ہوتے ان کو بھی بلانے کا حکم فرماتے، پھر ناشتہ ہوتا،ناشتہ میں چائے،پھل فروٹ کی چاٹ ہوتی،بعض مرتبہ پکوڑی،آئس کریم وغیرہ بھی ہوتی۔

بعض مقربین حضرات سے گفتگو فرماتے فرماتے ڈیڑھ دو بج جاتے،اس کے بعد حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ استراحت فرماتے۔

ان تمام معمولات ومشاغل کے ساتھ ہر ماہ مبارک میں ایک قرآن پاک یومیہ ختم فرماتے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کی زندگی کو سامنے رکھ کر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

انتظامات وسہولیات برائے معتکفین

معتکفین حضرات کے لئے جامعہ کی طرف سے حتی الامکان سہولیات فراہم کی جاتیں،مسائل شرعیہ کی جانکاری کے لئے مفتیان کرام،علاج ومعالجہ کے لئے ڈاکٹر

صاحبان، کپڑوں کی دھلائی کے لئے دھوبی، بالوں کی اصلاح کے لئے بال بر (حجام)، گرمی سے حفاظت کے لئے پنکھے، اے سی، لائٹ مع جنریٹر، مکمل بستر، افطار اور دونوں وقت کھانے کے علاوہ بعد نماز عشاء ناشتہ کا معقول نظم تھا۔

حضرات معتکفین کے خصوصی اوراد و وظائف

بعض حضرات یومیہ ایک قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے۔ پندرہ بیس پارے روزانہ پڑھنے والوں کی ایک بڑی تعداد تھی۔ ہر روز سوا لاکھ مرتبہ درود شریف پڑھا جاتا تھا۔ جس کی شکل یہ تھی کہ شروع رمضان ہی سے پچیس آدمی منتخب کر دئے جاتے تھے، جو پانچ پانچ ہزار مرتبہ یومیہ درود شریف پڑھیں۔ اس طرح ہر روز آسانی کیساتھ سوا لاکھ درود شریف کا ختم ہو جاتا تھا، اس کے علاوہ اپنے اپنے طور پر بہت سے حضرات کثرت سے درود شریف پڑھتے تھے۔ بعض حضرات انفرادی طور پر پچاس ہزار مرتبہ روزانہ درود شریف پڑھتے تھے۔ بعض حضرات پانچ ہزار مرتبہ اسم ذات کا ورد کرتے تھے۔ ظہر کی نماز کے بعد ذکر دوازدہ کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد تھی۔ اسکے علاوہ انفرادی طور پر صبح وشام کی تسبیحات، قرآن شریف کی تلاوت، اشراق، چاشت، اوابین، یوم جمعہ میں سورۂ کہف، صلوۃ التسبیح اور تہجد کی نماز یہ تو عمومی لوگوں کا معمول تھا۔ پوری مسجد انوار و برکات سے معمور رہتی تھی۔

معتکفین سے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا الوداعی خطاب

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ!

آج انتیسویں شب ہے، ہوسکتا ہے کل چاند نظر آجائے اور کچھ حضرات یہاں سے تشریف لے جائیں، آپ حضرات کی یہاں تشریف آوری بہت بڑی سعادت کی بات ہے، اس قیام کے زمانہ میں آپ حضرات کی جیسی خدمت کرنی چاہئے تھی وہ نہ ہوسکی اور ہوسکتا ہے

کوئی نہ کوئی بات خلاف مزاج بھی پیش آئی ہوگی، اس لئے میں اپنے اساتذہ، اپنے تمام طلبہ کی طرف سے معذرت کرتا ہوں، جو بھی کوتاہی ان کی طرف سے ہوئی ہو اسے معاف فرمائیں۔ آپ حضرات نے جو وقت یہاں گذارا اس کی وجہ سے دل کے اوپر ایک اثر ہوا ہوگا، اس لئے کہ اچھے اور نیک لوگوں کی صحبت کا ایک اثر ہوتا ہے، اس کو نسبت کہتے ہیں۔

نسبت کی چار قسمیں ہیں:

(۱)...... ایک نسبت انعکاسی ہوتی ہے، مثلاً کسی جگہ خانقاہ میں کوئی شخص گیا وہاں کے لوگوں کو دیکھا ذکر و تسبیح حاصل ہوگئی۔ ہے تو نسبت یہ بھی، اس میں کوئی شک نہیں، لیکن یہ نسبت پائدار نہیں، اور خود اس کی نہیں، یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی عطر فروش کی دوکان پر جائے اور وہاں اگر بتی جل رہی ہے، وہاں سب قسم کی شیشیاں کھول کھول کر سنگھار رہا ہے، اس کو خوشبو محسوس ہوئی، لیکن جب وہ وہاں سے آیا تو خالی ہاتھ آیا کچھ نہیں۔ کتنے لوگ ایسے ہیں جو آتے بھی ہیں، ذکر و شغل کرتے ہیں، دیکھتے بھی ہیں، نسبت بھی حاصل ہوجاتی ہے، مگر وہ پائدار نہیں، بس انعکاس ہے، وہاں گئے اس کا عکس حاصل ہوگیا، جب وہاں سے واپس آئے تو وہ نسبت وہیں چھوڑ آئے۔

(۲)...... اس کے بعد دوسری نسبت ہے ''القائی''۔ اس کا نام القائی رکھا ہے، یہ ایسا ہے جیسے چراغ جل رہا ہے، آدمی اپنا چراغ لے کر وہاں پہنچ گیا، اپنے چراغ کی بتی اس لو سے ملالی اس میں روشنی پیدا ہوگئی، چراغ کو لے آیا، یہ چراغ گھر تک بھی پہنچ سکتا ہے، بشرطیکہ درمیان میں تیز ہوا نہ آجائے، بچا کے گھر لے آیا، لاکر رکھا، اب اس کی خبر گیری کی ضرورت ہے، تیل ختم ہوجائے تیل ڈالدیجئے، بتی ختم ہوجائے بتی ڈالدیجئے، ورنہ ہوا کا جھونکا آجائے تو یہ بھی بجھ سکتا ہے، پانی کا چھینٹا پڑ جائے تو بجھ جائے، اوپر سے کوئی چیز گر پڑے تو بجھ جائے، تو یہ نسبت ایسی ہے کہ معاصی سے ختم ہوجاتی ہے۔

(۳)...... تیسری نسبت اصلاحی ہے، اس کا حال ایسا ہے جیسا کہ ایک بڑے سمندر سے ایک نہر کھودی، کھود کر آپ اپنے باغ میں لے آئے اور برابر اس باغ میں نہر سے پانی آ رہا ہے، پانی قوت کے ساتھ سمندر سے نہر کے ذریعہ سے آ رہا ہے، وہ ایسی قوی ہے کہ اگر جھاڑ جھنکاڑ ہوں گے بلکہ پتھر بھی ہوں گے تو وہ پانی میں بہہ جائیں گے، پانی کی روانی کو یہ پتھر نہیں روک سکتے، البتہ اس کی ضرورت ہے کہ نہر کی دیکھ بھال رکھی جائے، اگر اس کے اندر پہاڑ کے پتھر زیادہ گر گئے، درخت کٹ کٹ کرا تنے گرے کہ انہوں نے پانی کو بند کر دیا تو اس میں بھی اثرات پیدا ہوں گے۔ یہ نسبت اصلاحی ہے، پہلے حضرات اکابر مشائخ حضرت گنگوہی، حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہما کی نسبت ایسی ہی ہوا کرتی تھیں۔

(۴)...... چوتھی نسبت اتحادی کہلاتی ہے، یہ ایسی ہے کہ شیخ اپنی روحِ باکمال کو طالب کی روح کیساتھ خوب زور سے ملا دے کہ شیخ کی روح کا کمال طالب کی روح میں اثر کر جائے اور یہ طریقہ سب سے زیادہ قوی ہے، چنانچہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ مشہور ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ صاحب کے یہاں مہمان آ گئے، اس روز آپ کے پاس کچھ نہیں تھا، آپ کے مکان سے متصل ایک نانبائی کی دوکان تھی، اس نے دیکھا کہ حضرت کے یہاں مہمان ہیں، اس نے اپنے یہاں سے روٹیاں اور مرغن سالن تیار کر کے حاضر کر دیا، حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسکو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا: مانگ کیا مانگتا ہے؟ اس نے عرض کیا: کہ مجھ کو اپنے جیسا بنا دیجئے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے منع فرمایا: کہ اس چیز کو مت مانگ تو اسکا تحمل نہیں کر سکے گا، مگر وہ اس بات کا اصرار کرتا رہا، تو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کو اپنے کمرہ میں لے گئے، اللہ بہتر جانے کہ اندر جا کر کیا کیا، جب کمرہ سے باہر نکلے تو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں اور اس نانبائی کی صورت میں کوئی فرق نہیں رہا تھا، لوگوں کو پہچاننا مشکل ہو گیا تھا، البتہ اتنا فرق تھا کہ خواجہ صاحب باہوش تھے اور وہ نانبائی بے ہوش تھا، چنانچہ اس سکر اور بے ہوشی کے

عالم میں اس نانبائی کا تین روز کے بعد انتقال ہوگیا۔ ''رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ''

آپ نے یہاں جو لمبا زمانہ گذارا، پورا مہینہ یا دو عشرے یا ایک عشرہ، آپ اپنے دل میں اس کا ایک اثر محسوس کررہے ہونگے، آپ کو کسی نہ کسی درجہ کی نسبت حاصل ہوگئی، گھر جانے کے بعد آپ کو اس نسبت کی حفاظت کی ضرورت ہے، جس کی شکل یہ ہے کہ جو معمولات آپ یہاں رہ کر کررہے تھے، گھر جانے کے بعد ان کو جاری وساری رکھیں، مشاغل کی وجہ سے معمولات میں کمی تو ہوسکتی ہے، مگر بالکلیہ ترک نہ کریں، نمازوں کی باجماعت پابندی کریں، سنتوں کی پابندی کریں، بالخصوص نمازوں سے شروع اور اخیر میں سنن ونوافل کا اہتمام کریں، اور اشراق، اوابین، تہجد کا اہتمام کریں، رات کے اخیر حصہ میں اگر نہ اٹھ سکیں تو سونے سے قبل ہی نماز تہجد ادا کرلیا کریں۔ صبح کو سورۂ یاسین شریف، بعد عصر یا مغرب سورۂ واقعہ اور سورۂ النباء رات میں سونے سے قبل سورۂ ملک، سورۂ الم تنزیل، جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت اور صلوۃ التسبیح کا اہتمام کریں، کھانے پینے، مسجد کے آنے جانے، بیت الخلاء آنے جانے کی اور دیگر اوقات کی دعاؤں کا خوب اہتمام کریں، ہر گناہ سے اپنی حفاظت کریں، زبان کی حفاظت کریں، ہر چھوٹے بڑے گناہ کو سانپ، بچھو اور آگ کی طرح خطرناک سمجھیں، بدنظری سے اپنے آپ کو بچائیں کہ یہ انتہائی خطرناک مرض ہے۔ اپنے گھروں میں شرعی پردہ کا اہتمام کرائیں، سالی، بھابھی، چچازاد، تایازاد، خالہ زاد بہنوں سے بے پردگی دیندار گھرانوں میں بھی عام ہے، جس کے نتائج بد ہر روز سامنے آرہے ہیں، اسلئے شرعی پردے کا خود بھی اہتمام کریں اور اپنے گھر والوں میں بھی کرائیں، اسمیں کسی کے راضی یا ناراض ہونے کی ہرگز پرواہ نہ کریں۔ یہ عہد کرکے یہاں سے جائیں کہ جو نور اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہے اس کو باقی رکھیں گے، گندے ماحول میں سنت کے نور کو ضائع نہیں کریں گے، اگر گھر جاکر اس طرح زندگی گذاری تو دوسرے لوگوں پر بھی اچھے اثرات پڑیں گے، آخرت کی طرف رغبت، گناہوں سے نفرت ان میں بھی پیدا ہوگی، جیسے ایک چراغ سے بہت سے چراغ

جل سکتے ہیں، یہ چراغ جلتے نہیں جلائے جاتے ہیں۔ جیسے ایک کوئلہ روشن ہے، اسمیں آگ لگتی ہے، اس سے ملا کر جتنے کوئلے رکھے جائیں گے سب روشن اور دہکنے لگیں گے، جب کوئلہ میں یہ تاثیر ہے تو انسان کے اندر بھی یہ چیز پیدا ہوگی، بشرطیکہ نورنسبت کی حفاظت ہو، گاہے گاہے یہاں آتے رہیں، یا جس بزرگ وشیخ سے جس کا تعلق ہو اسکے پاس آنا جانا رہے، ایک دوسرے کی طرف سے رنجش نہ ہونی چاہئے، زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، اپنے محلہ یا اپنی بستی کے تبلیغی جماعت کے احباب کے ساتھ مل کر لوگوں کو نمازی بنانے کی فکر کریں۔ گشت، تعلیم میں شرکت کریں۔ بیاہ شادی کی تقریبات میں رسوم مروجہ اور بدعات وخرافات سے پورا پورا پرہیز کریں۔ ہر کام سادہ اور سنت کے مطابق کرنے کی کوشش کریں۔ جو کام سنت کے جتنا قریب ہوگا اتنا ہی نورانی اور بابرکت ہوگا۔ اور جو کام سنت سے جتنا دور ہوگا اتنا ہی بے رونق اور بے برکت ہوگا۔ یہ انتیسویں شب ہے، اس میں شب قدر کا امکان ہے، اسلئے اسکی قدر کریں۔

اسفار

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شروع زمانہ میں اطراف کے دیہات کے بکثرت سفر فرمائے، جیسا کہ جماعت عادلہ کے سلسلہ میں گذر چکا، اس زمانہ میں بڑی شدت کی گرمی اور کوئی معقول سواری کا بھی نظم نہ تھا، اس وقت کے اکثر سفر گاڑی بسا اوقات بیل گاڑی، گھوڑا تانگہ وغیرہ پر سفر فرماتے، بعد میں تو اللہ نے گاڑی کا انتظام فرما دیا تھا۔

اندرون ملک اسفار

یوپی، پنجاب، ہماچل پردیش کے مختلف مقامات پر جانا ہوا، خاص طور سے پٹیالہ میں صیل نامی گاؤں میں، وہاں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں مدرسہ قائم ہے، جو اس علاقہ میں مرکز کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی طرح دہلی، حیدرآباد، بنگلور، میسور، کشمیر ممبئی، بھوپال، گجرات، جے پور وغیرہ کے اسفار فرمائے۔

بیرون ملک اسفار

حجاز مقدس، افریقہ، برطانیہ، باربدوس، کناڈا، امریکہ، دبئی، ماریشس وغیرہ کا سفر فرمایا۔

مدرسہ اور گھر کا انتظام

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول تھا کہ جب آپ کا سفر طے ہو جاتا تو حضرت والا مدرسہ کے جملہ امور کا انتظام فرما دیتے، اسی طرح گھر کی بھی تمام ضروریات کا انتظام فرماتے، لمبے سفر پر جب تشریف لیجاتے تو اکثر حضرات سے ملاقات کرتے اور دعاؤں کی درخواست کرتے، چلتے وقت ذمہ داران کو فرماتے سب چیزوں کا دھیان رکھنا، خدام

حضرات کو بھی کچھ رقم دیکر جاتے۔

محبین حضرات کی خواہش پر سفر

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملک و بیرون ملک کے اسفار اکثر محبین وطالبین کی دعوت اور بار بار اصرار کے ساتھ درخواست پر فرماتے، کئی بار ایسا ہوتا کہ ٹکٹ آنے کے بعد بھی مدرسہ کے مشاغل یا اپنے تصنیفی کام کی وجہ سے تقدیم وتاخیر ہوتی رہتی، بعض مرتبہ سفر ہی ختم فرمادیتے۔

رفیق سفر

اطراف کے جلسہ وغیرہ میں جاتے وقت حضرت حسب موقع ایک دو اساتذہ یا خادم حضرات میں سے کسی کو ساتھ لے جاتے، دور کے سفر میں عموماً حضرت مولانا پرویز صاحب خادم خاص حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساتھ ہوتے۔

سامان سفر

سامان سفر میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ قرآن پاک، مسواک اور کسی کتاب کا مسودہ ساتھ رکھتے اور اپنے پورے سفر کو کارآمد بناتے، بعض مرتبہ کسی کتاب کا مسودہ جو ساتھ ہوتا، حضرت بس اسی میں مشغول ہوجاتے، کہیں بھی ہوتے ٹرین میں ہوتے ایئر پورٹ پر ہوتے بس اپنے کام میں لگے رہتے، اپنے وقت کو کارآمد بنانے کی پوری سعی فرماتے۔

وضو اور نماز کا اہتمام

حضرت سفر میں بھی ہمیشہ باوضو رہتے اور نماز کے وقت کا خاص خیال فرماتے، جس نماز کا بھی وقت ہوجاتا فوراً حضرت مولانا پرویز صاحب کو حکم فرماتے کہ بھائی نماز پڑھنی

ہے مسجد پر نظر رکھنا۔

سفر میں جانے سے قبل دو رکعت

حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ جب بھی لمبے سفر پر تشریف لے جاتے تو جانے سے قبل دو رکعت نماز بڑے اہتمام سے ادا فرماتے۔ اسی طرح طویل سفر سے واپسی پر بھی اپنی قیام گاہ اور گھر والوں کے پاس جانے سے قبل دوگانہ رکعت ادا کرتے۔ اور حاضرین سے سلام ومصافحہ فرماتے۔

اللہ کا ذکر

راستہ میں چلتے وقت کوئی گڈھا وغیرہ آتا، یا دھچکا وغیرہ لگتا تو فوراً اللہ اللہ پکارتے تھے۔ ضرورتاً بات وغیرہ فرماتے ورنہ تسبیحات یا تلاوتِ قرآن وغیرہ میں مشغول رہتے۔

ڈرائیور کا خیال

اکثر ایسا ہوتا کہ سفر میں ڈرائیور کے کھانے پینے کا خاص خیال نہیں رکھا جاتا۔ لیکن حضرت مفتی صاحب قدس سرہ اس کا بہت خیال رکھتے تھے کہ کہیں بھی جلسے میں جاتے تو میزبان حضرات کو فرماتے کہ بھائی ہمارے ڈرائیور کو بلا کر لے آؤ۔ یا ان کے لئے وہیں پہنچا دو۔

سفر وحضر میں معمولات کی یکسانیت

جو معمولات حضرت کے حضر میں ہوتے وہی سفر میں بھی پورا کرنے کی کوشش کرتے، اشراق اوابین تہجد ذکر تلاوت قرآن پاک سفر میں بھی سب کو پورا فرماتے۔

اسفارِ حج

کبھی لطف مکہ کا حاصل کروں
کبھی جاکے لوٹوں بہار مدینہ

حج ارکان اسلام میں سے اہم ترین رکن ہے، حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد عالی ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا، وَ مَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِينَ۔ (سورۂ آل عمران ۱۰۰)

اور اللہ جل شانہٗ کے (خوش کرنے کے) واسطے لوگوں کے ذمہ اس مکان (یعنی بیت اللہ) کا حج (فرض) ہے، اس شخص کے ذمہ، جو وہاں جانے کی سبیل رکھتا ہو، اور جو منکر ہو، تو (اللہ تعالیٰ کا کیا نقصان ہے) اللہ تعالیٰ تمام جہاں سے غنی ہیں (ان کو کیا پروا)

وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ۔ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ۔ (الآية) (سورۃ الحج: ۴)

لوگوں میں حج (کے فرض ہونے) کا اعلان کر دو (اس اعلان سے) لوگ تمہارے پاس (یعنی تمہاری اس عمارت کے پاس حج کیلئے) چلے آئیں گے، پاؤں چل کر بھی، اور ایسی اونٹنیوں پر (سوار ہو کر) بھی جو دور دراز راستوں سے چل کر آئی ہوں (اور سفر کیوجہ سے) دُبلی ہوگئی ہوں، تاکہ یہ آنیوالے اپنے منافع حاصل کریں۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ شریف کی تعمیر سے فارغ ہوئے، تو بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا کہ تعمیر سے فراغت ہو چکی ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ لوگوں میں حج کا اعلان کر دو، جس کا اوپر کی آیت میں ذکر ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ میری آواز کس طرح پہنچے گی، اللہ تعالیٰ نے

فرمایا کہ آواز کا پہنچانا ہمارے ذمہ ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اعلان فرمایا جس کو آسمان وزمین کے درمیان ہر چیز نے سنا۔

دوسری حدیث میں ہے کہ اس آواز کو ہر شخص نے سنا، اور لَبَّیْكَ کہا جس کے معنی ہیں کہ میں حاضر ہوں، یہی وہ لَبَّیْكَ ہے جس کو حاجی احرام کے بعد شروع کرتا ہے، جس شخص کی قسمت میں اللہ جل شانہٗ نے حج کی سعادت لکھی تھی، وہ اس آواز سے بہرہ ور ہوا اور لَبَّیْكَ کہا۔ (اتحاف)

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص نے بھی خواہ وہ پیدا ہو چکا تھا، یا ابھی تک عالم ارواح میں تھا، اس وقت لَبَّیْكَ کہا، وہ حج ضرور کرتا ہے، ایک حدیث میں ہے کہ جس نے ایک مرتبہ لَبَّیْكَ کہا وہ ایک حج کرتا ہے، جس نے اس وقت دو مرتبہ لَبَّیْكَ کہا وہ دو مرتبہ حج کرتا ہے، اور اسی طرح جس نے اس سے زیادہ مرتبہ لَبَّیْكَ کہا، اتنے ہی حج اس کو نصیب ہوتے ہیں (درمنثور) کس قدر خوش نصیب ہیں وہ روحیں جنہوں نے اس وقت دمادم لبیک کہا ہوگا، بیسیوں حج ان کو نصیب ہوئے ہوں گے۔

حدیث پاک میں بھی حج کی بیشمار فضیلتیں بیان فرمائی گئی ہیں، چند احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں:۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلّم اَلْحَجَّ الْمَبْرُوْرُ لَیْسَ لَهٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةَ۔ متفق عليه۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نیکی والے حج کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں۔

فائدہ:۔ بعض علماء نے کہا نیکی والے حج کا مطلب یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کی معصیت نہ ہو، اسی واسطے اکثر حضرات اس کا ترجمہ حج مقبول سے کرتے ہیں کہ جب آداب

وشرائط کی رعایت ہوگی، کوئی لغزش اس میں نہ ہوگی، تو وہ حج انشاء اللہ مقبول ہی ہوگا۔

عَنْ عَائشة رضی اللہ عنہا اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَامِنْ يَوْمٍ اَكْثَرُ مِنْ اَنْ يُّعْتِقَ اللهُ فِيْهِ عَبْداً مِنَ النَّارِ مِنْ يَّوْمِ عَرْفَةَ وَاِنَّهٗ لَيَدْنُوْ ثُمَّ يُبَاهِيَ بِهِمُ الْمَلٰئِكَةَ فَيَقُوْلُ مَا اَرَادُ هٰؤُلاَءِ۔ رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ شریف)(وبمعناہ عن جابر)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے، جس میں اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن سے زائد بندوں کو جہنم سے نجات دیتے ہوں، یعنی جتنی کثیر مقدار کو عرفہ کے دن خلاصی ہوتی ہے، اتنی کثیر تعداد کسی اور دن کی نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ (دنیا کے) قریب ہوتے ہیں، پھر فخر کے طور پر فرماتے ہیں، یہ بندے کیا چاہتے ہیں۔

عَنْ اِبْنِ عَبَاس رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعاً مَنْ حَجَّ اِلٰى مَكَّةَ مَاشِياً حَتّٰى رَجَعَ كُتِبَ لَهٗ بِكُلِّ خُطْوَةٍ سَبْعُمِائَةِ حَسَنَةٍ مِنْ حَسَنَاتِ الْحَرَمِ قِيْلَ وَمَا حَسَنَاتُ الْحَرَمِ قَالَ كُلُّ حَسَنَةٍ بِمِائَةِ اَلْفِ حَسَنَةٍ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص حج کیلئے پیدل جائے اور آئے اس کے لئے ہر ہر قدم پر حرم کی نیکیوں میں سے سات سو نیکیاں لکھی جائیں گی، کسی نے عرض کیا کہ حرم کی نیکیوں کا کیا مطلب، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نیکی ایک لاکھ نیکی کے برابر ہے۔

فائدہ:۔ اس حساب سے سات سو نیکیاں سات کروڑ کے برابر ہوگئیں، اور ہر ہر قدم پر یہ ثواب ہے، تو سارے راستہ کے ثواب کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے۔

عَنْ عَائشة رضی اللہ عنہا مَرْفُوْعاً اِنَّ الْمَلٰئِكَةَ لَتُصَافِحُ رُكْبَانَ الْحَاجِّ وَتَعْتَنِقُ الْمُشَاةَ اَخْرَجَهُ ابْنُ الْجَوْزِيْ فِيْ مثير العزم كذافي الاتحاف وفي الدار اخرجه البيهقي عنها وضعفه۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ سے نقل فرماتی ہیں، کہ فرشتے ان حاجیوں سے جو سواری پر آتے ہیں مصافحہ کرتے ہیں، اور جو پیدل چل کر آتے ہیں، ان سے معانقہ کرتے ہیں۔

(درمنثور) کی روایت میں نقل کیا گیا ہے، کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ہندوستان سے پیدل چل کر ایک ہزار حج کئے ہیں (ترغیب) دوسری حدیث میں آیا ہے کہ چالیس حج پیدل کئے ہیں (اتحاف) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انبیا کرام علیہم السلام کا معمول پیدل حج کرنے کا تھا۔ (اتحاف)

ایک حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص منیٰ سے عرفات تک پاؤں پر جائے، اس کو ایک لاکھ نیکیاں حرم کی نیکیوں میں سے ملیں گی، علی بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا کہ انہوں نے نیسا پور سے چل کر ساٹھ سے زیادہ حج کئے ہیں، اور مغیرۃ بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا کہ انہوں نے مکہ سے چل کر پچاس سے زیادہ حج بدل کئے اور ابوالعباس سے نقل کیا گیا کہ انہوں نے اسی حج پیدل کئے ہیں۔ اور ابو عبداللہ مغربی رحمۃ اللہ علیہ نے ستانوے حج پیدل کئے ہیں۔ (اتحاف)

کیا اندازہ ہے، ان حضرات کے ثوابوں کا کہ ہر قدم پر ستر کروڑ نیکیاں ان کو ملی ہونگی۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صلّى الله عليه وسلّم مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يُرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّه۔ (متفق علیہ مشکوٰۃ)

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کیلئے حج کرے اس طرح کہ اس حج میں نہ رفث ہو (یعنی فحش بات) اور نہ فسق ہو (یعنی حکم عدولی) وہ حج سے ایسا واپس ہوتا ہے جیسا کہ اس دن تھا جس دن ماں کے پیٹ سے نکلا تھا۔

فائدہ:۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے، وہ معصوم ہوتا ہے، کہ اس پر کوئی گناہ، کوئی لغزش، کسی قسم کی دارو گیر کچھ نہیں ہوتی، یہی اثر ہے، اس حج کا جو اللہ کے واسطے کیا جائے۔

شفاء قاضی عیاض میں ایک قصہ لکھا ہے، کہ ایک جماعت سعدون خولانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئی، اور ان سے یہ قصہ بیان کیا کہ قبیلہ کتامہ کے لوگوں نے ایک آدمی قتل کیا، اور اس کو آگ میں جلانا چاہا، رات بھر اس پر آگ جلاتے رہے، مگر آگ نے اس پر ذرا بھی اثر نہ کیا، بدن ویسا ہی سفید رہا، سعدونؒ نے فرمایا کہ شاید اس شہید نے تین حج کئے ہوں گے، لوگوں نے کہا جی ہاں تین حج کئے ہیں، سعدونؒ نے کہا مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جس شخص نے ایک حج کیا، اس نے اپنا فریضہ ادا کیا اور جس نے دوسرا حج کیا، اس نے اللہ کو قرض دیا، اور جو تین حج کرتا ہے، تو اللہ جل شانہ اس کی کھال کو، اسکے بال کو آگ پر حرام کر دیتا ہے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُلَبِّيْ اِلَّا لَبّٰى مَنْ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَشِمَالِهٖ مِنْ حَجَرٍ اَوْشَجَرٍ اَوْمَدَرٍ حَتّٰى تَنْقَطِعَ الْاَرْضُ مِنْ هٰهُنَا وَهٰهُنَا۔ رواه الترمذی وابن ماجة كذافی المشكوٰة۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب حاجی لَبَّيْكَ کہتا ہے تو اس کے ساتھ اس کے دائیں اور بائیں جو پتھر، درخت ڈھیلے وغیرہ ہوتے ہیں وہ بھی لبیک کہتے ہیں، اور اسی طرح زمین کے منتہا تک یہ سلسلہ چلتا ہے۔

عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَفعهٗ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْحَاجُّ يَشْفَعُ فِيْ اَرْبَعِ مِاْئَةٍ مِنْ اَهْلِ بَيْتٍ اَوْقَالَ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَيَخْرُجُ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ۔ رواهُ البزار وفيه راولم يسمّ كذافی الترغيب۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حاجی کی سفارش چار سو گھرانوں میں مقبول ہوتی ہے، یا یہ فرمایا کہ اسکے گھرانے میں سے چار سو آدمیوں کے بارے میں قبول ہوتی ہے، راوی کو شک

ہوگیا، کہ کیا الفاظ فرمائے تھے، اور یہ بھی فرمایا کہ حاجی اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے، جیسا کہ پیدائش کے دن تھا۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم اِذَا لَقِیْتَ الْحَاجَّ فَسَلِّمْ عَلَیْهِ وَ صَافِحْهُ وَمُرْهُ اَنْ یَسْتَغْفِرَ لَكَ قَبْلَ اَنْ یَدْخُلَ بَیْتَهٗ فَاِنَّهٗ مَغْفُوْرٌ لَهٗ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ كَذَافِی الْمِشْكٰوۃ۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب کسی حاجی سے ملاقات ہو تو اس کو سلام کرو، اس سے مصافحہ کرو، اور اس سے پہلے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو اپنے لئے دعائے مغفرت کی اس سے درخواست کرو کہ وہ اپنے گناہوں سے پاک صاف ہو کر آیا ہے۔

عَنْ اَبِی سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰه عنه اَنَّ رَسُولَ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلَّم قَالَ یَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِنَّ عَبْداً صَحَحْتُ لَهٗ جِسْمَهٗ وَوَسَّعَتُ عَلَیْهِ فِی الْمَعِیْشَةِ تَمْضِیْ عَلَیْهِ خَمْسَةُ اَعْوَامٍ لَایَفِدُ اِلَیَّ لَمَحْرُوْمٌ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو بندہ ایسا ہو کہ میں نے اس کو صحت عطا کر رکھی ہو، اور اس کی روزی میں وسعت دے رکھی ہو اور اس کے اوپر پانچ سال ایسے گزر جائیں کہ وہ میرے دربار میں حاضر نہ ہو وہ ضرور محروم ہے۔

عَنْ جَابر رضی اللّٰه عنه رَفَعَهٗ مَا اَمْعَرَ حَاجٌّ قَطُّ قِیْلَ لِجَابِرٍ مَا الْاِمْعَارُ قَالَ مَا افْتَقَرَ۔ رواه الطبرانی فی الاوسطِ والبزار و رجاله رجال الصحیح كذافی الترغیب۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نقل

کرتے ہیں کہ حاجی فقیر ہر گز نہیں ہوسکتا۔

احادیث مذکورہ بالا سے حج کے بے شمار عظیم اور کثیر فضائل معلوم ہوئے، کتنے خوش قسمت ہیں وہ حضرات جن کو یہ دولت متعدد بار حاصل ہوئی ہو، کہ ان کے فضائل کا کون اندازہ لگاسکتا ہے۔ جن کی روحیں ندائے ابراہیمی پر لبیک لبیک ہی کہتی رہی ہوں گی۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تقریباً دو دہائیوں سے زائد مسلسل سفر حج پر تشریف لیجاتے تھے، جب محبت خالص ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے دربار کی حاضری مرحمت فرمادیتے ہیں۔

اگر ہیں آپ مخلص اپنے اقرارِ محبت میں
طلب خود کرلئے جائیں گے دربارِ محبت میں

غالباً سب سے پہلا سفر حج ۱۹۷۷ء میں کیا، پانی کے جہاز سے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پہلے حج کے کچھ حالات ارشاد فرمائے۔

فرمایا: کہ ہم جب سب سے پہلے سفر حج پر گئے اس وقت یہاں سے ممبئی جانا ہوتا اور وہاں سے پانی کے جہاز سے تشریف لے جاتے۔ ہم نے بھی سب ضروریات سامان لیا اور آب زمزم لانے کے لئے دو ڈرام لئے، اس وقت اکثر حضرات انہی کو لیجایا کرتے تھے، غالباً بیس پچیس دن میں ہم حجاز مقدس پہنچے، اس وقت میں ایک کتاب لکھ رہا تھا "حقوق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" الحمد للہ یہ کتاب سفر حج میں ہی لکھی، اس کتاب کے برکات خوب ظاہر ہوئے، میرا پورا سفر حج بالکل آسان اور بہت کم خرچ میں ادا ہوگیا، مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں قیام ہوا، وہاں کے مہتمم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی، انہوں نے ٹھہرنے کے لئے اور بھی اچھی طرح انتظام کیا اور مجھے مستقل اپنے یہاں رکھنے پر بھی اصرار فرمایا، واپسی پر کھجور وغیرہ بھی خود خرید کردیں، ماشاء اللہ پہلا سفر حج بہت ہی آسانیوں کے ساتھ پورا ہوا۔

زیارت روضۂ اقدس علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

امام المرسلین حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کی زیارت کتنی بڑی سعادت اور خوش نصیبی ہے، حدیث پاک میں ارشاد ہے۔

"مَنْ زَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ"
(المعجم الکبیر، ج ۱۲، ص ۳۱۰)

جس نے میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی، اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

ایک روایت میں ہے:۔

مَنْ زَارَنِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ۔
(المعجم الکبیر، ج ۱۲، ص ۳۱۰)

جس شخص نے میری وفات کے بعد میری (قبر) کی زیارت کی اس نے گویا میری حیات میں میری زیارت کی۔

مذکورہ احادیث مبارکہ سے آنحضرت ﷺ کے روضۂ پاک کی زیارت کی فضیلت معلوم ہوئی، جب ایک مرتبہ زیات کی یہ فضیلت ہے، جس کو بار بار یہ فضیلت میسر آئی ہو، اس کی سعادت وخوش نصیبی کا کیا ٹھکانہ ہے۔

حضرت اقدس مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر بار مستقل سفر کرکے حج کے ساتھ زیارت پاک کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے، اور خوب مزے لوٹے۔

دیارِ یثرب میں گھومتا ہوں، نبی کی دہلیز چومتا ہوں
شرابِ عشقِ نبی کی پی کر، مزے مزے سے جھومتا ہوں

اس سے حضرت اقدس مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عنداللہ مقبولیت ومحبوبیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، اس لئے کہ وہاں حاضر ہونے والا بندہ مہمان بن کر جاتا ہے۔ یہ قدم خود نہیں

اٹھتے اٹھائے جاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اپنی شایان شان بندے کو نوازتے ہیں۔

دنیا کا کوئی سخی آقا اپنے مہمان کو نوازنے میں کمی نہیں کرتا، تو اس خالق کائنات کی طرف سے اپنے مہمانوں پر کیا کیا نوازشات ہوتی ہوں گی، اس کو پورے طور پر تو کون جان سکتا ہے، باقی احادیث مذکورہ بالا کی روشنی میں کچھ اندازہ ضرور لگایا جاسکتا ہے۔

نذرانۂ خلوص

حضرت مولانا علامہ سید عبدالعزیز صاحب ظفرؔ جنکپوری قاسمیؔ حسنیؔ مدظلہ العالی، امام وخطیب شاہی مسجد، فرینڈس کالونی، نئی دہلی نے علامۂ یگانہ، وحید زمانہ، مظہر حق وصداقت، آئینۂ فصاحت وبلاغت، شیخ طریقت، عارف باللہ حضرت مولانا الحاج مفتی محمد فاروق صاحب مدظلہ العالی مدیر جامعہ محمودیہ، علی پور، ہاپوڑ روڈ، میرٹھ (یوپی) الہند کی حج بیت اللہ سے واپسی پر یہ منظوم نذرانۂ خلوص پیش کیا۔

حجازِ پاک سے فاروقؔ اپنے گھر آئے ۔۔۔ قدم قدم پہ بہاروں نے پھول برسائے

حرم پاک کی برکت سے بہرہ ور ہو کر ۔۔۔ خدا کے عشق میں ہو کر، وہ تر بتر آئے

وہ سرزمیں کہ فرشتے جسے سلام کریں ۔۔۔ اس سرزمین کو آنکھوں سے دیکھ کر آئے

جہاں پہ بارشِ انوارِ حق برستی ہے ۔۔۔ وہاں پہ رحمت حق کو وہ دیکھ کر آئے

یہاں پہ رہ کے یہ فاروقؔ کی تمنا ہے ۔۔۔ وہ دیکھے خواب تو کعبہ ہی بس نظر آئے

مدینہ روضۂ اطہر پہ جو سلام پڑھا ۔۔۔ نبیؐ کے عشق میں سرشار ہو کے گھر آئے

خدا کے گھر کو چلے، الوداع جو وہ کہہ کر ۔۔۔ فراق کعبہ کا لے کر اثر وہ گھر آئے

خدایا! دل میں حرمؔ کی وہ بیقراری ہو ۔۔۔ کہ آنکھیں بند کریں تو حرمؔ نظر آئے

ظفرؔ حرم سے وہ فاروقؔ بہرہ ور ہو کر
جبیں پہ نورِ یقیں لے کے اپنے گھر آئے

اصلاح وتربیت

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خداوند قدوس نے جہاں بہت ساری خوبیاں عطا فرمائی تھیں، اس کے ساتھ ساتھ مریدین کی اصلاح وتربیت کا ملکہ بھی عطا فرمایا تھا، انسان کی صلاح وفلاح میں سب سے بڑا دخل اس مربی ومرشد کا ہوتا ہے جس کی طرف انسان کی طبیعت راغب بھی ہو اور وہ اپنے اندر کشش وجاذبیت بھی رکھتا ہو۔ اس پر محبوبیت کا غلبہ بھی ہو۔ اس کی شخصیت کی طرف میلان ورجحان بھی ہو۔ حضرت مفتی صاحب نوراللہ مرقدہ میں یہ اوصاف بدرجۂ اتم موجود تھے۔ اسی وجہ سے روحانی امراض کی تشخیص ایسے سہل انداز سے فرماتے کہ مریض کو نہ کوئی بوجھ محسوس ہوتا ہے اور نہ کوئی دشواری۔

عموماً جو حضرات بیعت ہونے کے لئے آتے تو ان کو سہارنپور اور دیوبند میں موجود اکابرین حضرات کی طرف توجہ دلاتے کہ فلاں حضرات کے پاس چلے جاؤ، اگر پھر بھی اصرار کرتا تو کچھ معمول بتاتے اور فرماتے ان کو پورا کرو اور پھر باقاعدہ بیعت ہو جانا۔

اور بعض گاؤں وغیرہ کے عمر دراز حضرات آتے ان کو فوراً بیعت فرما لیتے، اور مختصر طور پر کوئی تسبیح مثلاً تیسرے کلمہ کی تین تسبیح، استغفار کی تین تسبیح، درود شریف کی تین تسبیح اور بعض حضرات کو اشراق، اوابین، تہجد، جس وقت میں جو دعائیں منقول ہیں ان کا حکم فرماتے اور گناہوں سے بچنے کی تلقین فرماتے۔ بعض کو تفصیلاً بتلاتے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

مسترشدین حضرات کیلئے ہدایات

نماز باجماعت کا اہتمام

نماز باجماعت کا اہتمام کیا جائے، چونکہ بلا عذر ترک جماعت پر حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے، اس لئے اس کی کوشش کی جائے کہ تکبیر اولیٰ بھی فوت نہ ہو۔

سنن ونوافل کی پابندی

فرض نماز کے شروع اور آخر میں جو سنن ونوافل ہیں ان کا بھی اہتمام کریں، اس لئے کہ قیامت میں فرائض میں اگر کمی نکلے گی تو نوافل سے اس کو پورا کیا جائے گا، اس لئے سنن ونوافل میں بالکل بھی کوتاہی نہ کریں۔ خاص طور سے تین نمازوں کی، اشراق، اوابین، تہجد۔

نمازِ اشراق

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص فجر پڑھ کر اپنی جگہ بیٹھا رہے، پھر اشراق پڑھے، اس کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اور ۲۰ منٹ میں ہم دوسرے کام میں لگ کر کیا بہت کچھ کما لیتے ہیں، اور ایک حدیث شریف میں ہے جو شخص صبح کو نماز جماعت سے پڑھے، پھر آفتاب نکلنے تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہے، اور پھر دو رکعت پڑھے، تو اس کو ایک حج وعمرے کا ثواب ملتا ہے۔ اور حج عمرہ بھی جو کامل ہو۔

بتاؤ ہم میں سے روزانہ کون حج وعمرہ کرسکتا ہے؟ بڑے سے بڑا ارب پتی کھرب پتی بھی روزانہ اگر چاہے تو حج وعمرہ نہیں کرسکتا، الایہ کہ وہ بھی اس عمل کو کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے غریب بندوں کا کتنا اچھا انتظام کردیا۔

نماز اوّابین

مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعت اور پڑھے، حدیث پاک میں آیا ہے اس کو بارہ برس کی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔ جیسے بارہ برس تک نماز پڑھتا رہا ہو اور چھ رکعت پڑھنے میں کتنی دیر لگتی ہے، دس منٹ اور ثواب بارہ سال کا۔

نماز تہجد

یہ اللہ والوں کی معراج ہے، اللہ والوں کا محبوب مشغلہ ہے، اس لئے بھائی جو بھی اللہ والا بننا چاہے وہ تہجد کی نماز پڑھے، اور اگر رات کو اٹھنا مشکل ہو تو سونے سے پہلے دو رکعت پڑھ لے۔ ان شاء اللہ تہجد کا ہی ثواب ملے گا۔

ایک رکشہ چلانے والا چند پیسوں کی خاطر پوری رات اسٹیشن پر گذار دیتا ہے، کیا ہم اللہ کے لئے رات کو نہیں اٹھ سکتے، اگر اٹھنا چاہے تو کوئی مشکل بھی نہیں، اگر اوّل وقت میں ٹرین ہو تو خود بخود آنکھ کھلے گی کہ نہیں؟

قرآن پاک کی تلاوت کا اہتمام

جو حضرات حافظ ہیں وہ روزانہ تین پارے نفلوں میں پڑھنے کا اہتمام کرے۔ اور جو حضرات حافظ نہیں ہیں وہ کم سے کم آدھا پارہ یا کم سے کم ایک پاؤ پارہ پڑھنے کا اہتمام کریں۔

اور جن سورتوں کی فضیلت ہے ان کے پڑھنے کا بھی اہتمام کرے، جیسے صبح کے وقت میں یٰسین شریف۔

یٰسین شریف

جو آدمی صبح کو یٰسین پڑھتا ہے اللہ دن بھر کے کاموں کی ذمہ داری لے لیتا ہے۔ اور شام کے وقت میں سورۂ نباء اور سورۂ واقعہ۔

سورۂ واقعہ

حدیث شریف میں آیا ہے جوشخص شام کے وقت سورۂ واقعہ پڑھتا ہے اس کو فقر وفاقہ نہیں ہوتا۔

اور سونے کے وقت الم تنزیل اور سورۂ ملک۔

الم تنزیل اور سورۂ ملک

حدیث شریف میں آیا ہے جوشخص سونے سے پہلے ان دونوں سورتوں کو پڑھتا ہے اس کو قبر کا عذاب نہیں ہوگا۔

سورۂ کہف

جمع کے دن سورۂ کہف پڑھیں۔حدیث شریف میں آیا ہے جوشخص جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھتا ہے، وہ دجال کے فتنے سے محفوظ ہوگا۔اور دجال کا فتنہ دنیا کا سب سے بڑا فتنہ ہے، جب اس سے محفوظ ہوگا تو دوسرے فتنے تو اس سے چھوٹے ہیں، تو ان سے بدرجہ اولیٰ محفوظ ہوگا۔

تیسرا کلمہ، استغفار، درود شریف

تیسرے کلمہ کی تین تسبیح۔استغفار کی تین تسبیح۔اور درود شریف کی تین تسبیح صبح وشام پڑھ لیا کریں۔

اس کے علاوہ درود شریف ایک ہزار مرتبہ پڑھے، چاہے چھوٹا درود شریف صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہو، پورے دن میں کسی بھی وقت اس کو پورا کرلے۔

باوضو رہنے کی عادت

ہر وقت باوضو رہنے کی عادت ڈالیں۔

مخصوص دعاؤں کا اہتمام

مخصوص اوقات کی جو دعائیں منقول ہیں ان کا اہتمام کرے، مثلاً مسجد میں داخل ہوتے وقت، مسجد سے نکلتے وقت، کھانا کھاتے وقت، بیت الخلاء میں جاتے وقت، نکلتے وقت اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر عجیب تاثیر رکھی ہے۔

اور اگر کوئی صاحب زیادہ جلدی میں ہوتے ان کو صلوۃ وسلام نامی کتاب اپنی طرف سے پیش کرتے اور فرماتے اس میں دیکھ کر جو عمل آسان لگے اس کو کر لینا۔

حضرت نے مریدین اور مسترشدین کے لئے معمولات یومیہ کو کتابی شکل ''صلوۃ وسلام مع معمولات یومیہ'' کے نام سے جمع کر دیا، اس سے دیکھ کر عمل کیا جاسکتا ہے۔

تصنیفات وتالیفات

فن حدیث وفقہ، تصوف وسلوک، اصلاحِ معاشرہ، تاریخ وسوانح نیز مسائل حاضرہ پر آپ کی متعدد اور اہم تالیفات ہیں، ان میں سے بعض کے تراجم عربی، انگریزی، ہندی، پنجابی زبانوں میں بھی ہو چکے ہیں، حضرت کے مواعظ اور ملفوظات کا بہت سا ذخیرہ موجود ہے، اکثر غیر مطبوعہ ہے اور مختلف حضرات کے پاس موجود ہے، اللہ تعالیٰ اس کی اشاعت کے لئے آسانیاں پیدا فرمائے۔

فتاویٰ محمودیہ

فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ جس کو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی محنت ومشقت کے ساتھ جمع فرمایا، مظاہر علوم کے فتاویٰ کے سلسلہ میں مظاہر العلوم سہارنپور جا کر حضرت مفتی مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی، حضرت نے اپنے نام پر کتب خانہ سے نقل فتاویٰ کے رجسٹر حاصل کر کے واپسی کی شرط

پر آپ کے حوالہ کئے، اسی طرح دار العلوم دیوبند میں حضرت مفتی نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی، حضرت نے اپنے نام پر دار العلوم کے کتب خانہ سے نقل فتاویٰ کے رجسٹر حاصل کر کے واپسی کی شرط پر آپ کے حوالہ کئے، تب آپ فتاویٰ کو رجسٹر سے نقل کر کے ترتیب دیتے، اور صاحب فتاویٰ حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہٗ کو مختلف مجالس کے اندر سناتے، فتاویٰ میں حوالہ جات نہ تھے، چنانچہ ان کو حوالہ جات سے مزین کر کے ۳۱؍ جلدوں میں فقہ وفتاویٰ کا ذخیرہ منظر عام پر آیا، جو آپ کی زندگی کا عظیم کارنامہ ہے، اور اہل علم اور مفتیان کرام کے لئے مرجعیت کی حیثیت رکھتا ہے۔

"الرفيق الفصيح لمشكوة المصابيح"

حضرت علامہ رفیق صاحب شیخ الحدیث مفتاح العلوم جلال آباد کے درس مشکوۃ سے متعلق افادات کا مجموعہ ہے، جو پڑھنے کے زمانہ میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر مشکوۃ کے طور پر ضبط کی تھی۔

۱۵؍ جلدیں اس کی آچکی ہیں، چار جلدیں طباعت کے لئے گئی ہوئی ہیں، اور باقی پر کام جاری ہے، اللہ تعالیٰ تکمیل تک پہنچائے۔ آمین!

اس کے علاوہ علم حدیث، اصول حدیث، تفسیر، سیرت وسوانح، تاریخ، سلوک واحسان، فرق باطلہ کی تردید سے متعلق ہیں، اس کے علاوہ بھی سہل متنوع طرز واسلوب کی حامل مختلف کتابیں بھی تصنیف فرمائی ہیں، جو ان شاء اللہ رہتی دنیا تک امت کی رہبری اور رہنمائی کا ذریعہ بنی رہیں گی۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)......صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
(۲)......فاروق اعظم رضی اللہ عنہ
(۳)......عثمان غنی رضی اللہ عنہ
(۴)......فاروقِ ثانی
(۵)......ملفوظات فقیہ الامت
(۶)......مواعظ فقیہ الامت

(۷)......تذکرہ رفیق الامت
(۸)......خطبات رفیق الامت
(۹)......حیات ابرار
(۱۰)......سلوک واحسان
(۱۱)......وصف شیخ
(۱۲)......تربیت الطالبین
(۱۳)......تذکرہ شاہ ولی اللہ
(۱۴)......تذکرہ سید احمد شہید
(۱۵)......تذکرہ اسماعیل شہید
(۱۶)......تذکرہ عبد اللہ
(۱۷)......اصول حدیث
(۱۸)......اصول حدیث ترجمہ وتشریح
(۱۹)......فکر آخرت
(۲۰)......کام کی باتیں
(۲۱)......معاشرت پر ایک نظر
(۲۲)......تین طلاق کے متعلق تین فتاویٰ
(۲۳)......حیات رشید
(۲۴)......ارمغان اہل دل
(۲۵)......حقوق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
(۲۶)......مسلک علماء دیوبند اور حب رسول
(۲۷)......ٹیپو سلطان شہیدؒ
(۲۸)......ذکر محمود
(۲۹)......حیات محمود
(۳۰)......مصباح المشکوۃ
(۳۱)......نغمہ توحید
(۳۲)......ارشادات عالیہ سید احمد کبیر رفاعی
(۳۳)......اسباب غضب
(۳۴)......بدنظری کے مفاسد اور اس کا علاج
(۳۵)......فضائل بسم اللہ (اردو)
(۳۶)......مناقب النعمان
(۳۷)......فضائل بسم اللہ (انگلش)
(۳۸)......عظمت قرآن (اردو)
(۳۹)......تفسیر سورۃ فاتحہ (اردو)
(۴۰)......عظمت قرآن (انگلش)
(۴۱)......تفسیر سورۃ فاتحہ (ہندی)
(۴۲)......ردشیعیت
(۴۳)......تفسیر سورۃ فاتحہ (انگلش)
(۴۴)......عقائد الشیعہ
(۴۵)......غیر مقلدین کا اصلی چہرہ
(۴۶)......جناب گرونانک جی اور اسلام (اردو)

(۴۷)......غیر مقلدیت (۴۸)......جناب گرونانک جی اور اسلام (ہندی)

(۴۹)......غیر مقلدین ایک تعارف (۵۰)......جناب گرونانک جی اور اسلام (پنجابی)

(۵۱)......تقلید کی شرعی حیثیت (۵۲)......رفع یدین اور قرأت فاتحہ خلف الامام

(۵۳)......لطائف محمود (۵۴)......غیر مقلدین کی جماعت کیلئے ایک لمحۂ فکریہ

(۵۵)......تذکرہ مجدد الف ثانی (۵۶)......حدود اختلاف

(۵۷)......رضاخانیت (۵۸)......محمود الاعمال

(۵۹)......صلوۃ وسلام مع معمولات یومیہ (۶۰)......دافع السہو والغفلۃ عمل الیوم واللیلۃ

(۶۱)......رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلامی اخلاق (اردو)

(۶۲)......رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلامی اخلاق (ہندی)

(۶۳)......فتاویٰ محمودیہ

(۶۴)......الرفیق الفصیح لمشکوۃ المصابیح

(۶۵)......تفسیر سورۂ یوسف کے نام سے کتاب کی کمپوزنگ تصحیح وغیرہ کی تکمیل حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں ہوگئی تھی، صرف چھپنے کے لئے جانی باقی تھی، جو تقریباً ۵۰۰ صفحات کے قریب ہے، اللہ تعالیٰ تمام کتابوں کو قبول عام فرمائے اور حضرت کے لئے صدقہ جاریہ بنائے آمین۔

سانحہ ارتحال

کتنی مشکل زندگی کس قدر آساں ہے موت
گلشن ہستی میں مانند نسیم ارزاں ہے موت
کلبۂ افلاس میں دولت کے کاشانے میں موت
دشت و در میں شہر میں گلشن میں ویرانے میں موت

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحت ماشاء اللہ بہت اچھی تھی، اور صحت کی وجہ سے یہ خیال بھی نہ تھا کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اتنی جلدی وفات پاجائیں گے، وفات کے وقت کوئی خاص بیماری بھی نہیں تھی، ۹ر ذی الحجہ کی صبح اپنی سواری سے منیٰ سے عرفات گئے، اور وہاں سے واپس آکر حدود مزدلفہ میں اپنے خیمہ میں قیام کیا، ۱۰ر ذی الحجہ کی صبح کو ساڑھے سات بجے کے قریب کنکری مارنے کے لئے اپنے خیمہ سے روانہ ہوئے، منیٰ کے قریب جو بھگدڑ مچی قضاو قدر کے فیصلے موت کے بے رحم شکنجے جس سے کسی کو مفر نہیں۔ ''فاذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعة ولایستقدمون'' میں آکر تلبیہ پڑھتے ہوئے ''حادثۂ منیٰ'' میں ۱۰ر ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۴ر ستمبر ۲۰۱۵ء بروز جمعرات رشد و ہدایت کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔

اس گنجینۂ علم وعرفاں کو جائے حادثہ منیٰ کے قبرستان معیصم میں ۱۳ر ذی الحجہ کو آسودہ خاک کر دیا گیا۔

یہی آپ کی دیرینہ خواہش بھی تھی کہ جس کا ظہور آپ حضرت شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے وفات کے واقعہ کو سنا کر فرمایا کرتے تھے، حضرت شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت جب زیادہ

ناساز ہوئی اور دہلی کے ہوسپٹل میں حضرت شیخ زیرِعلاج تھے، جب مرض میں زیادہ شدت ہوئی تو خدام حضرات نے مدینہ منورہ لے جانے کا انتظام کرنا شروع کیا۔ حضرت شیخ کو جب افاقہ ہوا تو حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا؛ جب میرا وقت آئے گا بلا لیا جاؤں گا۔

چنانچہ کچھ دنوں تک قیام فرمانے کے بعد مرض میں تخفیف ہوئی، کئی مہینے تک حضرت شیخ کا فیض جاری رہا۔ اور محبین اور معتقدین خوب مستفید ہوئے۔ چنانچہ جب وقت متعین آ پہنچا تو مدینہ منورہ میں ۲؍شعبان ۱۴۰۲ھ کو اس دارِفانی کو الوداع کہا، جو حضرت کی دیرینہ خواہش تھی وہ پوری ہوئی۔ اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

جب بھی حج کے ایام قریب آتے، تو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ واقعے کو بکثرت سنایا کرتے تھے۔ جس سے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اندرونی کیفیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اور حدیث شریف میں بھی اس کی وضاحت موجود ہے کہ انسان کے جسم کو خاکدانِ عالم کے جس حصۂ خاص سے وجود عطا کیا جاتا ہے انتقال کے بعد زمین کے اسی حصہ میں پیوند خاک کر دیا جاتا ہے، چنانچہ آپ کے خمیر میں حجاز مقدس کی مٹی شامل تھی، جہاں سے اس نورانی پیکر کو جسمانی وجود بخشا گیا تھا، وہیں سپرد خاک کر دیا گیا۔

آخر کو گل اپنی صرف رہ میکدہ ہوئی
پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

حالانکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب تک حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہماری اس دنیا سے نہیں گئے، بلکہ کہیں سفر پر گئے ہوئے ہیں۔ اور ابھی آنے کو ہیں۔۔۔۔۔۔ آہ زندگی اور موت کے بیچ کتنا کم فاصلہ ہے۔ دنیا میں موت کتنی سستی اور یقینی ہے۔ کہ ہر وقت ہر جگہ آسانی سے ملنے والی چیز ہے۔ اور حقیقت یہ بھی ہے کہ ہر نفس کو موت کی آغوش میں

جانا ہے اور کسی کو اس سے مفر نہیں۔

کیا پیمبر کیا نبی کیا ولی اور کیا فقیر
سب کو ہے منھا خلقنا کم کا صدمہ ایک دن

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس دنیا سے رخصت ہو کر بھی اپنے کردار و عمل کے آئینہ میں ہمیشہ زندہ رہیں گے، اور غمخواروں کو یہ پیغام دیکر دنیا سے تشریف لے گئے کہ

اب زیست یوں بسر کر جب کوچ ہو یہاں سے
ہنستا ہوا تو جائے روئے تجھے زمانہ

آپ کی رحلت نہ یہ کہ کاروانِ علم و عمل کیلئے ایک الم انگیز اور اندوہناک حادثہ تھا، بلکہ آپ کی وفات سے ہر عالم و عامی شہری آپ کی موت کی خبر سننے والا ہر فرد بشر متاثر تھا، آپ کی ہمہ گیر شش جہت شخصیت نے چونکہ ہر محاذ پر ملت کی نمایاں خدمات انجام دیں، جو امت کے لئے مشعل راہ کا کام دیں گی اور موتُ العالِم موتُ العالَم کا جو مژدہ سنایا گیا وہ ایسے ہی لوگوں کے لئے ہے۔

اگر یہ مانتے ہو موت العالِم موت العالَم ہے
تو موت مرشد عالم کا بولو نام کیا ہوگا

یقیناً حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت کا دنیا کو الوداع کہنا ایسا ہے جیسے دنیا ہی ہم سے روٹھ گئی ہو کیونکہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے کردار فکر و عمل میں ایک عالم پر بھی بھاری تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی تعریف و توصیف اور آپ کی ہمہ گیر شخصیت کی تصویر کشی کے لئے ایک دفتر بھی ناکافی ہے۔

ورق تمام ہوا مدح ابھی باقی ہے
سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کیلئے

اور

آ ئیے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر
اب انہیں ڈھونڈھ چراغ رخِ زیبا لے کر

باقیات صالحات

آپ نے اپنے بعد سیکڑوں ہزاروں تلامذہ، لاکھوں اہل تعلق جن کے دل آپ کی عقیدت سے معمور تھے، اور ہزار ہاہزار وہ حضرات جو آپ کے مواعظ سے یا آپ سے تعلق کے بعد تائب ہوئے، اور پابند صوم وصلوۃ بن گئے، ان سب کے اعمال کا ثواب آپ کے نامۂ اعمال میں درج ہوتا رہے گا۔

اہل خانہ میں سے

زوجہ محترمہ جو کم وبیش ۴۳ رسال سے آپ کی رفیقۂ حیات ہیں۔ آپ نے صلبی اولاد میں سے ایک صاحبزادہ اور تین صاحبزادیاں چھوڑیں۔

صاجزادہ

مولانا محمود حسن صاحب زیدمجدہم۔

صاجزادیاں

(۱)......سلمیٰ خاتون مدظلہا، جو مولانا راشد صاحب بھیسانوی سے منسوب ہیں۔

(۲)......بشریٰ خاتون مدظلہا، جو مولانا ریاض صاحب کھوائی سے منسوب ہیں۔

(۳)......زعیمہ خاتون مدظلہا، جو بھائی یوسف صاحب سے منسوب ہیں۔

چاروں ماشاء اللہ صاحب اولاد ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی وفات سے ایک گونہ مشابہت

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری زندگی میں سنت نبوی کا خاص اہتمام فرمایا تھا۔ شب و روز کے معمولات اس پر شاہد ہیں تو اللہ جل شانہ نے بوقت وفات جو غیر اختیاری مرحلہ ہے، اپنی شان کریمی کے طفیل اپنے حبیب پاک ﷺ کے ساتھ ایک گونہ مشابہت سے سرفراز فرمایا۔

جس طرح حضرت نبی کریم ﷺ کی وفات پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عجیب سی کیفیت تھی انہیں اپ کی وفات کا یقین نہیں ہو رہا تھا بلکہ وہ حضرات آپ ﷺ کی واپسی کے منتظر تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تو اور بھی زیادہ عجیب کیفیت تھی، یہاں تک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خطاب سن کر ان کی اضطرابی کیفیت ختم ہوئی اور آنحضرت ﷺ کی وفات کا یقین ہوا۔

بالکل اسی طرح حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اہل خانہ اور متعلقین اور منتسبین کی بھی یہی حالت تھی، سبھی حضرات حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی واپسی کے منتظر تھے، اس حادثہ کے بعد یہ سوچ رہے تھے کہ شدید چوٹ کی وجہ سے فلاں ہوسپٹل میں ہوں گے، فلاں ہوسپٹل میں ہوں گے، مستقل ایک عملہ اس کام میں لگا ہوا تھا کہ وہ الگ الگ ہوسپٹل میں جا کر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تلاش کرتے۔ دو چار روز نہیں بلکہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تلاش و جستجو میں کئی ہفتے گذر گئے۔ بالآخر شکستہ دلوں کو ناچاہ کر بھی بچند وجوہ یقین کرنا پڑا کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ درجۂ شہادت پا کر دارِفانی سے رخصت ہو گئے۔

تعزیت

تعزیت کون کرے؟ کس کی کرے؟ کن الفاظ میں کرے؟ اس لئے کہ سب ہی

تعزیت کے مستحق ہیں۔ یہ غم کسی ایک کا نہیں سب کا ہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اس دارِ فانی سے رخصت ہوجانا ایسا ہے جیسے شفیق باپ کے سایہ عاطفت سے محروم ہوجانا، تعزیتی جلسہ کا مزاج نہ ہمارے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ حضرت اقدس کی حیات میں جتنے بھی حادثات پیش آئے کسی کے وصال پر بھی حضرت نے مدرسہ میں نہ تعطیل فرمائی، بلکہ جملہ معمولات حسب دستور ہوتے رہتے تھے۔

یہی مزاج حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چھوٹوں کا بنایا تھا، چنانچہ الحمد للہ! اس اہم حادثہ فاجعہ کے موقع پر بھی تعزیت کے عنوان سے کوئی پروگرام نہیں ہوا، اور نا ہی مدرسہ میں تعطیل کا اعلان ہوا، بعض دنیوی ذمہ داران حضرات اس سے نالاں بھی ہوئے کہ کوئی تعزیتی پروگرام نہیں ہوا۔ بلکہ طلبہ کرام عید الاضحیٰ کی چھٹی کے مکمل ہونے کے بعد تشریف لائے، اسی روز سے تعلیم جاری ہوگئی اور حسب سابق مدرسہ کا نظام بھی جاری ہوگیا۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ لوگ شکستہ دل ہیں، ہر ایک شخص رنجیدہ ہے، بلکہ جس کا جس درجہ کا تعلق حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تھا وہ اتنا ہی رنجیدہ و آبدیدہ ہے۔ اس لئے ہر شخص تعزیت کا مستحق اور تسلی کا محتاج نظر آتا ہے۔ جس شخصیت کے لئے آپ اتنے رنجیدہ پژمردہ ہیں اسی شخصیت سے تسلی کا مضمون پڑھئے جو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حیات ابرار میں نقل فرمایا ہے اور یہ سمجھئے کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت آپ ہی سے مخاطب ہے۔

باسمہ تعالیٰ

حامدًا و مصلیًا و مسلمًا۔ امّا بعد

بلا شبہ موت یقینی ہے، جو شخص بھی اس دنیا میں آیا اس کے لئے بھیجنے والے نے ایک وقت مقرر کیا، جس کا صحیح علم اس کے علاوہ کسی کو بھی نہیں، جب وقت آجائیگا تو پھر اسکو

یہاں سے جانا بھی ہے، یہی وجہ ہے کہ جن کو بظاہر کوئی بیماری نہیں ہوتی وہ بھی وقت مقرر پر ایک دم روانہ ہو جاتے ہیں، جس کو آج کل حرکت قلب بند ہونے سے تعبیر کرتے ہیں، اسی کو حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحبؒ فرماتے ہیں:۔

ہو رہی ہے عمر مثل برف کم — چپ کے چپ کے رفتہ فتہ دم بدم
سانس ہے ایک رہرو ملک عدم — دفعتاً ایک روز جائے گا یہ تھم
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے — کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

دنیا میں جدائی کا غم لازم ہے

ظاہر ہے کہ جب موت یقینی ہے تو پھر ہر دو تعلق و رشتہ والوں میں سے کسی نہ کسی ایک کو دوسرے کا صدمہ جدائی برداشت کرنا ضروری ہے، شوہر کی موت سے بیوی کو، والد کی موت سے لڑکے کو، اور بھائی بہن کی موت سے، بہن بھائی کو، اسی طرح اس کا عکس کر لیا جائے، بہر حال جدائی کا غم ضرور پیش آئیگا، یہ بھی ظاہر ہے اگر کسی کو موت کا اختیار دیدیا جاتا، تو کوئی بھی اس کے صدمہ کے لئے تیار نہ ہوتا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا معاملہ اپنے قبضہ میں رکھا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "یُحْیِ وَیُمِیْتُ"

شریعت نے اعتدال کی تعلیم دی

اب جبکہ اس کو پیش آنا ہی ہے، تو کسی عزیز و رشتہ دار اور دوست کی جدائی پر دل کا غمگین ہونا آنکھوں سے آنسوؤں کا بہنا، چہرہ پر رنج و غم کے آثار ظاہر ہونا، ایک فطری بات ہے، اس کو نا تو ٹالا جاسکتا ہے، اور نہ ہی اس سے روکا جاسکتا ہے، چنانچہ شریعت نے نہ تو اس سے منع کیا اور نہ ہی اس کو ناپسندیدہ بتلایا، بلکہ رونا آنے پر جی بھر کے رونے کی اجازت ہے، بلکہ جی بھر کے رونے کا دخل ہے، غم کی تخفیف میں، ورنہ بتکلف ضبط کرنے سے دوسرے قسم

کے ضرر لاحق ہونے کا اندیشہ ہے تو آنسو بہانے اور رونے سے کیسے روکا جاسکتا ہے، البتہ شریعت نے ہر موقع پر اعتدال کی تعلیم دی ہے، اس لئے کہ شدت غم اور ازدیاد حزن سے اعمال دینیہ و دنیاوی میں خلل رونما ہوگا، جو مقصد زندگی کے خلاف ہے، اس لئے ایسے وقت کے لئے بھی یہی حکم دیا کہ جس سے ایک طرف تو طبعی تقاضا بھی پورا ہو، اور دوسری طرف بے اعتدالی اور بے صبری نہ ہو۔

رونے کی شرعی حد کیا ہے

چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے، آپ کے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت سعد بن وقاص اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم بھی تھے، جب آپ ان کے پاس پہنچے ان کو بے ہوشی کی حالت میں پایا آپ نے پوچھا کیا انتقال ہوگیا؟ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ نہیں ان کی یہ حالت دیکھ کر آپ رونے لگے تو آپ کو روتا ہوا دیکھ کر صحابی بھی رونے لگے اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلَّاتَسْمَعُوْنَ اِنَّ اللہ لَایُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَیْنِ وَلَابِحُزْنِ الْقَلْب وَلٰکِنْ یُعَذِّبُ بِھٰذا وَاَشَارَ اِلٰی لِسَانِہٖ اَوْیَرْحَم۔ متفق علیہ۔

اچھی طرح سن لو کہ اللہ تعالیٰ آنکھوں کے آنسو بہانے اور دل کے غمگین ہونے پر عذاب نہیں دیتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا البتہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے عذاب بھی کرتا ہے، اور رحم بھی۔

مشہور محدث حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:۔

مَاافَادالْحَدِیْث مِنْ جَوَازِ الْبُکَاءِ وَلٰکِنَّ مِنْ غَیْرِ نَوْحٍ وَرَفع صَوت۔

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کسی کے انتقال پر نوحہ اور چلائے بغیر رونا جائز ہے

(مرقات،ص ۸۷/ج ۴/)

جدائی پر رونا سنت نبوی ﷺ ہے

رونا نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جانے والے سے جو محبت وانس تعلق اور لگاؤ تھا، اس جذبہ کی بنا پر غمگین ہونا اور رونا نبی کریم ﷺ کی سنت ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم علیہ السلام جب نزع کی حالت میں تھے، تو ان کی اس حالت کو دیکھ کر آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تو اس پر حضرت عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:۔

"وانت یارسول الله" یارسول اللہ (ﷺ) آپ رو رہے ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "یَاابْنَ عَوْف انھارَحْمَةٌ" متفق علیه۔

اے ابن عوف آنسوؤں کا بہنا رحمت ہے۔(مشکوٰۃ ص ۱۵۰/ج ۱)

ایک اور موقع پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے اسی طرح کے سوال کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا فِي قُلُوْبِ عِبَادِهٖ فَاِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ۔ متفق علیه (مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۰/ج ۱)

یہ رحمت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا فرمایا، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے صرف انہیں لوگوں پر رحم کرتا ہے جو جذبۂ ترحم رکھنے والے ہیں۔

واضح ہو کہ حدود شرع میں رہتے ہوئے غمگین ہونا اور رونا یہ صبر وضبط تسلیم ورضا کے خلاف نہیں ہے، بلکہ یہ احساس محبت اور جذبۂ ترحم کی علامت ہے جو کہ پسندیدہ اور مطلوب ہے۔

ہدایات خاصہ

اسی کے ساتھ ایسے موقعہ کے لئے خاص تعلیمات و ہدایات ہیں کہ اس کے استحضار اور عمل کی برکت سے انشاء اللہ العزیز اس حادثہ کا تحمل آسان ہو جاتا ہے، اور تدریجی طور پر رنج وغم میں کمی ہو جاتی ہے، ان میں سے کچھ باتیں درج ذیل ہیں۔

(۱)......اس سلسلہ میں دو باتوں کو پیش نظر رکھا جائے:۔

اوّل:...... یہ کہ اللہ تعالیٰ حاکم ہیں ہر قسم کا تصرف بندے میں فرما سکتے ہیں جو کچھ ہوتا ہے ان کے حکم سے ہوتا ہے، بغیر ان کے حکم کے ذرہ بھی نہیں ہل سکتا۔

دوم:...... یہ کہ اللہ تعالیٰ حکیم بھی ہیں، ان کا کوئی فعل بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا، اس میں ضرور مصلحتیں ہوتی ہیں، جن کے جاننے کا انسان نہ مکلف ہے، اور نہ ان کا جاننا ضرور ی ہے، ان دو چیزوں کو بار بار ذہن میں سوچنا چاہئے کہ بروقت یا خیال کرنے پر یہ دونوں باتیں سامنے آ جائیں، اب جب کوئی ناگوار واقعہ پیش آئے تو فوراً سوچے کہ بحکم خداوندی ہوا ہے، جیسا کہ پہلی بات میں کہا گیا ہے، پھر یہ سوچے کہ اس میں ضرور کوئی نہ کوئی مصلحت ہے گو ہم کو اس کا علم نہ ہو، اس طرح انشاء اللہ تعالیٰ جسم کو تکلیف کے باوجود دل پر پریشانی نہ ہوگی، اس کی مثال اس طرح پر ہے، کہ عاقل شخص کا آپریشن ہوتا ہے، ہاتھ کٹنے پر تکلیف ضرور ہوتی ہے، مگر وہ سمجھتا ہے کہ اس میں میری مصلحت ہے، اس لئے وہ ڈاکٹر سے خوش رہتا ہے، اس کو فیس بھی دیتا ہے، اور یہی آپریشن نافہم بچہ کا ہو تو وہ چونکہ مصلحت سے واقف نہیں ہوتا، اور وہ یہ جانتا نہیں کہ اس میں میری مصلحت ہے، اس لئے وہ گالی تک دیدیتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مصلحت کا خیال سکون بخش ہوتا ہے، اس کو بھی اختیار کر کے خصوصاً دعا خوب کریں، کیونکہ یہ بڑی مؤثر چیز ہے۔

موت طرفین کے لئے نافع ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ان کے والد کی وفات پر تعزیتی کلمات ایک دیہات کے رہنے والے بزرگ نے (جوکہ زیادہ علم والے نہیں تھے) پیش کئے وہ یہ ہیں:۔

خير من العباس اجرك بعده
والله خير منك للعباس

پہلے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت عباس کی وفات پر صبر کرنے میں آپ کو اجر ملے گا، غور کیجئے، کہ اجر یعنی خوشنودی باری تعالیٰ زیادہ بہتر ہے، یا حضرت عباس کا آپ کے پاس رہنا، جواب ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا بہتر ہے، دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں، کہ حضرت عباس یہاں سے رخصت ہوکر عالم آخرت میں پہنچے۔

جن پر اللہ تعالیٰ کے خاص انعام واکرام ہورہے ہیں، اب بتلائے کہ آپ حضرت عباس کیلئے زیادہ بہتر ہیں یا اللہ تعالیٰ کے انعامات، جواب ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات۔

خلاصہ یہ ہوا کہ کسی کی وفات یا موت پر ایک دوسرے سے جدائی ہوتی ہے، مگر ہر ایک کو بہتر چیز ملتی ہے، پھر تو موت طرفین کیلئے نافع ہی ہوئی، کہ ہر ایک کو بہتر چیز ملی۔

جدائی عارضی ہوتی ہے

یہ بھی سوچنا چاہئے کہ موت سے علیحدگی وجدائی عارضی ہے، جیسے کسی کا تبادلہ پاکستان ہوجائے، اور وہ کسی عذر سے نہ آسکے تو پاکستان جاکر اس سے ملاقات ہوسکتی ہے، اس خیال سے زیادہ حزن وملال نہیں ہوتا، بس یہی حالت موت کی ہے، کہ مرنے والا یہاں نہیں آتا،

بلکہ یہاں والے وہاں پہنچ کر ملاقات کرتے ہیں۔

جیسا کہ احادیث پاک میں تفصیل سے اس کا بیان ہے، اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

ہم سب اللہ کے بندے اور غلام ہیں، مالک کو حق ہے انتظام وتبادلہ کا، تبادلہ سے اگر غم ہوتو یہ سوچو کہ ہم سب وہیں جانے والے ہیں، جہاں تبادلہ ہمارے عزیز دوست کا ہوا ہے، چنانچہ موت کے بعد تعلق زوجیت ختم نہیں ہوتا، جنت میں زوجیت کا تعلق بدستور رہے گا، اگر دونوں اہل صلاح تھے، اس لئے موت کو عارضی انقطاع خیال کرنا چاہئے۔

نفلی عبادات اور ذکر وغیرہ کا اہتمام کرنا چاہئے

(۱)......نفلی نماز کی کثرت کرنا۔

(۲)......ذکر اللہ کی کثرت چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے کرنا کسی تعداد کی قید نہیں اور نہ کسی خاص ذکر کی پابندی ہے، مثلاً سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَرْ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ، یا درود شریف جو جی چاہے پڑھنا۔

(۳)......یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ کا ورد کثرت سے کرنا، کم از کم شب وروز میں پانچ سو مرتبہ اور ایک نشست میں سو مرتبہ۔

(۴)......اہل اللہ اور کاملین ورنہ صالحین کی صحبت میں بیٹھنا اس خیال سے کہ انکے قلبی برکات کا عکس میرے دل پر پڑے، اگر صحبت کا موقع نہ ملے تو انکے مواعظ وملفوظات کا دیکھنا۔

(۵)......اجر آخرت کا تصور وخیال رکھنا، اگر کسی بچہ کا انتقال ہوگیا تو یہ سوچنا کہ یہ قیامت میں شفاعت کریگا۔

(۶)......زندوں میں سے جس سے انس ہو اس کا تصور وخیال انتقال کرنے والے کی یاد کے وقت رکھنا۔

حیات المسلمین، کے باب صبر وشکر کا مطالعہ کرنا، اسی طرح ''تبلیغ دین'' کے باب، صبر وتفویض کو دیکھنا۔

خلاصہ کلام

جو کچھ اوپر عرض کیا گیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسے غم کے واقعہ میں بیکار نہ رہے، تاکہ ان امور کی طرف توجہ ہونے سے واقعہ غم کی طرف توجہ کم ہو جائے، افضل تو یہی ہے ، کہ وہ شغل وطاعت ہو، جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے، اگر اس کی ہمت نہ ہو، تو شغل مباح بھی کافی ہے، جیسا سیر وسیاحت تسلی کی اس تدبیر کا ماخذ اللہ تعالیٰ کا کلام ہی ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ۔

اے ایمان والو (طبیعتوں میں غم ہلکا کرنے کے بارے میں) صبر اور نماز سے سہارا (اور مدد) حاصل کرو بلاشبہ حق تعالیٰ (ہر طرح سے) صبر کرنے والوں کے ساتھ رہتے ہیں، اور نماز پڑھنے والوں کے ساتھ تو بدرجہ اولیٰ۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ مدار تخفیف حزن کا قلب کو دوسری شئی کی طرف متوجہ کر دینے پر ہے، اس سے بہت جی بہل جاتا ہے، پس جب نماز میں حضور قلب کے ساتھ مشغولی ہوگی، اس سے عبادت ومعبود کی طرف یکسوئی اور توجہ ہوگی، بتکرار سے وہ واقعہ غم انگیز متخیلہ سے غائب اور اس کا اثر ضعیف ہونا شروع ہوگا۔ (بیان القرآن، ج ا ر ص ۸۷)

تو حاصل یہ ہے کہ ایسے موقع پر اپنے کو فارغ نہ رکھے بلکہ مشغول رکھے، اور ہدایت مذکورہ پر اہتمام سے عمل کرے، تو انشاء اللہ العزیز غم میں تخفیف ہو جائیگی، اللہ تعالیٰ ان باتوں پر عمل کرنے اور صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

تعزیت نامہ

شہید منیٰ حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب نور اللہ مرقدہٗ مہتمم جامعہ ہذا

نتیجہ فکر؛ شیخ محمد کامل ہردوئی زیدمجدہم

ابتداء کرتے ہیں اس کے نام سے جو ہے رحیم
مہرباں بندوں پہ ہے اپنے جو ہے بے حد کریم

بعد اس کے ہو ثنائے رحمۃ للعالمیں
جن کا مخلوقات میں ہمسر نہیں ثانی نہیں

جس گھڑی گونجی خبر چاروں طرف یہ دلخراش
کچھ نہ پوچھو فرط غم سے ہو گیا دل پاش پاش

مفتیٔ دیں حضرت فاروق صاحب نکتہ داں
اہل دل، اہل نظر، اہل قلم، اہل زباں

ہو گئے سب حیف رخصت چھوڑ کر خالی جہاں
چل دیئے دنیا سے لے کر وہ حیاتِ جاوداں

مارنے شیطان کو جمرات پر وہ کنکری
پہونچے ہی تھے کہ اچانک ایک بھگدڑ مچ گئی

گر گیا جو بھیڑ میں زندہ نہ وہ پھر اٹھ سکا
تھا قیامت خیز منظر اس وقت کا

جاں بحق حجاج ہوتے ہیں ہزاروں اس گھڑی
ایک طرف سے ہو گئے با فضل حق سب جنتی

دیکھتے ہیں ہو رہی ہے خلد میں شہداء کی عید
جلد سے جام شہادت پی کے ہوتے ہیں شہید

چودہ سو چھتیس ہجری اور ذی الحجہ کی دس
روح نکلی شاد ہو کر توڑ کر دارِ قفس

حج ہوا مقبول ان کا ہوگئے خود بھی قبول
ہوگیا مقصود حاصل ہوگئی محنت وصول

غم جدائی کا تو ہے اس میں نہیں کوئی کلام
ہے خوشی اس بات کی ان کو ملا اعلیٰ مقام

تھے مرادِ شاہِ محمود الحسن کے بالیقیں
یہ بھی تھے دل سے فدا مرشد پہ اس میں شک نہیں

درحقیقت جامعہ کا بانکپن جاتا رہا
رہ گیا خالی چمن جانِ چمن جاتا رہا

مسجد ومحراب وممبر سب کے سب ہیں اشکبار
جامعہ کی ہر عمارت کس قدر ہے سوگوار

ہے دعا دل سے ہماری اے خدائے لم یزل
جامعہ کو کر عطا ان کا کوئی نعم البدل

آپ کی ذات گرامی پر تھا بے حد ہم کو ناز
سچ تو یہ ہے مہرباں تھا تم پہ ربّ بے نیاز

نیک طینت نیک سیرت صاحب فہم وذکاء
یادگار حضرت محمود صاحب باصفا

مونس و ہمدرد، غم خوار و شفیق و مہرباں
ایسا مخلص ایسا مشفق پائیں گے اب ہم کہاں

حضرت فاروق کو فردوس میں اعلیٰ مقام
کر عطا دل سے دعا ہے تجھ سے اے رب الانام

اہلیہ کے آج ہے دل پر گرا کوہِ الم
رہتی ہے ہر دم غم فرقت میں ان کی چشم نم

نورِ چشمی لختِ دل محمود کو تو اے خدا!
صبر و استقلال کی طاقت کرم سے کر عطا

اور ان کی بیٹیوں پر اے خدا! نگہہ کرم
فضل سے فرما تو ان کے دور کر دے رنج و غم

اہل خانہ کو الٰہی کر عطا صبر جمیل
اور سب اہل تعلق کو بھی ربِ جلیل

یہ ادارہ یا الٰہی حشر تک قائم رہے
فیض اس کا چار جانب اے خدا دائم رہے

کرتا ہے کاملؔ بصد منت کرے محفل دعا
فضل سے مقبول فرمالے اسے تو اے خدا!

❑❑❑

تعزیت نامه

بر وفات شہیدِ منیٰ حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب نور اللہ مرقدہٗ مہتمم جامعہ ہذا

نتیجۂ فکر: مولانا قمر الدین قمرؔ مظاہری سراوَنی ہاپوڑ

روشن دل و نگاہ جو روشن ضمیر تھا
پیروں کا تھا جو شاہ جو شاہوں کا پیر تھا

مرعوب جس کے سامنے سلطان و میر تھا
فاروق ایسی شان کا مردِ فقیر تھا

مداح جس کا دل سے غریب و امیر تھا
شیدائی جس کا قوم کا برنا و پیر تھا

سب اس کی رہ نمائی کے دل سے تھے معترف
چاہے کوئی غریب و امیر و وزیر تھا

وارث نبی کا دین کا خادم تھا بے مثال
وہ عالموں میں آپ ہی اپنی نظیر تھا

علم و حدیث وفقہ و تصوف میں فرد تھا
تاریخ داں عظیم ادب کا دبیر تھا

عالم وہ ایسا جس سے اک عالم تھا فیضیاب
پھیلے جہان بھر میں مریدوں کا پیر تھا

عظمت کا اس کی جامعہ محمودیہ گواہ
اس کی کتابیں کہتی ہیں عالم کبیر تھا

وعظوں میں حق کے موتی لٹاتا تھا بے دریغ
مجلس میں اپنی بانٹتا خیرِ کثیر تھا

سب کے لئے تھی اس کی محبت، وفا، خلوص
انسانوں کو وہ کرتا شکر اور شیر تھا

اخلاق اس نے حق سے کریمانہ پائے تھے
طبعاً حلیم بندۂ ربِ قدیر تھا

جس کو بھی دیکھا اس کو ہی بسمل بنا دیا
دل چیر دیتا اس کی نگاہوں کا تیر تھا

اس نے مٹایا ظلمت فسق وفجور کو
فاروق دین وشرع کا بدرِ منیر تھا

ایسا کہاں سے لائیں کہ اس سا کہیں جسے
اس دور میں وہ آدمی اک بے نظیر تھا

باطل سے عمر بھر وہ نبرد آزما رہا
وہ حق پسند وحق نما حق کا سفیر تھا

وہ دفن جا ہوا بلد امین میں
پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

کس سے کہیں گے دل کا فسانہ ہم اب قمرؔ
ملک عدم میں جا بسا اپنا جو پیر تھا

تا زندگی کریں گی نگاہیں اسے تلاش
وہ پیر بے نظیر قمرؔ دل پذیر تھا

سن وفات حسرت آیات

مظہر خلق ومروت وپیکر حق وصداقت، شیخ طریقت وشریعت، عارف باللہ، عالی جناب الحاج

حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب نور اللہ مرقدہٗ

مدیر جامعہ محمودیہ، علی پور، ہاپوڑ روڈ، میرٹھ (یوپی) الہند

کے ارکان حج ادا کرتے ہوئے مقام منیٰ کی کثیر بھیڑ کی زد میں آ کر دفعۃً سانحۂ ارتحال پر

تأثرات: ......علامہ سید عبد العزیز ظفر جنکپوری قاسمی مدظلہ العالی

سنِ وفات

"حلیم الطبع مفتی فاروق شهید"

۱۴۳۶ھ

پر کیف، پر بہار، وہ منظر چلا گیا — مخلص وہ غمگسار وہ رہبر چلا گیا

جس کے خلوص پر تھا ہر اک شخص جاں نثار — نایاب بے بہا تھا جو وہ گوہر چلا گیا

اس دورِ نابکار کی تیرہ فضاؤں میں — مخلص وہ میر کارواں رہبر چلا گیا

جو سر بسر تھا حق وصداقت کا پاسدار — اخلاقِ دلنشیں کا وہ پیکر چلا گیا

جس پر ہمیشہ کھلتے تھے انوارِ شش جہات — فاروق کا وہ قلب منور چلا گیا

اب خضر کے لباس میں پھرتے ہیں راہزن — راہِ وفا کا آج وہ رہبر چلا گیا

پی کر منیٰ میں جامِ شہادت بصد سرور — وہ جاں نثار ساقیِ کوثر چلا گیا

وہ جامعہ محمودیہ کا سونپ کر نظام — بیگانہ وار بزم سے اٹھ کر چلا گیا

روشن تھی جس کے فیض سے یہ دل کی کائنات — فاروق تھا جو ماہِ منور چلا گیا

روتے رہیں گے اہل وطن اس کو عمر بھر — سوغاتِ ہجر وہ انہیں دے کر چلا گیا

حج کا سفر تھا رب کی ملاقات کا ظفرؔ
اہل وطن کو الوداع کہہ کر چلا گیا

رویائے صالحہ مبشرات

آپ کے متعلق منامی طور پر جو بشارتیں نیک بندوں کی جانب سے ہوئیں الحمدللہ وہ سب روز روشن کی طرح عیاں ہیں، انہیں مبشرات کے متعلق حدیث پاک میں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معلوم کیا گیا "ما المبشرات یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم" اے اللہ کے رسول! مبشرات کیا ہیں؟ "قال الرویا الصادقة" آپ نے ارشاد فرمایا: صالح خواب۔

خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا واقعہ سنایا کہ بندہ نے خواب میں دیکھا کسی مکان میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب قدس سرہما دونوں حضرات بھی تشریف ہیں۔ سامنے دروازہ سے حضرت مولانا سید اسعد مدنی قدس سرہ تشریف لائے۔ حضرت مولانا قدس سرہ کے کپڑوں پر کچھ گرد وغبار لگا ہوا ہے۔ ان تینوں حضرات میں سے کوئی ایک صاحب متعین طور پر اس وقت ذہن میں نہیں رہا کھڑے ہوئے اور حضرت مولانا قدس سرہ کے کپڑوں کو اپنے رومال سے صاف کیا، اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔

بندہ نے اس خواب کا تذکرہ حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی قدس سرہ سے کیا، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت مولانا کا ہر عمل للہ فی اللہ ہوتا ہے، اس خواب اور تعبیر سے دل میں جو غبار تھا صاف ہو گیا۔ (ماہنامہ المحمود: جون، ۲۰۰۷ء)

خواب کے ذریعہ حفاظت

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: کہ میں نے ایک بار خواب دیکھا کہ

ایک سانپ مجھ پر حملہ کر رہا ہے، میں نے اس کو پکڑ کر اپنے سے دور کر دیا، صبح کو میرے ذہن کے اندر خواب تھا ہی، میرے ایک رشتہ دار آئے اور کہنے لگے کہ حضرت میری بیٹی پر کچھ اثرات ہیں، اس پر دم کر دو، چنانچہ میں چلا گیا، ان کی بیٹی بڑی خوبصورت تھی، اور اس کو اس طرح بغیر پردے کے لٹا رکھا ہے، میں نے کہا: ان کو چادر اڑھا دو، وہ کہنے لگے آپ تو رشتہ دار ہی ہیں، اس میں کیا حرج ہے؟ میں نے کہا: آپ ان کو چادر اوڑھاؤ، میرے اصرار کے بعد چادر اوڑھائی، تب جا کر میں نے دم کیا، اس طرح اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی، چنانچہ رات والے خواب کی تعبیر سمجھ میں آ گئی۔

ماہ رمضان اور بے اعتدالیاں

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: میں ماہِ مبارک حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گذارنے جارہا تھا، سفر کے دوران ٹرین ہی میں خواب دیکھا۔ حضرت اقدس مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کسی جگہ تشریف فرما ہیں، اور میں بھی موجود ہوں، دسترخوان لگا ہوا ہے، مختلف قسم کے کھانے پھل وغیرہ موجود ہیں، حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خاص تاثر کے ساتھ ارشاد فرمایا: لوگ انہیں چیزوں میں لگے رہتے ہیں، یعنی کھانے پینے میں تلاوت ذکر اور نوافل کی پابندی نہیں کرتے، خواب کی مراد ظاہر ہے۔ محتاجِ تعبیر نہیں۔

حضرت مولانا یوسف متالا صاحب دامت برکاتہم کی تعبیر

ایک مولانا صاحب نے خواب دیکھا کہ حضرت مفتی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی، مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ قیمتی اور خوبصورت سے کپڑے پہنے ہوئے ہیں، خوشی میں تیر رہے ہیں۔ حضرت مولانا یوسف متالا صاحب دامت برکاتہم خلیفہ اجل حضرت شیخ زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے

تعبیر دی کہ تمام شہداءِ منیٰ کے لئے ملائکہ سب سے پہلے جنتی جوڑا "حُلّٰہ" لے آئے ہونگے کشف ستر کی وجہ سے۔سبحان اللہ۔(بروایت مولانا خلیل قاضی ڈویز، بری، یوکے)

مفتی سراج صالح صاحب کا خواب

"الرفیق الفصیح لمشکوۃ المصابیح" حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تصنیف فرما رہے تھے، مفتی سراج صالح صاحب امام وخطیب مسجد قباء، بڑا زفوڈ، یوکے (خلیفہ حضرت مفتی فاروق صاحب نور اللہ مرقدہٗ) نے خواب میں دیکھا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہندوستانی کپڑے پہنے ہوئے زمین پر لیٹے ہیں، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے پاس بیٹھے ہیں، اس وقت مفتی سراج صالح صاحب کمرہ میں داخل ہوئے۔

تعبیر

ایک عالم صاحب نے فرمایا: کہ اس خواب میں مفتی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لئے دو بشارت ہیں۔

(۱)...... جیسے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حرم مدنی میں مدفون ہیں تو اسی طرح مفتی فاروق صاحب کو بھی اللہ تعالیٰ حرمین میں جگہ نصیب کریگا۔

(۲)...... جیسے موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مقبولیت ہوئی، اسی طرح "الرفیق الفصیح بھی مقبول ہوگی۔" (بروایت مولانا خلیل قاضی یوکے)

جامعہ ہذا کے ایک استاذ کا خواب

حضرت مولانا سرفراز عالم صاحب استاذ جامعہ نے خواب میں حضرت کی زیارت کی، حضرت کا بہت خوبصورت چہرا اور قیمتی کپڑے زیب تن فرما رکھے ہیں اور مدرسہ میں تشریف لائے ہیں۔

شجرۂ مبارکہ محمودیہ امدادیہ چشتیہ

رزقنا اللہ تعالیٰ ثمراتھا فی الدارین۔ آمین!

حمد ہے اور شکر ہے سب اس خدا کے واسطے
عاجزوں کو جس نے فرمایا دعا کے واسطے
حمد ہے سب تیری ذاتِ کبریا کے واسطے
اور درود و نعت ختم الانبیاء کے واسطے
اور سب اصحاب و آل مجتبیٰ کے واسطے
خلق نے ٹھیرائے ہیں کیا کیا دعا کے واسطے
ہے تیرا ہی واسطہ مجھ مبتلا کے واسطے
دَر بدَر پھرتی ہے خلقت التجا کے واسطے
آسرا تیرا ہے پر مجھ بے نوا کے واسطے
رحم کر مجھ پر الٰہی اولیاء کے واسطے
گرچہ نالائق ہوں میں بدکار ہوں ظالم جہول
پر مرا ہو مدعا دل کا کسی صورت حصول
ان بزرگوں کو شفیع لایا ہوں میں ہوکر ملول
کیجیو یہ عرض میری ان کی برکت سے قبول
ہاتھ اٹھاؤں جب تیرے آگے دعا کے واسطے

مرے مولیٰ مجھے علم کی دولت دے دے
مرے کردار کو دنیا میں فضیلت دے دے
اپنے اسلاف سے احباب سے الفت دے دے
روزِ محشر مرے افکار کو زینت دے دے
مفتی فاروق شہید حلیم الطبع کے واسطے

دین کی مجھ کو سمجھ دے حامل قرآن کر
اپنی رحمت سے مجھے بھی صاحب عرفان کر
دل کی سوزش دے مجھے اور پختۂ ایمان کر
یا الٰہی! صاحب ایقان اور اتقان کر
مفتیؒ محمودؒ ، محمود الوریٰ کے واسطے

اولیاء کی راہ پر میرا قدم ہوگا مزن
تاکہ یومِ آخرت میں پھر رہوں میں خندہ زن
ہو سبب تیری رضا کا جستجوئے علم وفن
قلب کی خلوت ہو حاصل پاس ہو گو انجمن
حضرت شیخ زکریاؒ دلربا کے واسطے

اتباعِ سنت نبوی کا کر خوگر مجھے
تیری چوکھٹ کے سوا کوئی نہ در بھاوے مجھے
یاد سے تیری نہ روکے حسن بحر و بر مجھے
خود پسندی میں نہ ڈالے کوئی فتنہ گر مجھے
شاہ خلیلؒ احمد خلیل کبریا کے واسطے

علم و عرفان سے سینہ میرا مامور کر
جامِ تسلیم و رضا سے مست کر مسرور کر
دولت اخلاص دے عجب دریا سے دور کر
نعمت دیدار وجنت قسمت مہجور کر
اس رشیدؒ احمد رشید باسخا کے واسطے

وفات ومدفن: بروز جمعہ ۸ / یا ۹ / جمادی الثانیہ ۱۳۲۳ھ قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور

شیخ کو مسجد ہوئی اور مغ کو بت خانہ نصیب
کر طلب کا اپنی مجھ کو جوش مستانہ نصیب
خلق کو ہوتا ہے حج وزیارتِ خانہ نصیب
کر مجھے اپنی مدد سے حج مردانہ نصیب
حاجی امدادؒ اللہ ذو العطا کے واسطے

وفات ومدفن: ۱۲ / جمادی الثانیہ ۱۳۱۷ھ مکہ معظمہ جنت المعلیٰ

پس چھڑا دے نفس وشیطاں سے الٰہی دل مرا
کر مشرف عشق رحماں سے الٰہی دل مرا
پاک کر ظلمات وعصیاں سے الٰہی دل مرا
کر منور نور عرفاں سے الٰہی دل مرا
حضرت نور محمدؒ پر ضیاء کے واسطے

وفات ومدفن: ۴ / رمضان المبارک ۱۳۰۹ھ جھنجھانہ ضلع مظفر نگر

اے رحیم ایسا نہیں ہے تیری رحمت سے بعید
ہو وے جو مجھ سا شقی الطاف سے تیرے بعید

ایسے مرنے پر کروں قربان یارب! لاکھ عید
اپنی تیغ عشق سے کر لے اگر مجھ کو شہید
حاجی عبدالرحیمؒ اہل غزا کے واسطے

وفات ومدفن: ۲۷ر ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ پنجتار ملک ولایت

جز تہید ستی کے کیا ہے نقد میرے کار میں
کچھ وسیلہ ہو قبولیت کا اس سرکار میں
کر وہ پیدا درد وغم میرے دلِ افگار میں
بار پاؤں جس سے اے باری تیرے دربار میں
شیخ عبدالباریؒ شہ بے ریاء کے واسطے

وفات ومدفن: ۶ر محرم ۱۲۲۶ھ امروہہ ضلع امروہہ (یوپی)

ایک عالم پر ہوئے ہیں عام الطاف عمیم
کیا عجب ہے لطف ہووے مجھ پہ اے رب رحیم
شرک وعصیان وضلالت سے بچا کر اے کریم
کر ہدایت مجھ کو اب راہِ صراطِ مستقیم
شاہ عبدالہادیؒ پیر ہدیٰ کے واسطے

وفات ومدفن: یوم جمعہ ۴ر رمضان المبارک ۱۱۹۰ھ امروہہ (یوپی)

عقل کی اور ہوش کی کب ہے خریداری مجھے
جاہ وحشمت سے ہوئی ہے اب تو بیزاری مجھے
دین ودنیا کی طلب عزت نہ سرداری مجھے
اپنے کوچہ کی عطا کر ذلت وخواری مجھے
شاہ عضدالدین عزیزِ دوسرا کے واسطے

وفات ومدفن: ۲۷ر رجب المرجب ۱۱۷۲ھ امروہہ (یوپی)

محو ہیں عشق محمد میں جو سارے انس وجن
چین ایک دم بھی نہ ہو دل کو میرے اس نام بِن
دے مجھے عشق محمد اور محمدیوں میں گِن
ہو محمد ہی محمد ورد میرا رات دِن
شہ محمدؒ اور محمدیؒ اتقیاء کے واسطے

وفات ومدفن: ۱۱رجب ۲۷ھ امروہہ (۲) ۳رجب ۲۷ھ اکبر آباد موتی گڈھ

غم ہو تو ہو حُب کا اور ہو وے تو ہو حُب کی طلب
حُبِّ حُبِّ حُبِّ حبیب اور حُبِّ غم حُبِّ سبب
حُبِّ حق حُبِّ الٰہی حُبِّ مولیٰ حُبِّ رب
الغرض کر دے مجھے محوِ محبت سب کا سب
شہ محب اللہ شیخ باصفا کے واسطے

وفات ومدفن: ۹رجب المرجب ۵۸ھ الہ آباد (یوپی)

سب بروں اچھوں پہ ہے ہر دم ترا لطف مزید
گرچہ نالائق ہوں پر ہو وے میسر تیری دید
گرچہ میں غرق شقاوت ہوں سعادت سے بعید
پر توقع ہے کرے مجھ سے شقی کو تو سعید
بو سعید اسعد اہل ورا کے واسطے

وفات ومدفن: ۱۱۴۰ھ گنگوہ ضلع سہارنپور (یوپی)

نفس وشیطاں کا بنا ہوں روز شب یارب غلام
بن نہیں سکتا ہے مجھ سے ایک بھی نیکی کا کام

قال ابتر حال ابتر سب مرے ابتر ہیں کام
لطف سے اپنے مرے کر ملک دیں کا انتظام
شہ نظامؔ الدین بلخی مقتدا کے واسطے

وفات ومدفن: ۸/ یا ۲۴/ رجب المرجب ۱۰۳۵ھ بلخ

دین و دنیا کا نہیں در کار مجھ کو کچھ کمال
عشق میں ہووے سدا بیحال میرے دل کا حال
ہے یہی بس دین میرا اور یہی سب ملک ومال
یعنی اپنے عشق میں کر مجھ کو باجاہ وجلال
شہ جلالؔ الدین جلیل اصفیا کے واسطے

وفات ومدفن: ۱۴/ ذی الحجہ ۹۸۹ھ تھانیر

تیرے الطاف وعنایت سے نہیں اب بھی عجیب
دور کتنا جا پڑا ہوں ہوں کسی صورت قریب
حُبّ دنیاوی سے کر کے پاک مجھ کو اے حبیب
اپنے باغ قدس کی کر سیر تو میرے نصیب
عبدقدوسؔ شہ قدس وصفا کے واسطے

وفات ومدفن: یوم سہ شنبہ، ۲۳/ جمادی الثانیہ ۹۴۰/ یا ۹۴۵ھ، گنگوہ (سہارنپور)

ہووے عزت خواری کوئے محمد سے مری
اور مشرف خور ہے خوئے محمد سے مری
کر معطر روح کو بوئے محمد سے مری
اور منور چشم کر روئے محمد سے مری
اے خدا شیخ محمدؔ رہنما کے واسطے

وفات ومدفن: ۱۷/ صفر ۸۹۸ھ نزد اہل عرس ردولی

کر عنایت ایک ہمت سوئے احمد سے مجھے
اور لگا راہِ طریقت بوئے احمد سے مجھے
کر عطا راہِ شریعت روئے احمد سے مجھے
اور دکھا نورِ حقیقت خوئے احمد سے مجھے
شیخ احمد عارف صاحب عطا کے واسطے

وفات ومدفن: ۱۷ر صفر ۷۲۸ھ ردولی

لطف فرما فیض ہمت قلب پر باقی مرے
چمکے جو نورِ شریعت قلب پر باقی مرے
کھولدے راہِ طریقت قلب پر باقی مرے
کر تجلی حقیقت قلب پر باقی مرے
احمد عبد الحق شہ ملک بقا کے واسطے

وفات ومدفن: ۱۵ر جمادی الثانیہ ۷۸۳ھ ردولی

چاہئے جاہ وحشم درکار ہے کب ملک ومال
خواہش علم وادب ہے نہ طلب فضل وکمال
دین ودنیا کا نہیں درکار کچھ جاہ وجلال
ایک ذرہ درد کا یا حق میرے دل میں تو ڈال
شہ جلال الدین کبیر الاولیاء کے واسطے

وفات ومدفن: ۵ر ذی قعدہ ۷۶۵ھ یا ۱۳ر ربیع الاول، پانی پت

چھپ رہا ہے دیدۂ حیراں سے میرا شمس دیں
کردے روشن شعلۂ ایماں سے میرا شمس دیں

ہے مکدر ظلمت عصیاں سے میرا شمس دیں
کر منور نور عرفاں کے میرا شمس دیں
شیخ شمس الدین تُرک باضیا کے واسطے

وفات ومدفن: ۹؍شعبان یا ۱۰؍جمادی الثانیہ ۷۱۶ھ، پانی پت

ظاہر و باطن میں کھل جا عشق کی ایسی بہار
دل رہے پر درد اور آنکھیں سدا ہوں اشکبار
اے میرے اللہ! رکھ ہر وقت ہر لیل ونہار
عشق میں اپنے مجھے بے صبر و بیتاب وقرار
شیخ علاؤ الدین صابر بارضا کے واسطے

وفات ومدفن: ۱۳؍ربیع الاول ۶۹۰ھ، پیران کلیر شریف

وہ ملاحت دے کہ میں قربان ہوں سو جان سے
دے ملاحت مجھ کو حق نمکینی ایمان سے
اور حلاوت بخش گنج شکر عرفان سے
وہ حلاوت ہو کہ دوں سو جان بھی آسان سے
شہ فریدالدینؒ شکر گنج بقا کے واسطے

وفات ومدفن: ۵؍محرم ۶۶۸؍ یا ۶۷؍ یا ۶۹۰؍ ۶۹۷ھ، پاک پٹن شریف

تیغ الفت سے تمہاری عام ہیں گھر گھر شہید
ہے کوئی اصغر شہید اور ہے کوئی اکبر شہید
عشق کی رہ میں ہوئے جوں اولیاء اکثر شہید
خنجر تسلیم سے اپنے مجھے بھی کر شہید
خواجہ قطبؒ الدین مقبول ولا کے واسطے

وفات ومدفن: ۲۴؍ یا ۱۴؍ربیع الاوّل ۶۳۳ھ، دہلی

لطف کر عاجز ہوں اور بے دست و پا اندوہگیں
دشمن دنیا و دیں ہیں یہ مرے کیسے لعیں
بے ترے ہیں نفس وشیطاں در پئے ایمان و دیں
جلد ہو آ کر مرا یا رب مددگار و معیں
شہ معینؒ الدین حبیب کبریا کے واسطے

وفات ومدفن: ۶؍رجب ۶۳۲ھ، اس میں اختلاف بہت ہے۔اجمیر شریف

خاص بندوں پر ہے تیرا آہ کیا کیا لطف عام
کر عطا ان کی بدولت جرعہ من کاس الکرام
یا الٰہی بخش ایسا بے خودی کا مجھ کو جام
جس سے اٹھے پردۂ شرم وحیا ننگ ونام
خواجہ عثمانؒ باشرم وحیا کے واسطے

وفات ومدفن: ۵؍شوال ۶۳۳ھ یا ۶؍۷ یا ۵۹۵ھ، مکہ معظمہ متصل مکان شریف صاحب

خنجر غم سے مرا یوں کر دے بس سینہ فگار
زندگی تو موت ہو اور موت ہو مجھ کو بہار
دور کر مجھ سے غم موت وحیات مستعار
زندہ کر ذکر شریف حق سے دل اے کردگار
شہ شریف زندنیؒ با اتقیاء کے واسطے

آتش دِل ہووے ہر ہر ذرہ سے میرے نمود
ہو سراسر درد وغم سوز و الم میرا وجود

آتش شوق اس قدر دل میں مرے بھرا اے ودود
ہر بن مو سے مرے نکلے تری الفت کا دود
خواجہ مودودؔ چشتی پارسا کے واسطے

وفات ومدفن: ۵۷۷ھ یا ۵۲۷ھ، چشت

میں رہوں کب تک غم دوری سے تیرے یوں نڈھال
لطف کر اور لطف سے اپنے ذرا مجھ کو سنبھال
رحم کر مجھ پر تو اب چاہ ضلالت سے نکال
بخش عشق و معرفت کا مجھ کو یارب ملک ومال
شاہ بو یوسفؔ شہ شاہ و گدا کے واسطے

وفات ومدفن: یکم جمادی الاول ۴۰۰ھ، چشت

کر منور یا خدا روئے محمد سے مجھے
شیفتہ کر سلسلہ موئے محمد سے مجھے
مست اور بے خود بنا بوئے محمد سے مجھے
محترم کر خوار یئے کوئے محمد سے مجھے
بو محمد محترمؔ شاہ علا کے واسطے

وفات ومدفن: ۴ ربیع الاوّل ۴۱۱ھ

فکر میں ہے نفس وشیطاں اپنی اپنی گھات سے
مجھ کو بچنے کی توقع کیا ہے ان آفات سے
صدقہ احمد کا یہ ہے امید تیری ذات سے
کہ بدل کر دے مرے عصیان کو حسنات سے
احمدؔ ابدال چشتی با سخا کے واسطے

وفات ومدفن: ۳۵۵ھ، چشت

کب تلک حیراں رہوں کب تک رہوں زار ونزار
کب تلک دل چاک ہوں کبتک گریباں تارتار
حد سے گذرا رنج وفرقت اب تو اے پروردگار!
کر مرے شامِ خزاں کو وصل سے روز بہار
شیخ بواسحاقؒ شامی خوش ادا کے واسطے

وفات ومدفن: ۱۴؍ربیع الاوّل یا آخر ۳۲۹ھ،عکہ از بلاد شام

ایک نظر سے اس دلِ ویراں کو تو آباد کر
اس خرابہ کو تغافل سے نہ تو برباد کر
شادی وغم سے دو عالم کے مجھے آزاد کر
اپنے درد وغم سے یارب دل کو میرے شاد کر
خواجہ ممشادؒ علوی بوالعلا کے واسطے

وفات ومدفن: ۱۴؍محرم الحرام ۲۹۹ھ

ہوگئی فرقت میں میری عمر ہی ساری بسر
ڈھونڈھتا پھرا میں کو بکو اور دَر بدَر
ہے مرے تو پاس ہر دم لیک میں اندھا ہوں پر
بخش وہ نور بصیرت جس سے تو آوے نظر
بوہبیرہؒ شاہ بصری پیشوا کے واسطے

وفات ومدفن: ۷؍شوال ۲۸۵ھ،بصرہ

درد وغم نے عشق کے گھیرا ہے آ بیڈھب مجھے
اپنے بیگانہ کی پروا اب رہی ہے کب مجھے

عیش وعشرت سے دوعالم کی نہیں مطلب مجھے
چشم گریاں سینہ بریاں کرعطا یارب! مجھے
شیخ حذیفہؒ مرعشی شاہِ صفا کے واسطے

وفات ومدفن: ۱۴؍ یا ۲۴؍شوال المکرم ۲۵۲ھ، بصرہ نزد بعض

کچھ نہیں پروا بھلائی یا برائی کی مجھے
زہد کی خواہش نے طلب پارسائی کی مجھے
نے طلب شاہی کی نے خواہش گدائی کی مجھے
بخش اپنے در تلک طاقت رسائی کی مجھے
شیخ ابراہیمؒ ادہم بادشاہ کے واسطے

وفات ومدفن: یکم شوال ۱۸۷ھ یا ۱۶۶ھ، شام

ان بلاؤں سے ہو یارب کس طرح مجھ کو اماں
گھیرتے ہیں ہر طرف سے آ کے لے تیر وسناں
راہزن میرے ہیں دو قزّاق باگرز گراں
تو پہنچ فریاد کو میری کہیں اے مستعاں
شہ فضیلؒ ابن عیاض اہل دعا کے واسطے

وفات ومدفن: محرم الحرام ۱۷۷ھ، مکہ معظمہ

اپنی خواہش کو کروں کیا عرض میں تیرے حضور
میں نہیں لائق کسی صورت سراپا ہوں قصور
کر مرے دل سے تو اے واحد دوئی کا حرف دور
دل میں اور آنکھوں میں بھر دے سر بسر وحدت کا نور
خواجہ عبدالواحدؒ زید شاہ کے واسطے

وفات ومدفن: ۲۷؍صفر ۱۷۶ھ یا ۱۷۸ھ، بصرہ

ڈالدے میرے گلے میں اپنی الفت کی رسن
کھو پریشانی مری اے واقف سر وعلن
کر عنایت مجھ کو توفیق حسن اے ذوالمنن
تاکہ ہوں سب کار میرے تیری رحمت سے حسن
شیخ حسنؒ بصری امام اولیاء کے واسطے

وفات ومدفن: یکم رجب یا ۴؍محرم ۱۱۰ھ اس میں اختلاف بہت ہے، بصرہ

کر عطا ظاہر میں آثارِ شریعت میرے اب
کر عطا باطن میں اسرارِ طریقت میرے اب
دور کر دل سے حجاب جہل وغفلت میرے اب
کھولدے دل میں دَرِ علم حقیقت میرے اب
ہادیٔ عالم علیؓ مشکل کشا کے واسطے

وفات ومدفن: ۲۱؍رمضان المبارک ۴۰ھ، نجف اشرف غالباً

شوق ہے اس بینوا کو آپ کے دیدار سے
ہو عنایت کیا عجب ہے آپ کی سرکار سے
کچھ نہیں مطلب دوعالم کے گل وگلزار سے
کر مشرف مجھ کو تو دیدار پر انوار سے
سرورِ عالم محمد مصطفیٰ کے واسطے

وفات ومدفن: یوم دوشنبہ ۹؍ یا ۱۲؍ربیع الاوّل ۱۲ھ، مدینہ طیبہ زاد اللہ نورھا

دربدر کتنا پھرا دیکھا نہ کچھ مطلب حصول
ہر طرف سے ہو کے مایوس اب بامید وصول

آ پڑا در پر ترے میں ہر طرف سے ہو ملول
کر تو ان ناموں کی برکت سے دعا میری قبول
یا الٰہی! اپنی ذاتِ کبریا کے واسطے

عشق اپنا بھر دے اس میرے دلِ افگار میں
کیا کمی ہو جائے گی اس سے تری سرکار میں
ان بزرگوں کے تئیں یارب! غرض ہر کار میں
کر شفاعت کا وسیلہ اپنے تو دربار میں
مجھ ذلیل وخوار مسکین وگدا کے واسطے

کر نگاہِ لطف کا منظور وحدت سے مجھے
سو خرابی میں ہوں کر معمور وحدت سے مجھے
اس دوئی نے کر دیا ہے دور وحدت سے مجھے
کر دوئی کو دور کر پرنور وحدت سے مجھے
تا ہوں سب میرے عمل خالص رضا کے واسطے

شمع روئے یار کا کر دے تو پروانہ مجھے
آشنا اپنے سے بیگانہ سے بیگانہ مجھے
کر دیا اس عقل نے بے عقل و دیوانہ مجھے
کر ذرا اس ہوش سے بیہوش مستانہ مجھے
یا حق اپنے عاشقانِ با وفا کے واسطے

آپ کو دیکھوں تو مایوسی ہے بالکل آہ! آہ!
بن تیرے الطاف کے کب ہو سکے میرا نباہ

کش مکش سے ناامیدی کی ہوا ہوں میں تباہ
دیکھ مت میرے عمل کر لطف پر اپنے نگاہ
یارب اپنے رحم واحسان وعطا کے واسطے

کیا کروں میں عرض جوگذرے ہے مجھ پر رنج وغم
دل ہے بریاں سینہ سوزاں چاک داماں چشم نم
چرخ عصیاں سر پہ ہے زیرقدم بحرالم
چارسو ہے فوجِ غم کر جلد اب بہر کرم
کچھ رہائی کا سبب اس مبتلا کے واسطے

ہر طرف سے یاس ہے یہ سوچتا ہوں ہر زماں
تجھ سوا ہے کون میرا میرے رب مستعاں
گرچہ میں بدکار نالائق ہوں اے شاہِ جہاں
پر ترے درکو بتا اب چھوڑ کر جائیں کہاں
کون ہے تیرے سوا مجھ بینوا کے واسطے

ہے غرورِ حسن کیا کیا شاہدوں کے واسطے
اور بھروسہ عجز کا ہے ساجدوں کے واسطے
ہے عبادت کا سہارا عابدوں کے واسطے
اور تکیہ زہد کا ہے زاہدوں کے واسطے
ہے عصائے آہ مجھ بے دست و پا کے واسطے

نے تو میں آرام چاہوں اور نہ میں رنج وتعب
اور نہ کچھ دولت کی صورت اور نہ عزت کا سبب

نے فقیری چاہتا ہوں نے امیری کی طلب
نے عبادت نے زہد نے خواہش علم وادب
درد دل پر چاہئے مجھ کو خدا کے واسطے

زندگی کے لطف اور کیا کیا زمانہ کی بہار
علم وفضل وعزت وجاہ حشم بھی بے کنار
عقل وہوش وفکر اور نعمائے دنیا بے شمار
کی عطا تو نے مجھے پر اب تو اے پروردگار
بخش وہ نعمت جو کام آوے سدا کے واسطے

بات کیا اپنی کہوں اس خاطرِ افگار کی
کچھ نہ کام آئی میری کوشش دلِ بیمار کی
گرچہ عالم میں الٰہی میں نے سعی بسیار کی
پر نہ کچھ تحفہ ملا لائق ترے دربار کی
جان و تن لایا ولے تجھ پر فدا کے واسطے

حال میری جان وتن کا تجھ پہ کب مستور ہے
ہے دل صد چاک جو سر تا بپا بے نور ہے
گرچہ یہ ہدیہ نہ میرا قابل منظور ہے
پر جو ہو مقبول کیا رحمت سے تیری دور ہے
کشتگانِ تیغ تسلیم ورضا کے واسطے

گرچہ برپا شور ہے میرے دلِ بیداد کا
سننے والا کون ہے تجھ بن مگر فریاد کا

حد سے ابتر ہو گیا ہے حال مجھ ناشاد کا
کر مری امداد اللہ وقت ہے امداد کا
اپنے لطف اور رحمت بے انتہا کے واسطے
بے کسوں نے جود پر تیرے ٹھکانا کر لیا
فضل پر تیرے سہارا عاجزوں نے کر لیا
جس نے یہ شجرہ دیا ہے جس نے یہ شجرہ لیا
جس نے یہ شجرہ پڑھایا جس نے اس کو پڑھ لیا
بخش دیجئے سب کو ان اہل صفا کے واسطے

فہرست خلفاء ومجازین حضرات

شہید منیٰ حضرت اقدس مفتی محمد فاروق صاحب میرٹھی نور اللہ مرقدہٗ

﴿ہندوستان﴾

(۱)......حضرت مولانا عبد الرشید صاحب میواتی مہتمم مدرسہ دہلی، سنہ ۲۰۱۴ء

(۲)......حضرت مولانا مفتی محمد زہیر صاحب ویلکم سوسائٹی بورگاؤں گورے واڑا روڈ، ناگپور مہاراشٹر

(۳)......حضرت مولانا مفتی کوکب عالم صاحب استاذ دار العلوم دیوبند

(۴)......حضرت مولانا مفتی رضوان صاحب استاذ حدیث مفتاح العلوم جلال آباد، شاملی

(۵)......حضرت مولانا محمد طیب صاحب شیخ الحدیث مدرسہ نوح میوات۔ ۱۸؍ربیع الثانی سنہ ۱۴۳۱ھ

(۶)......مولانا محمد اسود صاحب ہردے پور، استاذ نافع العلوم کورانہ ہاپوڑ، سنہ ۲۰۱۳ھ

(۷)......حضرت مولانا مفتی معراج الدین صاحب شیخ الحدیث جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ

(۸)......حضرت مولانا نظر محمد صاحب ضلع اناؤ، ۱۷؍جمادی الثانی سنہ ۱۴۳۱ھ

(۹)......حضرت مولانا محمد رضوان صاحب سردھنہ ضلع میرٹھ، سنہ ۲۰۱۳ء

(۱۰)......حضرت مولانا نجم الحق صاحبؒ رامپوری۔

(۱۱)......حضرت مولانا مصطفیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھیسانی۔

(۱۲)......حضرت مولانا فیض عالم صاحب آسامی، آسام، سنہ ۲۰۱۳ء

(۱۳)......حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب مسوری غازی آباد، سنہ ۲۰۱۳ھ

(۱۴)......حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب استاذ مدرسہ جامعہ قاسمیہ رتن پور گجرات، سنہ ۱۴۳۱ھ

(۱۵)......حضرت مولانا محمد یوسف صاحب پالن پور، گجرات۔

(۱۶)......حضرت مولانا مفتی محمد سلیمان صاحب پالن پور، گجرات۔

(۱۷)......حضرت مولانا مفتی محمد آصف صاحب پالن پور، گجرات۔

(۱۸)......حضرت مولانا محمود صاحب کھروہ، راجستھان۔

(۱۹)......حضرت مولانا مفتی محمد ذاکر صاحب جے پوری، استاذ جامعہ ہدایہ، راجستھان۔

(۲۰)......حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب جے پوری۔

(۲۱)......حضرت مولانا مفتی سجاد صاحب منی پوری، خانقاہ محمودیہ، مدرسہ عالیہ۔

(۲۲)......حضرت مولانا عبد الکریم صاحب دار الیتامیٰ منی پور۔

(۲۳)......حضرت مولانا مبارک علی صاحب مہتمم مدرسہ ابوذرؓ منی پور

(۲۴)......حضرت مولانا مفتی محمد سراج صاحب مہتمم دار العلوم منی پور۔

(۲۵)......حضرت مولانا مفتی نسیم الدین صاحب منی پوری، امام وخطیب جامع مسجد ۲۰۱۳ء

(۲۶)......حضرت قاری محمد شفیق صاحب لوئی ضلع مظفر نگر (یوپی)

(۲۷)......حضرت مولانا محمد صابر صاحب، امام مسجد قریشیان، جلی کوٹھی، میرٹھ۔

(۲۸)......حضرت مولانا مفتی اقبال صاحب مہتمم مدرسہ احیاء العلوم وانماڑی مدراس۔

(۲۹)......حضرت مولانا محمد طاہر صاحب، مدرسہ باب الدین جعفرآباد، دہلی۔

(۳۰)......حضرت مولانا محمد یونس صاحب خطیب جامع مسجد ہاپوڑ۔

(۳۱)......حضرت مولانا مفتی عبد الباسط صاحب، گنٹور، آندھرپردیش۔

(۳۲)......حضرت مولانا مفتی علی محمد حسن صاحب، مدرسہ محمودیہ قرآنیہ، سابئی پور، مغربی بنگال۔

(۳۳)......حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب اکبر پور، بلندشہر۔

(۳۴)......حضرت مولانا ذاکر صاحب، مہتمم مدرسہ کھوائی، میرٹھ۔

(۳۵)......حضرت مولانا حامد صاحب ابن عبد اللہ طیب صاحب حیدرآباد، آندھرپردیش۔

(۳۶)......حضرت مولانا مفتی نذیر احمد صاحب، شیخ الحدیث دار العلوم رحیمیہ باندی پورہ کشمیر۔

(۳۷)...... جناب ڈاکٹر شریف احمد صاحب ہردوئی، یوپی۔

(۳۸)...... بھائی محمد شفیع صاحب، جے پور (مجاز بالصحبت)

(۳۹)...... حاجی رئیس احمد صاحب (عرف پیر صاحب) جے پور (مجاز بالصحبت)

(۴۰)...... جناب صوفی یٰسین صاحب جسڑ سلطان نگر، ضلع میرٹھ ۲۰۱۳ء

(۴۱)...... جناب ماسٹر نفیس احمد صاحب کٹھور، میرٹھ۔

(۴۲)...... جناب حکیم محمد ارشاد صاحب کٹھور، میرٹھ۔

(۴۳)...... جناب بھائی ظفر احمد صاحب، گذری بازار، شہر میرٹھ۔

(۴۴)...... جناب حاجی شوکت صاحب پسر حاجی بندو صاحب، صدیق نگر، میرٹھ۔

(۴۵)...... جناب الحاج محمد عبداللہ صاحب تحصیل بٹن ضلع بارہ مولہ کشمیر۔

﴿سعودی عرب﴾

(۴۶)...... جناب قاری عبدالباسط صاحب، جدہ، سعودی عرب

﴿جنوبی افریقہ﴾

(۴۷)...... حضرت مولانا اسماعیل صاحب، ڈیسائی، اسٹنگر

(۴۸)...... حضرت مولانا الیاس پٹیل صاحب، استاذ تعلیم الدین، اسپنگو بیچ

(۴۹)...... حضرت مولانا فیاض صاحب مدرسہ فیض العلوم، جنوبی افریقہ

(۵۰)...... حضرت مولانا محمد حنیف صاحب، ہانسلوٹ

(۵۱)...... جناب حافظ محمد نعیم صاحب منگیرا، جوہانسبرگ ۲۰۱۳ء

﴿انگلینڈ﴾

(۵۲)...... حضرت مولانا مفتی سراج صاحب لندن

(۵۳)......حضرت مولانا مفتی محمد غائبی صاحب لندن

(۵۴)......حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لندن

(۵۵)......حضرت مولانا خلیل احمد قاضی، لندن

(۵۶)......حضرت مولانا نقوی صاحب، برمنگھم

﴿کناڈا﴾

(۵۷)......حضرت مولانا عبدالرشید صاحب، خطیب مارکھم مسجد ٹورنٹو۔

ھدایت:...... یہ فہرست وہ ہے جو ہمیں حضرت مولانا عباس صاحب کے ذریعہ موصول ہوئی ہے۔ ممکن ہے کہ کچھ نام اور باقی رہ گئے ہوں جو حضرت مولانا تک نہیں پہنچے۔